رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہنسی خوشی اور مذاق
www.kitabosunnat.com
رضوان ریاضی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے [الاحزاب:۲۱]

رسول اکرم ﷺ کی

ہنسی خوشی اور مذاق

رضوان ریاضی

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
NEW DELHI-110002

رسول اکرم ﷺ کی ہنسی خوشی اور مذاق

تالیف: رضوان ریاضی

صفحات: ۲۸۴ سائز: 23x36/16 قیمت: -/۱۰۰

باہتمام: محمد ناصر خان

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998

Rasul-E-Akram *Sallallahu Alaihi Wasallam* Ki Hansi Khushi Aur Mazaq

Author: **Rizwan Riyazi**

Pages: **284** Ist Edition: **2006**

Price: **Rs. 100/-**

OUR BRANCHES:

- **Farid Book Depot (P) Ltd.**
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph.: 23265406, 23256590
- 168/2, Jha House, Basti Hazrat Nizamuddin (W),
New Delhi-110013 Ph.: 55358122
- 208, Sardar Patel Road, Near Khoja Qabristan,
Dongri, Mumbai-400009 Ph.: 022-23731786, 23774786

Printed at: Farid Enterprises, Delhi-2

گزارش: قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے بانی الحاج فرید خان صاحب مرحوم کی مغفرت کے لئے دُعا فرمائیں۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسوله الکریم، اما بعد.

قابلِ صد مبارکباد ہیں محترم رضوان ریاضی صاحب کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی خوشی اور آپ کے مزاح و مذاق سے متعلق عربی کتاب "ضحك النبی صلی اللہ علیه وسلم وتبسمه و مزاقهٗ" کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کی آج کے ماحول میں سخت ضرورت ہے کیونکہ معاشرہ میں آج کل ہنسی مذاق کا جو انداز اختیار کیا جاتا ہے وہ بہت ناگوار ہوتا ہے۔ اگر عوام اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ ضرور بالضرور وہ اپنی ہنسی مذاق کو بہتر بنانے کی کوشش کریں گے۔ یہ کتاب اس سے پہلے عربی زبان میں سعودی عرب سے طبع ہو کر مقبولِ عام ہو چکی ہے۔

اُردو زبان میں اس کتاب کو پہلی مرتبہ فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ کو شائع کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ یہ کتاب اپنی نوعیت کی اس طرح کی پہلی کتاب ہے جو انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافعیت اور قبولیت عامہ سے نوازے، اور مؤلف، مترجم اور ہم سب کو اللہ پاک اپنی رضاء عالی سے سرفراز فرمائے۔

—— محمد ناصر خان

تقدیم از ڈاکٹر فریوائی

[عربی ایڈیشن کے لیے لکھی گئی ڈاکٹر فریوائی حفظہ اللہ کی تقدیم کا خلاصہ]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم، أما بعد:

ایک مسلمان اپنی کوشش اور اپنے وقت کا قیمتی اور انمول سرمایہ جس چیز میں خرچ کر سکتا ہے، وہ دینی علوم کا حصول، اس کے دلائل کی تحقیق اور کتاب وسنت کی روشن تعلیمات میں تفقہ ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے تمام گوشوں یا کسی مخصوص گوشے پر لکھنا پڑھنا ایک اچھا اور عمدہ عمل ہے؛ خاص کر اس زمانے میں تو اس کی اہمیت مزید دوبالا ہو جاتی ہے جبکہ دین پر مادیت کا غلبہ ہو چکا ہے اور آخرت پر دنیا کی حکمرانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی شان کو رفعت بخشی ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ کا ذکرِ خیر ہی منبر ومحراب اور دینی اجتماعات کے اسٹیج کی زینت بنا رہتا ہے۔ یہ آپ ﷺ کی بلندیِ شان ہی ہے کہ ماضی وحال میں علمائے کرام اور طالبانِ علومِ نبوت سیرۃ النبی ﷺ کا مطالعہ اور اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے رہے ہیں جس کا احاطہ کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

آئے دن رسول اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے موضوع پر کتابیں منظر عام پر آ رہی ہیں، جو کہ رسول اکرم ﷺ سے مسلمانوں کی عقیدت ومحبت کی واضح دلیل ہے۔ ہمارے ہاتھ میں ابھی جو کتاب ہے، اس کا موضوع بھی دراصل سیرت نبوی ﷺ سے متعلق ہے جو کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صفت ہنسی خوشی اور مزاح ومذاق پر مشتمل ہے۔ آج کے دور میں جبکہ لوگ مختلف قسم کے غیر شرعی ہنسی مذاق سے خود کو انبساط وسرور کے ماحول میں دیکھنا

چاہتے ہیں، انہیں ایسی کتابوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے؛ تا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے مزین ہو کر اپنی زندگی کو خوشگوار بنا سکیں۔

عزیز القدر رضوان ریاضی نے رسول اکرم ﷺ کی ہنسی خوشی اور آپ کے مزاح ومذاق سے متعلق مواد اکٹھا کرنے اور اسے مفید عناوین کے تحت ترتیب دینے میں جو قربانی دی ہے وہ واقعی قابل قدر وقابل تحسین ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کے اس عمل میں برکت عطا فرمائے، ان کے قلم میں دن دونی رات چوگنی ترقی دے اور ان کے اس عمل کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعه باحسان إلى يوم الدين

ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی

۲۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

عضو هيئة التدريس بكلية أصول الدين (قسم السنة)

بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية بالرياض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدِّمَہ [عربی ایڈیشن]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

میرے بھائی! ابھی آپ کے ہاتھ میں میری یہ کتاب "ضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتبسمه ومزاحه" (رسول اکرم ﷺ کی ہنسی خوشی اور مذاق) ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کرتے جائیں اور تصوراتی دنیا میں گم ہوتے جائیں۔ آپ اسی مبارک زمانہ میں چلے جائیں جس میں آپ کے نبی امی ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہنستے مسکراتے تھے۔ آپ دیکھیں کہ آپ کے نبی کی ہنسی کیسی تھی؟ آپ ﷺ کی مسکراہٹ کا انداز کیسا تھا؟ آپ ﷺ کا مزاح ومذاق کس نوعیت کا ہوتا تھا؟.... آپ تھوڑا غور کیجئے؛ تھوڑا نہیں بلکہ خوب خوب غور وفکر کیجیے اور اپنے آپ کو اپنے نبی کے معیاری طرز عمل اور اصولوں پر پرکھیے۔ کیا آپ ویسے ہی ہنستے ہیں جس طرح آپ کا صادق ومصدوق نبی ہنستا تھا؟ کیا آپ کی ہنسی ویسی ہی باتوں پر ہوتی ہے جیسی باتوں پر آپ کا صادق ومصدوق نبی ہنسا کرتا تھا؟ کیا آپ کی مسکراہٹ کا انداز بھی وہی ہوتا ہے جو آپ کے صادق ومصدوق نبی کا ہوا کرتا تھا؟ کیا آپ بھی ہمیشہ اپنے دوستوں یاروں کو دیکھ کر ویسا ہی مسکان بھرتے ہیں جیسا کہ آپ کا صادق ومصدوق نبی بھرا کرتا تھا؟ اور کیا آپ بھی لوگوں سے مزاح ومذاق میں وہی طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں جو آپ کا صادق ومصدوق نبی اپنے اصحاب کے ساتھ اختیار کرتا تھا اور کبھی بھول کر بھی حق بات کے سوا اپنی زبان مبارک پر نہیں لاتا تھا؟

مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر آپ اپنی یادداشت (Memory) پر زور دے

کر اس کا بٹن آن کریں گے اور تصوراتی طور پر ہی سہی، پلٹ کر اسی زمانے میں چلے جائیں گے جس مبارک زمانے میں رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ زندگی گزارا کرتے تھے تو بلاشبہ آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ہنسی خوشی اور مذاق ومزاح کے موقع پر آپ کا طرزِ عمل اس نبوی منہج وطریقہ سے بہت مختلف ہے جس منہج وطریقہ پر آپ کے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

ہنسی خوشی اور مذاق ومزاح کا نبوی طریقہ یہی ہے کہ آپ ہنسنے کے موقع پر ہنسیں اور مذاق ومزاح میں بھی کبھی جھوٹ کی آمیزش نہ کریں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا؟".

"اے اللہ کے رسول! آپ بھی ہم سے ہنسی مذاق کرتے ہیں؟"۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا".

"(میں تم لوگوں سے ہنسی مذاق تو ضرور کر لیتا ہوں) مگر میں حق بات کے سوا کچھ نہیں کہتا (جیسا کہ عام طور پر لوگ اس موقع پر ناحق بات کیا کرتے ہیں)"[1]۔

اس لیے اے میرے بھائی! دوستوں یاروں سے خود کو الگ تھلگ کر کے آپ اپنے نبی ﷺ کی یہ وصیت کبھی بھی فراموش نہ کریں؛ بلکہ آپ ﷺ کے اس فرمان کو اپنی زندگی میں تطبیق دینے کی کوشش کریں:

"تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ".

---

(۱) [صحيح] سنن الترمذی (۱۹۹۰)، مسند الإمام أحمد (۲/ ۳٤۰، ۳٦۰)، مجمع الزوائد للهيثمی (۱۰/ ۲۰)، سنن البيهقی (۱۰/ ۲٤۸)، الأدب المفرد للبخاری (۲٦۵).

''تیرا اپنے مسلمان بھائی کی طرف دیکھ کر مسکرانا بھی تیرے حق میں صدقہ ہے''(۲)۔

نیز یہ ارشادِ نبوی بھی پیش نظر رہے:

''لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَ أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ''.

''خیر و بھلائی کے کاموں میں سے کسی ادنیٰ کام کو بھی حقیر نہ جانو؛ گرچہ اپنے مسلمان بھائی سے بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ ملنا ہی سہی''(۳)۔

لہٰذا آپ ان لوگوں کی فہرست میں شامل نہ ہو جائیں جن کا یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہمہ وقت چیں بہ جبیں رہنا، لوگوں کے ساتھ ہنسی مذاق نہ کرنا، خود کو ان سے الگ تھلگ رکھنا اور حزن وملال کا داعیہ پیدا کرنے والی قسم قسم کی آواز ونغمات کو اپنی زندگی میں جگہ دینا ہی اصل تقویٰ ہے، اس طریقہ پر عمل پیرا ہو کر ہی آخرت کے تصور کا ذہن ودماغ پر تسلط ہو سکتا ہے اور امت کے معاملات کے سدھار اور ان کے اندر دینی بیداری لانے کا راز انہی دقیانوسی افکار ونظریات میں پنہاں ہے!!

اس قسم کے افکار ونظریات انتہائی غیر معیاری اور دقیانوسیت پر مبنی ہیں جن سے اسلام کا دور سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آپ اپنے نبی ﷺ کو دیکھیں جو کہ آپ کے لیے بہترین نمونہ ہیں؛ باوجود یکہ آپ ﷺ ہر وقت غور وفکر کیا کرتے تھے اور غم واندوہ کے آثار آپ کے اوپر ہمیشہ دیکھے جا سکتے تھے جیسا کہ طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے:

''أَنَّهُ كَانَ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ''.

''کہ آپ ﷺ پر غم واندوہ کا سماں ہر وقت طاری رہتا اور آپ ہر وقت غور وفکر میں مستغرق رہتے تھے''(۴)۔

---

(۲) [صحیح] ترمذی: کتاب البر والصلة (۱۹۵٦).

(۳) مسلم: کتاب البر والصلة والآداب (۲٦۲٦)، عن أبي ذر رضي الله عنه.

(٤) الطبراني في الكبير (۲۲/ ۱۵٦)، الثقات لابن حبان (۲/ ۱٤٦) عن هند بن أبي هالة.

مگر جہاں ہنسنے کا موقع ہوتا وہاں آپ ہنسا کرتے تھے، جہاں مسکرانے کا موقع ہوتا وہاں آپ مسکراتے بھی تھے اور جہاں لوگوں سے مزاح ومذاق کی نوبت آتی وہاں آپ مزاح ومذاق بھی فرماتے تھے۔ البتہ آپ ﷺ کی مسکراہٹ اکثر وبیشتر اس موقع پر ہوا کرتی جب آپ کو کسی بات پر تعجب ہوتا، یا کسی بات سے خوش ہوتے، یا ملاطفت کے وقت (۵)۔

ہنسی مذاق کے بھی کچھ آداب ہیں جو نبی کریم ﷺ نے بتائے ہیں اور جن پر عمل کرنا ایک مسلمان کو ضروری ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو ریاح خارج ہونے پر ہنسنے سے منع فرمایا تھا۔ بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک خطبے میں عورتوں کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ العَبْدِ، فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ''.

''تم میں سے کوئی آدمی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارتا ہے؛ حالانکہ اسی دن کے ختم ہونے پر (یعنی رات میں) اس سے ہم بستری بھی کرتا ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ریاح خارج ہونے پر ہنسنے سے منع فرمایا اور ارشاد ہوا:

''لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟''(٦).

''ایک کام جو تم میں ہر شخص کرتا ہے، بھلا وہ دوسروں کے اسی کام پر کیوں ہنستا ہے؟''۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کی اس نصیحت کا فائدہ یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی کبھی شرعی ضوابط سے ہٹ کر ہنسی مذاق نہیں کرتے تھے۔ ہنستے مسکراتے اور مزاح ومذاق کرتے وقت ان کی آنکھوں کے سامنے رسول اکرم ﷺ کی سکھائی ہوئی تعلیم ہوا کرتی تھی جس سے ایک قدم بھی وہ تجاوز نہیں کرتے تھے۔ جب صحابہ کرام ہنستے تھے تو رسول اکرم ﷺ بھی

---

(٥) فتح الباري (١٠/ ٦٢٠)، طبع دار السلام، الرياض.

(٦) بخاری: كتاب التفسير (٤٩٤٢)، مسلم: كتاب الجنة، باب النار يدخلها الجبارون..(٢٨٥٥).

انہیں دیکھ کر مسکراتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ فِي الْمَسْجِدِ وَ أَصْحَابُهُ يَتَذَاكَرُونَ الشِّعْرَ وَأَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ".

"میں ایک سو سے زائد مرتبہ مسجد نبوی میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسے موقع پر حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے صحابہ کرام شعر وشاعری اور زمانۂ جاہلیت کے مختلف موضوعات پر بحث کر رہے ہوتے (اور قسم قسم کی باتیں یاد کر کے ہنس رہے ہوتے)، اور بسا اوقات آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ مسکان بھر رہے ہوتے"(٧)۔

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اکرم ﷺ کے صحابہ ہنسا کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"نَعَمْ، وَالإِيمَانُ وَاللَّهِ! أَثْبَتُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجِبَالِ الرَّوَاسِي"(٨).

"ہاں، مگر اللہ کی قسم! ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط و مستحکم تھا"۔

ایک روایت میں حضرت بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَادَحُونَ بِالْبِطِّيخِ فَإِذَا كَانَتِ الْحَقَائِقُ كَانُوا هُمُ الرِّجَالُ".

"نبی کریم ﷺ کے صحابہ (بطورِ مذاق) ایک دوسرے کی طرف تربوز پھینکتے تھے، مگر جب کوئی امر عظیم (حرب وضرب کا موقع) درپیش ہوتا تو یقیناً وہ بہادر لوگ تھے"(٩)۔

مگر ہنسی مذاق کے وقت یہ تعلیم بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ نے زیادہ

(٧) [صحيح] أحمد (٥/ ٩١)، ترمذى (٢٨٥٠)، بيهقى (١٠/ ٢٤٠).

(٨) الجامع لأحكام القرآن للقرطبى (١٧/ ١١٦)، وقال الخازن فى تفسيره: عن ابن عمر (٤/ ٢٠٠).

(٩) [صحيح] صحيح الأدب المفرد للبخارى، تخريج الألبانى (٢٠١/ ٢٦٦)، وذكره المزى فى تهذيب الكمال (٥/ ٣٩٥).

ہنسنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

"لا تُكْثِرُوا الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ القَلْبَ".

"تم لوگ زیادہ مت ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے"(۱۰)۔

رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ موقع ومحل کے مطابق اپنی زندگی کے شب وروز گزاریں اور آخرت کے لیے بھی عمل بجا لائیں جس طرح سے دنیا کے لیے کام کاج کرتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہنسی مذاق کو بالکل ہی چھوڑ دیں؛ بلکہ آپ ﷺ نے ہنسی مذاق کرنے کی اجازت فرمائی ہے؛ البتہ آپ نے یہ تعلیم دی ہے کہ مزاح ومذاق اپنی حدود کو پار نہ کرنے پائیں۔ اسی طرح سے آپ ﷺ نے نازیبا الفاظ اور لغو وباطل طریقے سے ہنسی مذاق کو ناپسند فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے سخت وعید سنائی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لاَ يُرِيدُ بِهَا بَأْساً إِلَّا لِيُضْحِكَ بِهَا القَوْمَ، وَإِنَّهُ لَيَقَعُ مِنْهَا أَبْعَدَ مِنَ السَّمَاءِ".

"ایک آدمی لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے کوئی (لغو یا کفریہ یا بے ادبی کی) بات کہتا ہے اور اس کے کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا ہے؛ حالانکہ وہ اس کی وجہ سے (دوزخ کے گڑھے میں) آسمان سے بھی زیادہ دور گر پڑتا ہے"(۱۱)۔

ایک روایت میں بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ القَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ".

"اس کا ناس ہو! جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ویل ہے

(۱۰) [صحيح] ابن ماجه: كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء (٤١٩٣).

(۱۱) أحمد (٣/ ٣٨)، ولهذا الحديث أصل في البخاري (٦٤٧٧)، ومسلم (٢٩٨٨).

اس کے لیے بربادی ہے"(۱۲)۔

ایسی صورت میں ضروری ہے کہ مسلمانوں کے تمام ہی اعمال رسول اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے عین مطابق ہوں؛ حتیٰ کہ ہنسنے، مسکرانے اور مزاح و مذاق کرنے میں بھی۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ ہی کی ایک ایسی شخصیت ہے جو دوسروں کے لیے قابل اتباع اور قابل نمونہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

"بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے"۔ [الاحزاب:۲۱]

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

"بے شک آپ ﷺ بہت عمدہ اخلاق پر ہیں"۔ [القلم:۴]

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے عمدہ اخلاق کی گواہی دی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ ہنسنا، مسکرانا، خوشی کا اظہار کرنا، بشاشت کے ساتھ کسی کے ساتھ ملنا جلنا اور اپنے اصحاب کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا، یہ وہ صفات حمیدہ ہیں جو رسول اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا ہی ایک حصہ تھیں۔

رسول اکرم ﷺ کے اسی اخلاق کریمانہ یعنی آپ ﷺ کی ہنسی خوشی اور مذاق ومزاح سے متعلق میں نے اپنی اس کتاب میں احادیث شریفہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ صحابہ وصحابیات کے ہنسی مذاق سے متعلق بھی چند احادیث میں نے نقل کر دی ہیں۔ نیز کہیں کہیں شارحین احادیث کی کتابوں سے مختصر مستفاد بھی کتاب کی زینت بنا ہوا ہے۔

---

(۱۲) [صحيح] أحمد (٥/٦،٧)، أبوداود (٤٩٩٠)، الترمذى (٢٣١٥)، الدارمى (٢/ ٣٨٢)، مستدرك الحاكم (١/ ٤٦).

میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کے سوا حدیث کی دیگر کتابوں سے نقل کی گئی احادیث پر کبارِ محدثین کا حکم بھی ثبت کر دیا ہے۔ اور تخریج کے شروع ہی میں حکم کی نوعیت لکھ دی گئی ہے۔ مثلاً: [صحیح]، [حسن]، [صحیح لغیرہ] وغیرہ

مگر یہ واضح رہے کہ اکثر احادیث کی تخریج میں میں نے محدث العصر علامہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ کوشش اسلامی لائبریری میں ایک خوبصورت اضافہ شمار کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو اپنے لیے خالص فرمائے اور مجھے اور آپ کو قیامت کے دن جنت میں آمنے سامنے لگے ہوئے اونچے اونچے تختوں پر ہنستے مسکراتے بٹھائے۔ ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَ لَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

أخوكم في الله

رضوان الله الرياضي

الرياض، المملكة العربية السعودية

١٥/ ربيع الآخر ١٤٢٥ هجری، الموافق ٣/ ٦/ ٢٠٠٤م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدِّمَہ [اردو ایڈیشن]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، أما بعد:

انسانی زندگی کی فلاح و بہبودی کے لیے جو اصول وضوابط شریعت اسلامیہ میں بتلائے گئے ہیں، وہ یقیناً فطرت انسانی کے عین مطابق اور انتہائی مستحکم ہیں۔ اگر انسان اپنے آپ کو ان اصول وضوابط کا خوگر بنا دے اور ان پر بخوشی عمل پیرا ہو جائے تو اس میں شک نہیں کہ اس کی زندگی کے ایام خوشگوار ہوں گے اور وہ ہر طرح کے ذہنی تناؤ اور زندگی کے بہت سارے بکھیڑوں سے خود بخود نجات پا جائے گا۔ کیونکہ اسلام نے اس کی ضروریاتِ زندگی اور اِس دنیا کے بعد اُس دنیا (آخرت) کے پختہ عقائد کو اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ وہ ایک قدم بھی غیر شرعی نہیں اٹھا سکے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے اللہ کی نازل کردہ جس شریعت سے انسانوں کو روشناس کرائی ہے، اس میں انسانی ضروریاتِ زندگی کے ساتھ ساتھ روحانی تسکین کا بھی خوب خوب لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس شریعت نے نہ تو اپنے متبعین سے کبھی یہ تقاضا کیا ہے کہ خود کو دنیاوی لذات و آسائش سے الگ تھلگ کر کے گرجا گھروں میں جا بیٹھیں اور نہ ہی اس نے اپنے متبعین کو اتنی زیادہ چھوٹ دے دی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات سے کنارہ کش ہو کر دنیا کی رنگینیوں ورعنائیوں میں خود کو گم کر دیں؛ بلکہ اس نے اپنے متبعین کو امت وسط کا لقب دے کر راہِ اعتدال کی زنجیر کے ساتھ پابندِ سلاسل ہونے کی تعلیم دی ہے۔ اس شریعت نے اپنے متبعین کو یہ تعلیم دی ہے کہ زندگی کے نشیب وفراز سے چونکہ ہر آدمی کو گزرنا پڑتا ہے، اس لیے وہ ہر وقت یکساں طور پر زندگی نہیں گزار سکتا؛ بلکہ اس کی ذہنی خوراک کے

لیے ضروری ہے کہ وقت کے مطابق اس کو غذا بہم پہنچائی جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کاتب وحی حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ نے جب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی مجلس میں اپنی ایمانی کیفیت اور آپ کی مجلس کے باہر والی ایمانی کیفیت کا مقارنہ کر کے اپنے ذہنی ٹینشن کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً"۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم لوگ سدا ویسے ہی رہو جس کیفیت میں میرے ساتھ رہتے ہو، اور اللہ کی یاد میں ہی رہو تو فرشتے بھی تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں گے؛ مگر اے حنظلہ! ایک وقت ضروریاتِ زندگی کے لیے ہے اور ایک وقت پروردگار کی یاد کے لیے"۔

یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمائی[1]۔

معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے رہبانیت اور اس سے متعلقہ جملہ تعلیمات سے ہٹ کر لوگوں کو ایک ایسے نظامِ زندگی سے روشناس کرائی ہے جو ہر ایک کے لیے معتدل ومتوازن اور خوش کن ہے اور جس کا اندازہ ہر اس شخص کو ہے جس نے آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے۔

خوشی وغم انسانی زندگی کے دو جزو لاینفک ہیں، جن کے بغیر انسانی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں حالات میں اپنی زندگی کے ایام کس طرح گزارے ہیں، وہ بلاشبہ دوسروں کے لیے قابلِ تقلید وقابلِ نمونہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک آئیڈیل بنایا ہے جن کے قول وفعل کو اپنا کر انسانی زندگی کی معراج کو پہنچا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کے

(۱) مسلم: كتاب التوبة، باب فضل دوام الذكر والفكر...(۲۷۵۰)۔

متبعین اس کے لانے والی ہستی کو اپنے لیے اسوۂ حسنہ تسلیم کر لیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے''۔[الاحزاب:٢١]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قابل نمونہ نبی کے حالاتِ زندگی کو کتب احادیث اور کتب سیر وتواریخ میں محدثین کرام اور علمائے عظام کے ذریعے محفوظ کرا دی ہے، جنہیں پڑھ کر اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ بھی اور ادنیٰ سے ادنیٰ گروہ بھی خود کو خوش نصیب سمجھتا ہے، کہ ہر حال میں اس کے نبی کی یہ تعلیم ہے:

''عَجَباً لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ''.

''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے؛ اس کے ہر کام میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اور یہ نعمت مومن کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشی ملتی ہے تو وہ شکر بجا لاتا ہے جو کہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ اسی طرح جب اسے کوئی نقصان لاحق ہوتا ہے تو وہ صبر وشکیب سے کام لیتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے''(١)۔

رسول اکرم ﷺ کی بے شمار عمدہ صفات وخصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی نرم مزاجی دتحمل نفس کو دیکھ کر بڑے سے بڑا دشمن بھی آپ کی محبت والفت کے شکنجے میں گرفتار ہوئے بغیر چین کا سانس لینے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے ہشاش بشاش اور منور چہرے کو دیکھ کر دشمن کو بھی یقین ہو جاتا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا!! چند لمحہ قبل وہ آپ کا جانی دشمن ہوتا؛ مگر آپ سے ملاقات کے چند ہی لمحہ بعد آپ پر خود کو بلکہ اپنے ماں باپ کو بھی فدا کرنے والا جگری دوست بن جاتا تھا اور اس کی زبان سے بار بار یہ الفاظ نکلتے: '' فِدَاهُ أَبِي وَأُمِّي''.

(١) مسلم: کتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير (٢٩٩٩) عن صهيب.

2

رسول اکرم ﷺ کی ایک صفت ہنسی خوشی اور مذاق ہے جس کے متعلق یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ آپ ﷺ کس کس موقع پر ہنسے ہیں؟ کس کس موقع پر مسکرائے ہیں؟ کس کس موقع پر اپنے صحابہ کرام سے مزاح ومذاق فرمائے ہیں؟ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ دراصل رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ وہ بحر بیکراں ہے جس کی افادیت کا اندازہ کسی انسان کو نہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے جس گوشے پر بھی نگاہ ڈالیے دوسروں کے لیے نمونہ ہی نمونہ ہے۔ چنانچہ علمائے کرام نے ہر زمانے میں آپ ﷺ کی زندگی کے ہر ہر گوشے پر الگ الگ کتابیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب بھی آپ ﷺ کی ایک صفت ہنسی خوشی اور مذاق کے موضوع پر معرض وجود میں آئی ہے۔

مقدمہ کو طول نہ دے کر کتاب سے متعلق چند بنیادی باتوں کی طرف نشاندہی کر کے میں آپ کو کتاب کے ساتھ چھوڑتا ہوں جو خود مؤلف کا مقدمہ ہے، اس کی فکر کا عکس ہے اور اس کے مزاج کی ترجمان ہے۔

کتاب سے متعلق چند بنیادی باتیں:

① یہ کتاب میری عربی تالیف "ضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتبسمه ومزاحه" کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں میں نے رسول اکرم ﷺ کی ہنسی خوشی اور آپ کے مزاح ومذاق سے متعلق مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں چند احادیث وواقعات صحابہ وصحابیات کی ہنسی خوشی اور ان کے مزاح ومذاق سے متعلق بھی مذکور ہیں جو کہ بہت کم ہیں۔

② اس کتاب کو اردو زبان میں مجھے خود ترجمہ کرنا پڑا ہے۔ عربی کتاب کی طباعت کے کچھ ہی دنوں بعد اس کا ترجمہ منظر عام پر آ جانا چاہیے تھا؛ مگر اس درمیان میری اردو کتاب "رسول اکرم ﷺ کا طرزِ عمل کس کے ساتھ، کیسا؟" کی تکمیل کا مرحلہ آڑے آ گیا جس کی وجہ سے اس ترجمہ میں تاخیر ہوئی۔ مگر اس تاخیر پر اس لیے زیادہ افسوس نہیں کہ مذکورہ

کتاب کا موضوع بھی رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے منسلک ہے۔ جو ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے اور جس کا ہر مسلمان تقاضا کرتا ہے اور جاننا چاہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا طرزِ عمل کس کے ساتھ کیسا تھا؟ الحمدللہ یہ کتاب سعودی عرب اور پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔

③ عربوں کا مزاج اردوداں طبقہ سے مختلف ہے؛ نیز اردوداں طبقہ جن معمولی تشریحات وتوضیحات کا محتاج ہے، عرب اس سے مستغنی ہیں۔ اس لیے یہ اردو نسخہ عربی نسخے سے کچھ مختلف ہے؛ بایں طور کہ میں نے مکرر احادیث کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ مگر ایسے موقع پر ترجمہ اس انداز میں کیا گیا ہے کہ مکرر احادیث کی ساری معلومات تقریباً اکٹھا ہو گئی ہے۔ اور ایسا میں نے اردوداں طبقہ کی سہولت کے لیے کیا ہے۔ کہیں کہیں بعض مفید مستفاد کا اضافہ بھی اردو ترجمہ میں کر دیا گیا ہے جو کہ عربی کتاب میں نہیں ہے۔

④ ہر زبان کا اپنا ایک الگ معیار اور اسلوب ہوتا ہے جو دوسری زبان میں منتقل ہو کر کچھ کمزور ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں جہاں کہیں ترجمہ سے رموز واشارات کی وضاحت ناممکن تھی وہاں میں نے ترجمانی سے کام لیا ہے جو کہ ترجمہ کے اصول وضوابط کے عین مطابق ہے۔ حرفاً حرفاً اور لفظاً لفظاً ترجمہ کے قائلین سے مجھے اتفاق نہیں اِلا یہ کہ کتاب اللہ کے ترجمہ کا معاملہ ہو، جبکہ اس میں بھی بسا اوقات ترجمہ ترجمانی کا محتاج ہوتا ہے۔

⑤ کتاب کا عربی ایڈیشن دار الکتاب والسنۃ (پاکستان) کے مدیر اعلیٰ جناب ابوسلطان ارشد مغل حفظہ اللہ نے شائع کی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی پاکستان اور سعودی عرب سے وہی شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیت میں اخلاص بخشے اور ان کے کام میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

⑥ احادیث کی تخریج کے لیے بالعموم علامہ شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے اور اردو ایڈیشن کی تخریج میں معمولی حذف واضافہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔

⑥ یہ واضح رہے کہ مراجع ومصادر میں جن کتابوں کا نام بھی دیا گیا ہے، ان میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ہے جس سے میں نے اپنی اس کتاب کی تیاری میں بلاواسطہ استفادہ نہیں کیا ہے۔ نیز ایڈیشن بھی وہی ہے جو مراجع میں دیا گیا ہے۔ بسااوقات مجھے ایک حدیث کی تخریج وتحقیق کے لیے دو دو ہفتے بھی صرف کرنے پڑے ہیں۔فللہ الحمد و المنة

گزارش! چونکہ انسانی کوشش محدود اور خطا ونسیان سے مرکب ہے۔ اس لیے میری اس کتاب میں غلطیوں کا احتمال بہرحال ممکن ہے۔ ترجمہ وترجمانی یا طباعت کی اخطاء کی طرف اگر کوئی صاحب نشاندہی کریں گے تو میں ان کا تہ دل سے ممنون ومشکور ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو مفید عام بنائے اور جن لوگوں نے بھی اس کتاب کے سلسلے میں جس قسم کا بھی کوئی تعاون کیا ہے؛ خواہ ایک کلمہ تشجیع کے ذریعے ہی سہی، ان کی مغفرت فرمائے۔ اور اس کتاب کو میری، میرے والدین، میری اہلیہ اور میرے بچوں کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَ لَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

أخوكم في الله

رضوان اللہ ریاضی

مسجد نبوی، مدینہ منورہ

۱۲/ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۶ھ، موافق ۱۸/ جولائی ۲۰۰۵ء، بروز سموار

موبائل: 00966-567354917-507800419

گھوڑے کے بھی دو پر؟!

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ غزوۂ تبوک، (یا غزوۂ خیبر) سے رسول اکرم ﷺ واپس تشریف لائے تو اس وقت میں نے اپنے طاقچہ میں پردہ لٹکا رکھا تھا۔ اسی دوران ایک زوردار ہوا چلی جس کی وجہ سے پردہ ہٹ گیا اور میری بنائی ہوئی گڑیاں نظر آنے لگیں۔ یہ دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا:

"مَا هَذِهِ يَا عَائِشَةُ؟"

"عائشہ! یہ سب کیا ہیں؟"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

"بَنَاتِي". "میری گڑیاں ہیں"۔

رسول اکرم ﷺ نے ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑے کو دیکھ کر، جس کے اوپر کپڑے کے دو پَر بھی بنے ہوئے تھے، دریافت فرمایا:

"مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسَطَهُنَّ؟"

"ان گڑیوں کے درمیان میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: گھوڑا ہے گھوڑا۔

رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

"وَمَا هَذَا الَّذِي عَلَيْهِ؟"

"اس گھوڑے کے اوپر یہ کون سی چیز ہے؟"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اس کے اوپر دو پَر لگے ہوئے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے تعجب سے فرمایا:

"فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟!"
"کہیں گھوڑے کے بھی دو پَر ہوتے ہیں؟!"
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دیا:
"أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلاً لَهَا أَجْنِحَةٌ؟!"
"کیا آپ نے سنا نہیں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کے کئی ایک پَر تھے؟!"۔
یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے جس سے آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں (۱)۔

(۱) [صحيح] أبو داود: كتاب الأدب/ باب اللعب بالبنات (۴۹۳۲).

میاں بیوی کے درمیان دوڑ کا مقابلہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلی، اس وقت میں چھوٹی تھی اور میرے جسم پر زیادہ گوشت نہیں ہوا تھا اس لیے میں لحیم شحیم نہیں تھی۔

قافلہ منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

"تَقَدَّمُوا". "آگے بڑھو آگے بڑھو"۔

آپ ﷺ کا ارشاد سنتے ہی لوگ آگے بڑھ گئے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا:

"تَعَالِي حَتَّى أُسَابِقَكِ". "آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرتا ہوں"۔

چنانچہ میں نے آپ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا اور مقابلے میں میں آپ سے آگے نکل گئی۔ آپ ﷺ اس وقت خاموش ہو گئے اور مجھ سے کچھ نہیں کہا۔

ایک مدت کے بعد جب میں لحیم شحیم ہو گئی اور میرا جسم بھاری بھرکم ہو گیا اور مجھے اس دوڑ کا واقعہ یاد نہیں رہا تو اس وقت بھی مجھے آپ ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں نکلنے کا اتفاق ہوا۔ آپ ﷺ نے ہمراہ ساتھیوں سے فرمایا: "آگے بڑھو آگے بڑھو"۔

جب لوگ آگے بڑھ گئے تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرتا ہوں"۔

اس وقت بھی میں نے آپ ﷺ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا مگر اس مرتبہ آپ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور ہنسنے لگے، پھر فرمایا:

"هَذِهِ بِتِلْكَ". "یہ جیت گزشتہ ہار کا بدلہ ہے"[1]۔

(۱) [صحیح] مسند أحمد (۲٦٤/٦)، ابن ماجه (۱۹۷۹)، أبو داود (۲۵۷۸).

ہائے میرا سر!! اے عائشہ!

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ کسی جنازے میں شرکت کے بعد بقیع (مدینہ کا قبرستان) سے لوٹ کر میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میں دردِ سر میں مبتلا تھی اور یہ کہہ رہی تھی:

"وَا رَأْسَاهُ".

"ہائے میرا سر!!"۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بَلْ أَنَا يَا عَائِشَةُ! وَارَأْسَاهُ".

"بلکہ ہائے میرا سر!! اے عائشہ!"۔

پھر آپ ﷺ فرمانے لگے:

"مَا ضَرَّكِ لَوْ مِتِّ قَبْلِي فَغَسَلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ ثُمَّ دَفَنْتُكِ".

"آخر تمہیں حرج ہی کیا ہے؟ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کر جاؤ گی تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں نہلاؤں گا، کفناؤں گا، پھر تمہاری نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دوں گا!"۔

یہ سن کر مجھے سخت غیرت آئی اور میں کہنے لگی:

"لَكَأَنِّي بِكَ أَنْ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَدْ رَجَعْتَ إِلَى بَيْتِي فَأَعْرَسْتَ فِيهِ بِبَعْضِ نِسَائِكَ".

"ہاں میں خوب جانتی ہوں کہ آپ یہ کام انجام دے کر (مجھے کفنا دفنا کر) میرے گھر واپس آئیں گے اور میرے ہی گھر میں اپنی کسی بیگم سے ہم بستری کریں گے!"۔

میری یہ بات سن رسول اکرم ﷺ مسکرانے لگے۔ پھر کچھ ہی مدت بعد آپ کو وہ مرض لاحق ہو گیا جس میں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے اور جانبر نہ ہو سکے(۱)۔

اس واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ بیوی اپنے شوہر کے معاملے میں کس قدر زیادہ غیرت مند ہوا کرتی ہے۔ دراصل یہ غیرت اس کی فطرت مین داخل ہے۔ ایک عورت اپنے شوہر کے بارے میں سب کچھ برداشت کرسکتی ہے؛ مگر وہ اس بات کو کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتی کہ اس کے شوہر کی زندگی میں اس کے علاوہ کوئی بھی عورت قدم رکھے!!

(۱) [حسن] صحیح ابن حبان (٦٥٨٦)، سنن کبری للنسائی(٧٠٤٢)، دارمی (٨٠)، ابن ماجه (١٤٦٥)، سنن بیهقی (٣/٣٩٦)، أحمد (٦/٢٢٨)، مصنف عبد الرزاق (٩٧٥٤)، دلائل النبوة للبیهقی (٧/١٦٨)، بخاری (٥٦٦٦).

آپ خوبصورت ہیں یا آپ کی بیویاں؟!

حضرت ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ ایک بدشکل وبدصورت آدمی تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان سے بیعت لی تو انہوں نے عرض کیا:

"إِنَّ عِنْدِي امْرَأَتَيْنِ أَحْسَنَ مِن هٰذِهِ الْحُمَيْرَاءِ، أَفَلاَ أُنْزِلُ لَکَ عَنْ إِحْدَاهُمَا فَتَتَزَوَّجُهَا؟!".

"میرے پاس اس سرخ عورت سے کہیں زیادہ خوبصورت دو دو بیویاں ہیں۔ کیا میں ان میں سے کسی ایک کو طلاق نہ دے دوں تا کہ آپ اس سے شادی کر لیں؟!"۔

یہ بات انہوں نے آیتِ حجاب کے نزول سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بات سن کر پوچھا:

"أَهُنَّ أَحْسَنُ أَمْ أَنْتَ؟"

اچھا صاحب! ذرا یہ تو بتائیں کہ وہ دونوں بیویاں آپ سے زیادہ خوبصورت ہیں یا آپ ان سے زیادہ حسین وجمیل ہیں؟"

کہنے لگے: "بَلْ أَنَا أَحْسَنُ مِنْهُنَّ وَأَکْرَمُ!".

"نہیں نہیں، بلکہ میں اپنی بیویوں سے زیادہ خوبصورت ہوں اور ان سے زیادہ عزت ووقار والا بھی ہوں!!"۔

رسول اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر ہنس پڑے کیونکہ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ ایک بدشکل آدمی تھے(۱)۔

---

(۱) تخریج العراقی (١٦٨٢/٤)، وکتاب الفکاهة والمزاح للزبیر بن بکار۔

شوہر کا سر چوم کر پوچھا!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے دیکھتی تھی:

" اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الأَحَبِّ إِلَيْكَ الَّذِي إِذَا دُعِيتَ بِهِ أَجَبْتَ وَإِذَا سُئِلْتَ بِهِ أَعْطَيْتَ وَإِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِهِ رَحِمْتَ وَإِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِهِ فَرَّجْتَ".

"اے اللہ! میں تیرے پاک وصاف اور مبارک نام اور تیرے اس محبوب نام کا حوالہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کے حوالے سے جب تجھ سے دعا کی جاتی ہے تو تو جواب دیتا ہے اور اگر کچھ مانگا جاتا ہے تو عطا کرتا ہے اور اگر رحم کی بھیک مانگی جاتی تو رحم کرتا ہے اور اگر تجھ سے اس نام کا حوالہ دے کر وسعت وکشادگی مانگی جاتی ہے تو اپنے بندے کی مراد پوری کرتا ہے"۔

ایک دن رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"اے عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا ایک نام بتا دیا ہے کہ اگر اس کے حوالے سے جب اس سے مانگا جائے گا تو وہ عطا کرے گا؟"۔

میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بھی اس نام سے آگاہ فرما دیں (تاکہ میں بھی اس کا حوالہ دے کر اللہ سے سوال کروں)۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عائشہ! تیرے لیے یہ مناسب نہیں ہے"۔

میں یہ سن کر کچھ الگ تھلگ ہو کر بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد کھڑی ہو کر آپ ﷺ کے سر کو چوم لیا اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بھی وہ نام بتا دیں؟

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّهُ لاَ يَنْبَغِي لَكِ يَا عَائِشَةُ أَنْ أُعَلِّمَكِ، إِنَّهُ لاَ يَنْبَغِي لَكِ أَنْ تَسْأَلِينَ بِهِ شَيْئاً مِنَ الدُّنْيَا".

"عائشہ! تیرے لیے مناسب نہیں کہ میں تجھے وہ نام بتاؤں، تیرے لیے یہ بھی مناسب نہیں کہ تو (وہ نام جان کر) اس نام کے حوالے سے کوئی دنیوی حاجت مانگے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس کے بعد میں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز نفل ادا کر کے یہ دعا کرنے لگی:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَدْعُوكَ اللَّهَ وَأَدْعُوكَ الرَّحْمٰنَ وَأَدْعُوكَ الْبَرَّ الرَّحِيمَ وَأَدْعُوكَ بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنَى كُلِّهَا، مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ أَنْ تَغْفِرَلِي وَتَرْحَمَنِي".

"اے اللہ! میں تجھے اللہ، رحمٰن، برّ، رحیم کہہ کر اور تیرے ان تمام ناموں کا جن کا مجھے علم ہے اور جنہیں میں نہیں جانتی، حوالہ دے کر تجھ سے دعا مانگتی ہوں کہ تو مجھے معاف فرما دے اور میرے اوپر رحم کر"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ دعا سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

"إِنَّهُ لَفِي الْأَسْمَاءِ الَّتِي دَعَوْتِ بِهَا".

"وہ نام انہی اسماء میں ہے جن کے حوالے سے ابھی تو نے دعا کی ہے"(۱)۔

---

(۱) ابن ماجه: كتاب الدعاء، باب اسم الله الأعظم (۳۸۵۹). تحفة الأشراف (۱٦۲۷۲). وانظر المسند الجامع (۲۰/۲۱۹)، رقم (۱۷۰٦۵). وقال البوصيرى فى الزوائد (۱۲۸۷): هذا إسناد فيه مقال وعبد الله بن عكيم وثقه الخطيب وعدّه جماعة فى الصحابة ولا يصح له سماع، وأبو شيبة لم أر من جرحه ولا من وثقه وباقى رجال الإسناد ثقات.

ارے! ٹھہری جو یہ ابوبکر کی بیٹی!!

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا پیغامبر بنا کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ اس وقت میری چادر میں لیٹ کر آرام فرما رہے تھے۔ آپ نے صاحبزادی محترمہ کو اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں: اے اللہ کے رسول! آپ کی بیویاں ابو قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کنیت) کی بیٹی کے بارے میں آپ سے انصاف کا تقاضا کر رہی ہیں (اور اس سفارت کے لیے انہوں نے مجھے منتخب کر کے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چپ چاپ یہ گفتگو سن رہی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"أَيْ بُنَيَّةُ! أَلَسْتِ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ؟".

"جانِ پدر! میں جو کچھ پسند کرتا ہوں کیا تو اسے پسند نہیں کرے گی؟"۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور!

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"فَأَحِبِّي هٰذِهِ".

"تو پھر اس سے (عائشہ سے) محبت کرو"۔

یہ سننے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور ازواج مطہرات کے پاس واپس پہنچ کر ان سے اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی ساری باتیں کہہ سنایا۔ ازواج مطہرات

نے ان سے کہا: فاطمہ! تم نے ہمارے قضیے میں کما حقہ سفارت کا فریضہ انجام نہیں دیا، اب دوبارہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور کہو کہ آپ کی بیویاں ابوقحافہ کی بیٹی کے سلسلے میں آپ سے انصاف کا تقاضا کر رہی ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

''وَاللّٰهِ! لَا أُكَلِّمُهُ فِيهَا أَبَدًا''.

''اللہ کی قسم! اب دوبارہ میں رسول اکرم ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کبھی بات نہیں کر سکتی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اب اس سفارت کی انجام دہی کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتخاب عمل میں آیا جو رسول اکرم ﷺ کے نزدیک قدر ومنزلت میں میری ہم پلہ تھیں، اور فی الواقع میں نے زینب سے بڑھ کر دین کے کاموں میں خیر وبھلائی کی خدمت انجام دینے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ وہ انتہائی تقویٰ شعار خاتون تھیں، سچی باتیں کیا کرتی تھیں، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرتی تھیں، صدقہ وخیرات میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں تھا جس کے لیے وہ رات دن ایک کر کے کام کیا کرتی تھیں تاکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قربت حاصل کر لیں؛ ہاں اگر ان کے اندر کوئی کمی ہو سکتی تھی تو وہ یہ کہ ان کے مزاج میں تھوڑی تیزی تھی۔

بہرکیف حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات کا شکوہ لے کر حاضر ہوئیں تو اس وقت بھی آپ ﷺ میری چادر میں لیٹے آرام فرما تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ وہ اندر داخل ہوتے ہی کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! آپ کی بیویاں ابوقحافہ کی بیٹی کے سلسلے میں آپ سے انصاف کا تقاضا کر رہی ہیں اور اس کے لیے انہوں نے باہم مشورہ کر کے مجھے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے، اس لیے آپ انصاف کریں!!

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی بات کہہ کر میری طرف متوجہ ہوئیں اور مجھے اناپ شناپ بکنے لگیں اور مجھ پر کچھ زیادہ ہی زبان درازی کر بیٹھیں۔ میں رسول اکرم ﷺ کی طرف دیکھ کر آپ کے مزاج شریف کا اندازہ کر رہی تھی کہ آیا مجھے بھی آپ ﷺ کچھ لب کشائی کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ اِدھر حضرت زینب کی تیزی جاری تھی۔ جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ آپ ﷺ کو میری لب کشائی سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی تو میں بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر بھیڑ گئی اور انہیں ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ وہ میرا منہ تکتی رہ گئیں اور میں ان پر حاوی ہو گئی۔

رسول اکرم ﷺ نے جب یہ منظر دیکھا تو آپ مسکرانے لگے، اور فرمایا:

"إِنَّهَا ابْنَةُ أَبِي بَكْرٍ".

"ارے! ٹھہری جو یہ ابوبکر کی بیٹی"(۱)۔

(۱) مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ (۲٤٤۲).

اے اپنی جان کی دشمن!

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ اَن بن سی ہوگئی۔ مقدمہ کو سلجھانے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے اپنے سسر محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بحیثیت حکم بلایا اور انہیں گواہ ٹھہرایا۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا:

"تَكَلَّمِينَ أَنتِ أَوْ أَتَكَلَّمُ؟"

"تم بات کی شروعات کروگی یا میں کروں؟"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"بَلْ تَكَلَّمْ أَنتَ وَلاَ تَقُلْ إِلَّا حَقًّا!"

"آپ ہی کریں مگر حق کے سوا کچھ نہ کہیں!"

یہ سننا تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھینچ کر ایک ایسا زناٹے دار طمانچہ بیٹی کے منہ پر رسید کیا کہ ان کے منہ سے خون نکلنے لگا اور ڈانٹ کر کہنے لگے:

"يَا عَدُيَّةَ نَفْسِهَا! أَوَ يَقُولُ غَيْرَ الحَقِّ؟".

"اپنی جان کی دشمن! کیا آپ ﷺ حق بات کے سوا بھی کبھی کچھ اور کہیں گے؟"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مارے خوف کے رسول اکرم ﷺ کے پیچھے چھپنے لگیں اور ڈر کر بیٹھ گئیں۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"لَمْ نَدْعُكَ لِهٰذَا وَلاَ أَرَدْنَا مِنْكَ هٰذَا"(1)۔

---

(1) إحياء علوم الدين للغزالي (٢/٦٣). وقال العراقي: رواه الطبراني في الأوسط والخطيب في التاريخ من حديث عائشة بسند ضعيف. تخريج الإحياء (٢/٩٧٦).

''ہم نے آپ کو اس کے لیے نہیں بلایا تھا اور نہ ہی ہم آپ سے یہ چاہتے تھے''۔

ایک دوسری دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم ﷺ کے پاس سخت غصہ آ گیا؛ چنانچہ وہ کہنے لگیں:

''أَنتَ الَّذِي تَزْعُمُ أَنَّکَ نَبِيُّ اللَّهِ؟!''

''آپ ہی تو وہ ہیں جن کو اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ ہے؟!''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ نازیبا کلمات سن کر آپ ﷺ نے انتہائی حلم و بردباری اور بڑپن کا ثبوت دیا اور مسکرانے لگے(۱)۔

یقیناً کامیاب و مثالی شوہر کے لیے اس واقعہ میں عظیم نصیحت ہے۔ اگر سارے ہی شوہر ویسے ہی تحمل و برداشت کا مادہ اپنے اندر پیدا کر لیں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے مذکورہ واقعہ میں اپنایا تو ازدواجی اختلافات سے برباد ہونے والے سارے ہی گھرانے ازسرِ نو آباد ہو جائیں گے اور ٹوٹتے خاندان کا اجڑتا گلستاں لہلا اٹھے گا۔ کاش ایسا ہوتا!!

(۱) المصدر السابق، وقال العراقي: رواه أبو يعلىٰ في مسنده وأبو الشيخ في كتاب الأمثال من حديث عائشة بسند ضعيف.

بیٹی کو چتاونی!

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آنے کی اجازت طلب کی۔ جب اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کی صاجبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کے پاس زور زور سے بول رہی ہیں اور آپ کی آواز سے ان کی آواز بہت بلند ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور طمانچہ کھینچ کر اپنی بیٹی کی طرف یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے:

”يَا ابْنَةَ أُمِّ رُومَانَ! أَتَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟“

”ام رومان کی بیٹی! (تیری یہ مجال کہ) تو رسول اللہ ﷺ کے اوپر اپنی آواز بلند کر رہی ہے؟“

چنانچہ رسول اکرم ﷺ فوراً حضرت ابوبکر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان حائل ہو گئے جس کی وجہ سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکل گئے تو رسول اکرم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے انداز میں کہنے لگے:

”أَلَا تَرَيْنَ أَنِّي قَدْ حُلْتُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَكِ؟!“

”تو نے دیکھا نہیں کہ کیسے میں اس آدمی (تیرے باپ) اور تیرے درمیان (آہنی دیوار بن کر) حائل ہو گیا (اور تو پٹائی کھانے سے بال بال بچی)؟!“

دوسری دفعہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہنسا رہے ہیں تو وہ کہنے لگے:

”يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَشْرِكَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَشْرَكْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا“.

"اے اللہ کے رسول! آپ دونوں مجھے بھی اپنی صلح میں شریک کر لیں جیسا کہ آپ دونوں نے مجھے جھگڑے میں شریک کیا تھا(۱)"۔

ابوداود کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا"۔

"ہم نے شریک کیا، ہم نے شریک کیا"(۲)۔

امام احمد کی ایک دوسری روایت میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہی کے حوالے سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اونچی آواز میں کہہ رہی ہیں: اللہ قسم! میں خوب جانتی ہوں کہ آپ میرے باپ کی بہ نسبت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف (تھپڑ اٹھائے ہوئے) بڑھے اور کہنے لگے:

"يَا بِنْتَ فُلانَةٍ! أَلاَ أَسْمَعُكِ تَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟!"۔

"اے فلاں کی بیٹی! کیا میں نہیں سن رہا ہوں کہ تو رسول اللہ ﷺ کے اوپر اپنی آواز بلند کر رہی ہے؟!"(۳)۔

---

(۱) أحمد (۲۷۲/٤)، صحيح على شرط مسلم، والنسائي في الكبرى (۹۱۵۵).

(۲) أبوداود (٤۹۹۹).

(۳) أحمد (۲۷۵/٤)، وقال الأرنؤوط في تحقيقه: إسناده حسن.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی اور ان کی براءت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے اور جس کے نام سے قرعہ نکلتا اسی کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جاتے۔ چنانچہ ایک غزوہ (مریسیع یا بنوالمصطلق) میں قرعہ میرے نام سے نکلا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں نکلی۔ اس وقت پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ چنانچہ مجھے ہودج سمیت اٹھا کر سوار کر دیا جاتا اور اسی کے ساتھ اتارا جاتا۔ اس طرح ہم روانہ ہوئے۔ جب رسول اکرم ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہو گئے تو واپس ہوئے۔ واپسی میں ہم مدینہ کے قریب تھے اور ایک جگہ پڑاؤ ڈالا ہوا تھا تو رسول اکرم ﷺ نے رات ہی کو کوچ کرنے کا اعلان فرما دیا۔ کوچ کا اعلان ہو چکا تھا تو اس وقت میں قضائے حاجت کے لیے نکلی اور لشکر کے حدود سے کچھ آگے نکل گئی۔ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر جب میں اپنی سواری کے پاس پہنچی اور اپنا سینہ ٹٹولا تو ظفار (ملک یمن کا ایک شہر) کے مہرہ کا بنا ہوا میرا ہار ٹوٹ کر غائب ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں فوراً واپس ہوئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی۔ تلاش کرتے کرتے مجھے تاخیر ہو گئی۔

ادھر وہ لوگ جو مجھے سوار کیا کرتے تھے آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے سمجھا کہ میں ہودج کے اندر ہی موجود ہوں۔ ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، ان کے جسم میں زیادہ گوشت نہیں ہوا کرتا تھا، کیوں کہ انہیں بہت معمولی خوراک ملتی تھی۔ اس لیے ہودج اٹھانے والوں نے جب اسے اٹھایا تو اس کے ہلکے پن میں انہیں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔ ویسے بھی میں اس وقت کم سن لڑکی تھی۔ غرض اونٹ کو اٹھا کر وہ بھی روانہ ہو گئے۔ لشکر کی روانگی کے بعد مجھے

بھی اپنا ہار مل گیا۔ میں ڈیرے پر آئی تو وہاں کوئی موجود نہ تھا؛ نہ پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ اس لیے میں اس جگہ آئی جہاں میرا اصل ڈیرہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جب لشکر کو میری عدم موجودگی کا علم ہوگا تو وہ ضرور مجھے لینے آئیں گے۔ میں یہ سوچ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ اس دوران میری آنکھ لگنے لگی اور سو گئی۔

حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے آرہے تھے (کیوں کہ وہ لشکر کے پیچھے رہنے پر مامور تھے تاکہ لشکر کی کوئی چیز چھوٹ جائے تو اٹھا لیں)۔ صبح وہ پڑاؤ کی جگہ آپہنچے۔ انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا سایہ دیکھا اور جب قریب آکر دیکھا تو مجھے پہچان گئے۔ پردہ کے حکم کے نزول سے قبل انہوں نے مجھے دیکھ رکھا تھا۔ مجھے پہچان کر جب انہوں نے إنا لله وإنا اليه راجعون پڑھا تو ان کی آواز سے میں جاگ گئی اور فوراً اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور میں نے إنا للہ کے سوا ان کی زبان سے کوئی لفظ نہیں سنا۔ وہ کچھ بات کیے بغیر اپنی سواری سے اتر گئے اور اونٹنی کو بٹھا کر اس کی اگلی ٹانگ کو موڑ دیا (تاکہ میں سوار ہو جاؤں)۔ میں اٹھی اور اس پر سوار ہو گئی۔ وہ سواری کو آگے سے پکڑے ہوئے چلنے لگے۔ جب ہم لشکر کے قریب پہنچے تو ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور لشکر پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ دراصل تہمت کا بیڑا عبداللہ بن ابی بن سلول نے اٹھا رکھا تھا۔

عروہ بن زبیر (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے راوی ہیں) کہتے ہیں: مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ (منافق) اس تہمت کا چرچا کرتا اور اس کی مجلسوں میں اس کا تذکرہ ہوا کرتا تھا۔ وہ اس کی تصدیق کرتا، خوب توجہ سے سنتا اور اس افواہ کو پھیلانے کے لیے خوب کھود کرید کرتا تھا۔

عروہ بن زبیر مزید کہتے ہیں: حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے سوا تہمت لگانے میں شریک کسی کا بھی نام نہیں لیا گیا کہ مجھے ان کا علم ہوتا (یعنی ان سے روایت کرنے والے نے نہیں بتایا)، حالانکہ اس میں شریک ہونے والے دوسرے لوگ بھی تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (کہ جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ بہت سے ہیں)۔ البتہ ان سب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا عبداللہ بن ابی بن سلول ہی تھا۔

عروہ کہتے ہیں: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا تو وہ اس پر خفگی کا اظہار کیا کرتی تھیں اور فرماتیں:

یہ شعر حسان بن ثابت ہی نے کہا ہے:

فَإِنَّ أَبِی وَوَالِدَهُ وَعِرْضِی　　　لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

''میرے والد اور میرے والد کے باپ اور میری عزت، محمد ﷺ کی عزت کی حفاظت کے لیے تمہارے لیے ڈھال بنی رہیں گی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بیان کرتی ہیں: پھر ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے اور وہاں پہنچتے ہی میں جو بیمار پڑی تو ایک ماہ تک بیمار ہی رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں میں بہتان تراشی کرنے والوں کا بڑا چرچا رہا، لیکن میں اس سلسلے میں کچھ بھی محسوس نہیں کر رہی تھی۔ البتہ مجھے اپنی بیماری کے دوران ایک بات ضرور کھٹک رہی تھی کہ مجھے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس مرتبہ وہ لطف و محبت نہیں مل پا رہی تھی جو میں اس سے پہلے اپنے مرض میں دیکھ چکی تھی۔ آپ میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے:

''كَيْفَ تِيكُمْ؟''

''طبیعت کیسی ہے؟''

صرف اتنا ہی پوچھ کر واپس چلے جاتے۔ آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل سے مجھے کچھ شبہ

تو ہوتا تھا (کہ آخر یہ انداز کیوں بدلا ہوا ہے؟) مگر میرے متعلق پھیلی ہوئی چہ میگوئیوں کا مجھے کچھ احساس نہیں تھا۔ بیماری سے جب افاقہ ہوا تو میں ام مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ مناصع کی طرف گئی جو (مدینہ کی آبادی سے باہر) ہمارے رفع حاجت کی جگہ تھی۔ ہم اس جانب صرف رات کے وقت نکلتے تھے۔ یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب بیت الخلا ہمارے گھروں سے قریب بن گئے تھے۔ چونکہ ہم عرب کے قدیم طریقے پر عمل کرتے اور میدان میں رفع حاجت کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہمیں اس بات سے تکلیف ہوا کرتی تھی کہ ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلا بنائے جائیں۔

غرض میں ام مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے نکلی۔ ام مسطح ابی رُہم بن مطلب بن عبد مناف کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی ہیں اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ ہوا کرتی ہیں۔ انہیں کے بیٹے مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب میں اور ام مسطح حاجت سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آ رہے تھے تو (راستے میں) ام مسطح اپنی چادر میں پھسل گئیں اور ان کی زبان سے نکلا:

"تَعِسَ مِسْطَحٌ!". "مسطح ذلیل ہو!"۔

میں نے کہا: "بِئْسَ مَا قُلْتِ، أَتَسُبِّينَ رَجُلاً شَهِدَ بَدْراً؟!"

"آپ نے بری بات زبان سے نکالی، آپ ایک ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت فرمائی تھی؟!"

ام مسطح کہنے لگیں: کیوں، مسطح کی باتیں تم نے نہیں سنیں؟ میں نے پوچھا: کون سی بات؟ چنانچہ ام مسطح نے میرے متعلق ہونے والی چہ میگوئیوں کا ذکر کیا۔ اب کیا تھا، ان باتوں کے سننے کے بعد میری بیماری ٹھیک ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی۔ جب میں گھر پہنچی تو رسول اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور سلام کے بعد دریافت فرمایا: "طبیعت کیسی

ہے؟'' میں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟ میرا مقصد یہ تھا کہ گھر جا کر اپنے والدین سے اس خبر کی تصدیق کروں گی۔ بہر حال رسول اکرم ﷺ نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے گھر پہنچ کر اپنی والدہ سے پوچھا: آخر لوگوں میں کس طرح کی افواہیں ہیں؟ والدہ نے بتایا: بیٹی! فکر نہ کر، اللہ کی قسم! ایسا شاید ہی کہیں ہوا ہو کہ ایک خوبصورت عورت کسی ایسے شوہر کے ساتھ ہو جو اس سے محبت بھی کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر اس پر تہمتیں نہ لگائی گئی ہوں، اس کی عیب جوئی نہ کی گئی ہو۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! (میری سوکنوں سے اس کا کیا تعلق) اس کا چرچا تو عام لوگوں میں ہے۔

ادھر پھر جو میں نے رونا شروع کیا تو رات بھر روتی ہی رہی۔ روتے روتے صبح ہوگئی اور میرے آنسو کسی طرح تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے اور نہ ہی نیند آ رہی تھی۔ اُدھر رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو اپنی بیوی (عائشہ) سے علیحدگی اختیار کرنے کے متعلق مشورہ طلب کرنے کے لیے بلایا، کیونکہ اس سلسلے میں اب تک آپ ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو آپ ﷺ کو اسی کے مطابق مشورہ دیا جو وہ آپ کی بیوی (مراد خود اپنی ذات سے ہے) کی پاکیزگی اور آپ کی ان سے محبت، کے بارے میں جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ کی بیوی میں مجھے خیر و بھلائی کے سوا اور کچھ معلوم نہیں ہے؛ البتہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"یَا رَسُولَ اللّٰہِ! لَمْ یُضَیِّقِ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَالنِّسَاءُ سِوَاھَا کَثِیرٌ، وَسَلِ الْجَارِیَةَ تُصَدِّقْکَ".

''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے اور ان کے سوا عورتیں بھی آپ کو بہت ملیں گی، آپ ان کی لونڈی بریرہ سے بھی دریافت فرمالیں وہ آپ کو

حقیقت حال سے آگاہ کر دے گی''۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے دریافت فرمایا:

''أَيْ بَرِيرَةُ! هَلْ رَأَيْتِ مِن شَيءٍ يَرِيبُكِ؟''۔

''بریرہ! تم نے کبھی ایسی کوئی بات دیکھی ہے جس سے عائشہ پر شبہ ہوا ہو؟''۔

بریرہ نے جواب میں کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے ان کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو بری ہو (اور جس میں شبہ کی گنجائش ہو)؛ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ایک نوعمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اسے کھا جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بیان کرتی ہیں کہ اس دن رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب فرمایا اور منبر پر کھڑے ہو کر ان کے سامنے عبداللہ بن ابی کا معاملہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! مَن يَعْذِرُنِي مِن رَجُلٍ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي أَهْلِي، وَاللَّهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْراً وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلاً مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْراً، وَمَا يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي''.

''اے مسلمانوں کی جماعت! اس شخص کے بارے میں میری مدد کون کرے گا جس کی اذیتیں اب میری بیوی کے معاملے تک پہنچ گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی میں خیر وبھلائی کے سوا کچھ اور نہیں دیکھی ہے، اور نام بھی ان لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا لیا ہے جس کے بارے میں بھی میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ جب بھی میرے گھر آیا تو میرے ساتھ ہی آیا''۔

یہ سنتے ہی قبیلہ بنی اشہل کے ہم رشتہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض

کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہوگا تو میں اس کی گردن مار دوں گا اور اگر وہ ہمارے قبیلے کا ہوا تو آپ کا اس کے متعلق بھی جو حکم ہوگا ہم بجا لائیں گے۔

ام المومنین بیان کرتی ہیں کہ اس پر قبیلہ خزرج کے ایک صحابی کھڑے ہوئے۔ حسان کی والدہ ان کی چچازاد بہن تھیں یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ وہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے وہ بڑے نیک اور اچھے آدمی تھے لیکن آج قبیلہ کی حمیت ان پر غالب آ گئی۔ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:

"كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ، لاَ تَقْتُلُهُ وَلاَ تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ وَلَوْ كَانَ مِن رَهْطِكَ مَا أَحْبَبْتَ أَن يُقْتَلَ"۔

"آپ غلط کہہ رہے ہیں، اللہ کی قسم! آپ اسے قتل نہیں کر سکتے اور نہ آپ کے اندر اتنی طاقت ہے۔ اگر وہ آپ کے قبیلے کا ہوتا تو آپ اس کے قتل کا نام نہ لیتے"۔

اس کے بعد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے، کھڑے ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:

اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ تم بھی منافق ہو، تم منافقوں کی طرف سے مدافعت کر رہے ہو۔

اتنے میں اوس اور خزرج انصار کے دونوں ہی قبیلے بھڑک اٹھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپس ہی میں لڑ پڑیں گے۔ اس وقت تک رسول اکرم ﷺ منبر ہی پر تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بیان کرتی ہیں: میں اس پورے دن روتی رہی، نہ میرا آنسو تھمتا تھا اور نہ آنکھ لگتی تھی۔ صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے۔ دو راتیں اور ایک دن میرا روتے ہوئے گزر گیا تھا۔ اس پورے عرصہ میں نہ میرا آنسو رکا نہ نیند آئی۔ ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ابھی میرے والدین میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جارہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اسے اجازت دے دی اور وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ ہم ابھی اسی حالت میں تھے کہ رسول اکرم ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی رسول اکرم ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک ماہ گزر گیا تھا اور میرے بارے میں آپ کو وحی کے ذریعے کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے کلمۂ شہادت پڑھی، پھر فرمایا:

"أَمَّا بَعْدُ! يَا عَائِشَةُ! إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّؤُكِ اللَّهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ العَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ، تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ".

"اما بعد! اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں اس اس طرح کی خبریں ملی ہیں، اگر تم واقعی اس معاملے میں پاک وصاف ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری براءت خود بیان فرما دے گا، لیکن اگر تم نے کسی گناہ کا قصد کیا تھا تو اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور میں توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتا ہے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے"۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بیان کرتی ہیں: جب رسول اکرم ﷺ اپنی بات مکمل کر چکے تو میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے پہلے اپنے والد سے عرض کیا:

"أَجِبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّي فِيمَا قَالَ".

"میری طرف سے رسول اکرم ﷺ کی بات کا جواب دیں"۔

میرے ابو نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں آپ ﷺ کو کیا جواب دوں۔ پھر میں اپنی امی کی طرف متوجہ ہوئی اور عرض کیا: تم رسول اکرم ﷺ کی بات کا جواب دو۔ امی نے بھی یہی بات کہی کہ اللہ کی قسم! مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں آپ کو کیا جواب دوں۔ چنانچہ میں نے خود ہی جواب دیا، حالانکہ میں بہت کم عمر لڑکی تھی اور قرآن بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا، کہ اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ آپ لوگوں نے میرے بارے میں اس طرح کی افواہوں پر کان دھرا اور بات آپ لوگوں کے دلوں میں اتر گئی اور آپ لوگوں نے تصدیق بھی کر دی ہے۔ ایسی صورت میں اگر میں یہ کہوں کہ میں اس تہمت سے پاک ہوں تو آپ لوگوں کو میری صفائی و پاکیزگی پر یقین نہیں ہوگا؛ البتہ اگر میں اپنے ناکردہ گناہ کا اعتراف کرلوں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ لوگ اس کی تصدیق کرنے لگ جائیں گے۔ اللہ کی قسم! میری اور آپ لوگوں کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے والد جیسی ہے جب انہوں نے کہا تھا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾ ''صبر ہی کرنا بہتر ہے، اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس میں اللہ ہی کی مدد درکار ہے''۔ [یوسف:۱۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بیان کرتی ہیں: یہ کہہ کر میں نے اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اللہ خوب جانتا تھا کہ میں اس معاملے میں قطعاً بَری تھی اور وہ خود میری براءت ظاہر کرے گا، کیونکہ میں واقعی بری تھی۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے اس کا کوئی وہم وگمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں وحی کے ذریعے میری براءت نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ کیونکہ میں اپنے کو اس سے بہت کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں خود کوئی کلام فرمائے؛ البتہ مجھے اتنی سی امید ضرور تھی کہ رسول اکرم ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ میری براءت کر دے گا۔ لیکن

اللہ کی قسم! ابھی رسول اکرم ﷺ اس مجلس سے اٹھے بھی نہیں تھے اور نہ ہی کوئی گھر کا آدمی وہاں سے اٹھا تھا کہ رسول اکرم ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی اور آپ پر وہی کیفیت طاری ہوگئی جو وحی کی شدت میں طاری ہوتی تھی۔ موتیوں کی مانند پسینے کے قطرے آپ کے چہرۂ انور سے گرنے لگے؛ حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ یہ اس وحی کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل ہو رہی تھی۔ جب آپ کی وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ مسکرانے لگے۔ سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا:

"يَا عَائِشَةُ! أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ".

"اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت نازل فرما دی"۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اس پر میری والدہ مجھ سے کہنے لگی کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ (اور ان کے سر کا بوسہ دو)۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کے سامنے نہیں کھڑی ہوں گی۔ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی حمد و ثنا نہیں کروں گی (اسی کا شکریہ ادا کروں گی کیونکہ اسی نے میری براءت نازل فرمائی ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ﴾ (جو لوگ تہمت تراشی میں شریک ہوئے ہیں)۔ دس آیات اس سلسلے میں نازل فرمائیں۔ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (جو مسطح بن اثاثہ کے اخراجات، قرابت اور محتاجی کی وجہ سے خود اٹھاتے تھے) نے کہا: اللہ کی قسم! مسطح نے جو سیدہ عائشہ صدیقہ کے متعلق اس طرح کی تہمت تراشی میں حصہ لیا ہے، میں اب اس پر کبھی خرچ نہیں کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ﴾ (یعنی اہل فضل اور اہل ہمت قسم نہ کھائیں) سے ﴿غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ تک۔ (کیونکہ مسطح رضی اللہ عنہ یا دوسرے مسلمانوں کی اس میں شرکت محض غلط فہمی کی بنا پر تھی)؛ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اب اس وظیفہ کو میں کبھی بند نہیں کروں گا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے معاملے میں رسول اکرم ﷺ نے ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بھی مشورہ کیا تھا۔ آپ نے پوچھا تھا: ''عائشہ کے بارے میں تمہیں کیا معلومات ہے، یا تم نے اس میں کوئی بات دیکھی ہے (جو قابلِ شبہ ہو)؟''۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو محفوظ رکھتی ہوں کہ ان کی طرف خلاف واقعہ نسبت کروں، اللہ کی قسم! میں عائشہ کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی۔

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی تمام ازواج مطہرات میں میرے مقابل کی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ اور پاکبازی کی وجہ سے انہیں (اس حساس معاملہ میں حصہ لینے سے) محفوظ ر

کھا۔ البتہ ان کی بہن حمنہ نے غلط راستہ اختیار کیا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوئی تھیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! جن صحابی کے ساتھ یہ تہمت لگائی گئی تھی وہ یہ تہمت سن کر کہتے:

''سُبْحَانَ اللّٰہِ! فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ مَا کَشَفْتُ مِن کَنَفِ أُنْثَی قَطُّ''.

''سبحان اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے آج تک کسی بھی عورت کا پردہ نہیں کھولا ہے''۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: پھر اس واقعہ کے بعد وہ اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے[1]۔

(۱) بخاری: کتاب المغازی (٤١٤١)، مسلم: کتاب التوبة (٢٧٧٠).

خوش مزاج بیوی

رسول اکرم ﷺ اپنی زوجہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بڑے ہی نرمی سے پیش آیا کرتے تھے؛ چونکہ وہ بہت ہی خوش مزاج اور ہنس مکھ خاتون تھیں اور آپ ﷺ ان کی خوش گپی سے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو ہنسانے کے لیے اچھی اچھی اور لچھے دار باتیں کیا کرتی تھیں۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے گزشتہ رات آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ کے ساتھ جو میں رکوع میں گئی تو میں نے اپنی ناک زور سے پکڑ لیا کہ کہیں میری ناک سے خون نہ ٹپکنے لگ جائے۔ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے۔

اسی طرح سودہ رضی اللہ عنہا وقتاً فوقتاً کوئی کوئی بات کہہ کر آپ ﷺ کو ہنسایا کرتی تھیں(۱)۔

یہ وہ پہلی خاتون ہیں جن سے رسول اکرم ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کیا۔ اور ان کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں:

”مَا رَأَيْتُ امْرَأَةً أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ فِي مِسْلاَخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، مِنِ امْرَأَةٍ فِيهَا حِدَّةٌ“۔

”مجھے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی بھی دوسری عورت کی طرح ہونے کی آرزو نہیں ہوئی؛ البتہ ان کے مزاج میں تھوڑی سی تیزی تھی“(۲)۔

---

(۱) طبقات ابن سعد (۸/٤٤)، الإصابة (۱۱۳٦۳) لابن حجر.

(۲) مسلم (۱٤٦۳)، طبقات ابن سعد (۸/٤٤).

اس کا چہرہ بھی لیپ دو!

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا ہمارے گھر تشریف لائیں۔ رسول اکرم ﷺ میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ ہمارے درمیان اس طرح بیٹھ گئے کہ آپ کا ایک پاؤں میری گود میں تھا اور دوسرا پاؤں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی گود میں۔ میں نے خزیرہ[1] پکایا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو کھانے کو کہا، مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔

میں نے کہا: کھائیں ورنہ میں آپ کا منہ اسی سے لیپ دوں گی!

مگر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اب بھی کھانے سے انکار کر دیا۔ اس پر میں نے برتن میں سے خزیرہ لیا اور اس سے ان کے چہرے کو لیپ دیا۔

یہ مذاق دیکھ کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے۔

پھر آپ ﷺ نے اپنا پاؤں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سے کھینچ لیا؛ تا کہ وہ مجھ سے انتقام لیں اور فرمانے لگے:

"لَطِّخِي وَجْهَهَا". "اس کے چہرے کو بھی لیپ دو"۔

چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے برتن میں سے خزیرہ اٹھایا اور اس سے میرے چہرے کو بھی لیپ دیا، اور اس دوران رسول اکرم ﷺ ہنستے رہے[2]۔

---

(۱) خزیرہ کہتے ہیں: وہ گوشت جس کو چھوٹا چھوٹا ٹکڑا کیا جائے اور اس پر زیادہ پانی انڈیل دیا جائے، اور پکنے کے بعد اس پر آٹا چھڑک دیا جائے۔ اگر اس میں گوشت نہ ہو تو اسے عصیدہ (ایک قسم کا کھانا) کہتے ہیں۔ (النهاية: ٢/٢٨)

(۲) النسائی فی عشرة النساء (٨٩١٧)، أبو يعلىٰ (٤٤٧٦) بإسناد جيد، المجمع (٤/٣١٦).

اس خنجر کا کیا ہوگا؟!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (میری والدہ) ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جنگ حنین کے دن ایک خنجر بنا کر اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ ان کے شوہر حضرت **ابوطلحہ** رضی اللہ عنہ نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ دیکھیں ام سلیم کو، اس نے اپنے ساتھ خنجر لٹکا رکھا ہے؟!

رسول اکرم ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

"مَا هٰذَا الخِنْجَرُ؟"۔

"اس خنجر کا کیا ہوگا؟"۔

انہوں نے عرض کیا:

"اتَّخَذْتُهُ إِنْ دَنَا مِنِّي أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بَقَرْتُ بِهِ بَطْنَهُ"۔

"میں نے یہ خنجر اس لیے بنائی ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آئے گا تو میں اس سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی"۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنسنے لگے۔

پھر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے بعد جو آزاد کردہ قیدی ہیں اور جو آپ کے ذریعہ شکست کھا چکے ہیں، آپ انہیں قتل کر دیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَفَى وَأَحْسَنَ"۔

"اے ام سلیم! اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہو گیا اور جو کیا اچھا ہی کیا"(۱)۔

(۱) مسلم (۱۸۰۹)، أحمد (۳/۱۱۲، ۱۹۸، ۲۸۶).

رسول اکرم ﷺ کا پسینہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ (میرے گھر میں) چمڑے کے فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کو پسینہ آیا ہوا تھا۔ جب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کا جسم پسینے سے شرابور ہے تو وہ اپنے ہاتھ سے پسینہ نچوڑ کر ایک بوتل میں رکھنے لگیں۔ اتنے میں رسول اکرم ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور فرمایا:

"مَا هٰذَا الَّذِی تَصْنَعِینَ یَا أُمَّ سُلَیْمٍ؟".

"ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟"۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں آپ کا پسینہ اپنی خوشبو میں ملانے کے لیے اکٹھا کر رہی ہوں۔ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے (۱)۔

دراصل یہ اور اس قسم کی دوسری باتیں صحابہ اور صحابیات کی رسول اکرم ﷺ سے شدید محبت کی علامت ہیں۔ یہی وہ محبت تھی کہ جب حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کافروں کی طرف سے سفارت کا فریضہ انجام دینے آئے اور صحابہ کرام کی آپ ﷺ سے شدید محبت ولگاؤ کا خوشنما منظر دیکھا تو واپس جا کر انہوں نے اپنے کافر ساتھیوں کو یہ تاثر دیا:

"میری قوم! اللہ کی قسم! میں کئی کئی دفعہ قیصر وکسریٰ اور شاہِ نجاشی کی خدمت میں پہنچا ہوں مگر ان کے حوارییں کی ان کے ساتھ وہ تعظیم وتوقیر نہیں دیکھی ہے جو محمد کے ساتھی ان کی کرتے ہیں، کہ ان کا تھوک بھی کسی ساتھی کے ہاتھ ہی میں گرتا ہے!!" (۲)۔

---

(۱) [صحیح] نسائی (۸/۲۱۸)، رقم (۶۲۸۱)، مسلم (۲۳۳۱).

(۲) اس کی تفصیل احمد (۴/۳۲۹، ۳۳۰) اور بخاری (۲۷۱۱، ۲۷۱۲) وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے.

تو تو بڑی ہو گئی!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم بچی تھی۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

"آنْتِ هِيَه، لَقَدْ كَبِرْتِ لاَ كَبِرَ سِنُّكِ!".

"ارے تو ہی ہے! اب تو تو بڑی ہو گئی ہے، تیری عمر دراز نہ ہو!"۔

وہ بچی روتی ہوئی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو ام سلیم نے پوچھا: بیٹا! کیا بات ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟ بچی نے روتے روتے بتایا کہ اللہ کے رسول نے میرے اوپر بددعا کر دی ہے کہ میری عمر دراز نہ ہو، اب تو میری عمر ہرگز نہیں بڑھے گی۔ یہ سن کر ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے اپنی چادر گھسیٹتی ہوئی نکلیں اور رسول اکرم ﷺ سے جا ملیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا بات ہے ام سلیم؟"۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے میری یتیم بچی پر بددعا کی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے کیا بددعا کی ہے اے ام سلیم؟"۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے اس کی عمر دراز نہ ہونے کی بددعا کر دی ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ہنس دیا اور فرمانے لگے:

"ام سلیم! کیا تجھے نہیں معلوم کہ میں نے اپنے پروردگار سے یہ شرط لگا رکھی ہے کہ میں ایک بشر ہوں اور بحیثیت ایک بشر خوش و ناخوش بھی ہوتا ہوں، لہٰذا اگر کبھی میں نے اپنے کسی امتی پر بددعا کر دی ہو جس کا وہ اہل نہیں تھا تو اس بددعا کو اس کے حق میں طاہر اور اس کے گناہوں سے کفارہ اور اپنی قربت کا ذریعہ بنا دے"(۱)۔

---

(۱) مسلم: کتاب البر والصلة والآداب (۲۶۰۳).

شاید تو پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے؟!

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو جب طلاق بائن دے دیا تو ان کی بیوی نے عدت گزرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! میں رفاعہ القرظی کی زوجیت میں تھی، جب انہوں نے مجھے طلاقِ ثلاثہ دے دیا تو عبدالرحمٰن بن زبیر نے مجھ سے شادی کر لی۔ مگر شادی کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ان کے پاس حقِ زوجیت کی ادائیگی کی طاقت نہیں ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ اپنی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر آپ ﷺ کو بتا رہی تھیں۔

اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم ﷺ کے پاس تھے اور ابن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ دروازہ پر اجازت کے لیے بیٹھے تھے۔ ادھر جب خالد رضی اللہ عنہ نے عورت کی یہ بات اور اپنی چادر کے ایک حصہ سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تو زور زور سے آواز دینے لگے: ابوبکر! آپ اس خاتون کو ڈانٹتے کیوں نہیں جو یہ آپ ﷺ کے سامنے اس قسم کا اشارہ کر رہی ہے؟! اور رسول اکرم ﷺ ان کی بات سن کر مسکان بھر رہے تھے۔ فرمایا:

''لَعَلَّکِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لاَ، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَکِ''(۱)

''شاید تم اپنے پہلے شوہر (رفاعہ القرظی) کے پاس دوبارہ لوٹنا چاہتی ہو؟ نہیں، تم اس وقت تک اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی ہو جب تک کہ تم اس (عبدالرحمٰن) کا مزہ نہ چکھ لو اور وہ بھی تمہارا مزہ نہ چکھ لے (یعنی تمہارے مابین حقیقی جماع ہونی چاہیے)''۔

(۱) بخاری (٦٠٨٤) نیز دیکھیے رقم (٥٢٦٥، ٥٨٢٥)، مسلم (١٤٣٣).

تیری بیوی نے تو تجھے بھلے ہی کا حکم دیا تھا!

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمٰی رضی اللہ عنہا جو کہ رسول اکرم ﷺ کی آزاد کردہ باندی تھیں، ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ شکوہ لے کر حاضر ہوئیں کہ ان کے شوہر نے انہیں مارا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کے شوہر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"مَا لَکَ وَلَهَا يَا أَبَا رَافِعُ؟"

"ابورافع! تمہارا اور تمہاری بیوی کا کیا مقدمہ ہے؟"۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے مجھے تکلیف دہ بات کہی ہے!

رسول اکرم ﷺ نے ان کی بیوی سے پوچھا:

"سلمٰی! کون سی ایسی بات کے ذریعے تو نے اپنے شوہر کو اذیت دی ہے؟"۔

سلمٰی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے کوئی ایسی تکلیف دہ بات تو نہیں کہی ہے؛ البتہ انہوں نے نماز کے دوران ریاح خارج کر دیا تو میں نے بس اتنی سی بات کہہ دی ہے کہ اے ابورافع! رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اگر کسی کو ریاح خارج ہو جائے تو وہ وضو کرے۔ یہی بات تھی جو میں نے کہی ہے اور اس پر مجھے ان کی مار کھانی پڑی ہے!!

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنسنے لگے اور ارشاد فرمایا:

"يَا أَبَا رَافِعُ! إِنَّهَا لَمْ تَأْمُرْکَ إِلَّا بِخَيْرٍ"۔

"ابورافع! تیری بیوی نے تو تجھے بھلے ہی کا حکم دیا تھا"(۱)۔

---

(۱) أحمد (۲۷۲/٦)، والبزار (۲۸۰)، وإسناده حسن، ومجمع الزوائد للهيثمي (۲٤۳/۱).

چاندنی رات میں پازیب نظر آ گئی!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عہدِ نبوی میں اپنی بیوی سے ظہار (۱) کر لیا اور اس کا کفارہ ادا کرنے سے قبل ہی اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا۔ پھر وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر دی۔

رسول اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا:

"مَا حَمَلَکَ عَلَى ذٰلِکَ؟".

"تجھے اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟"۔

اس نے عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللّٰهِ! رَأَيْتُ بَيَاضَ حِجْلَيْهَا فِي الْقَمَرِ، فَلَمْ أَمْلِکْ نَفْسِي أَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا".

"اے اللہ کے رسول! میں نے چاندنی رات میں اس کی پازیب کی سفیدی دیکھ لی؛ چنانچہ مجھے اپنے نفس پر کنٹرول نہیں ہو سکا اور میں اس سے ہم بستری کر بیٹھا"۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور اسے حکم دیا کہ جب تک ظہار کا کفارہ ادا نہ کرے، اپنی بیوی سے الگ رہے (۲)۔

---

(۱) یعنی اس نے اپنی بیوی سے کہا: "أَنتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي". "تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح حرام ہے"۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ طلاق کی ایک قسم تھی جس سے اسلام نے منع فرمایا، اور جو ایسا کرے اس کے لیے کفارہ کا حکم دیا۔

(۲) [حسن] ابن ماجه: كتاب الطلاق، باب المظاهر يجامع قبل أن يكفر (٢٠٦٥).

میرے خیال میں تو اپنے شوہر کے لیے حرام ہوگئی!

حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ ایک عمر رسیدہ صحابی تھے، اور عمر کے اس دور میں انہیں جنون کی ایک قسم لاحق ہوگئی تھی۔ ایک مرتبہ کسی بات میں ان کی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نے ان کا جواب دے دیا۔ چنانچہ وہ غصہ میں آگئے اور کہہ دیا:

"أَنتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي"۔ "تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح حرام ہے"۔

زمانۂ جاہلیت میں اس جملہ سے طلاق مراد لی جاتی تھی۔

پھر کچھ دنوں کے بعد انہوں نے اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا چاہی۔ مگر بیوی نے ان کا مقصد پورا نہ ہونے دیا اور کہنے لگیں:

"كَلَّا، لا تَصِلُ إِلَيَّ وَقَدْ قُلْتَ مَا قُلْتَ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ".

"آپ نے چونکہ ظہار کر لیا ہے، اس لیے آپ مجھ سے ہرگز ہم بستری نہیں کر سکتے؛ جب تک کہ میں اس مسئلہ کو رسول اکرم ﷺ سے پوچھ نہ لوں"۔

چنانچہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر اوس بن صامت نے مجھ سے اس وقت شادی کی جب میں مال اور خاندان والی تھی، مگر جب وہ میرا مال کھا گئے اور میری جوانی ڈھل گئی اور میں بچہ دینے کی قابل نہ رہی اور میرا خاندان اجڑ گیا تو انہوں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے۔

ان کا مقدمہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا أَرَاكِ إِلَّا قَدْ حَرُمْتِ عَلَيْهِ".

"میرے خیال میں تو اپنے شوہر کے لیے حرام ہوگئی!"۔

رسول اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سن کر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا رونے چلانے لگیں اور کہنے

لگیں: میں اپنی محتاجی وتنہائی اور ان چھوٹے چھوٹے بچوں کا شکوہ اللہ سے کرتی ہوں کہ اگر ان بچوں کو اپنے شوہر کے پاس ہی چھوڑ دوں تو یہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر اپنے ہی پاس رکھوں تو یہ بھوکے ہی رہیں گے۔ پھر وہ آسمان کی طرف اپنا سر بار بار اٹھا کر دعا کرنے لگیں۔ ادھر جب رسول اکرم ﷺ اپنے سر کے ایک حصہ میں کنگھی کر کے فارغ ہوئے اور دوسرے حصہ میں کنگھی کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت خولہ رضی اللہ عنہا کے مقدمہ کے بارے میں وحی نازل فرمائی۔ آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مُرِيهِ فَلْيُحَرِّرْ رَقَبَةً''۔ ''اپنے شوہر کو ایک گردن آزاد کرنے کا حکم دو''۔

خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کی قسم! ان کے پاس میرے سوا کوئی خادم نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اسے لگاتار دو ماہ کے روزے رکھنے کے لیے کہو''۔

عرض کیا: اللہ کی قسم! وہ تو بڑے ہی عمر رسید ہیں، اگر وہ دن بھر میں دو مرتبہ کھانا نہیں کھائیں تو ان کی بصارت چلی جائے گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِيناً''.

''پھر تو اسے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہیے''۔

خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اللہ کی قسم! اس وقت ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اسے بتاؤ کہ وہ فلاں انصاری کے پاس جائے اور اس سے کھجوریں لے لے۔ کیونکہ اس نے میرے پاس خبر بھیجی ہے کہ وہ کچھ کھجوریں صدقہ کرنا چاہتا ہے''[1]۔

---

(۱) انظر: شذرات الذهب (۱/۲۹، ۳۰)، الدر المنثور للقرطبي (۸/۷۵)، ابن سعد (۸/۲۸۲).

میں نے روزے کی حالت میں ہم بستری کر لی!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران ایک آدمی آ پہنچا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں تباہ وبرباد ہو گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

''مَا لَکَ؟''. ''بات کیا ہے؟''۔

اس نے عرض کیا:

''وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ''.

''میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟''.

''کیا تو کوئی گردن (غلام) آزاد کر سکتا ہے؟''۔

عرض کیا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟''.

''کیا تو مسلسل دو ماہ روزے رکھ سکتا ہے؟''۔

اس نے عرض کیا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟''.

''کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟''۔

اس نے عرض کیا: نہیں۔

اتنی گفتگو کے بعد نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ ابھی ہم لوگ وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ٹوکری میں کھجوریں بطور صدقہ کہیں سے آئیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

"أَيْنَ السَّائِلُ؟".

"مسئلہ دریافت کرنے والا شخص کدھر ہے؟"۔

اس نے عرض کیا: میں ہوں اے اللہ کے رسول۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ".

"یہ کھجوریں لو اور انہیں صدقہ کر دو"۔

وہ کہنے لگا:

"أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي!".

"اے اللہ کے رسول! بھلا میں اپنے سے غریب آدمی پر صدقہ کروں؟! اللہ کی قسم! پورے مدینہ میں مجھ سے زیادہ غریب گھرانہ کوئی نہیں ہے!"۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی بات سن کر ہنس دیا جس سے آپ کی کوچلی نظر آ گئی۔ پھر آپ ﷺ فرمایا:

"أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ".

"جا کر یہ کھجوریں اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو"(۱)۔

(۱) بخاری: کتاب الصوم (۱۹۳۶)، مسلم (۱۱۱۱).

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی عبادت ممنوع ہے

عبداللہ بن عمیر لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہ شکوہ کیا: میرا شوہر صبح کی نماز نہیں پڑھتا، میں روزے سے رہتی ہوں پھر بھی مجھ سے ہم بستری کرتا ہے، اور جب قرآن کریم کی تلاوت کرتی ہوں تو مجھے زدوکوب کرتا ہے؟

یہ مقدمہ سننے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے خاتون سے فرمایا:

"اُدْعِيهِ إِلَيَّ". "اپنے شوہر کو بلا کر میرے پاس لاؤ"۔

خاتون اپنے شوہر کو لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ نے فرمایا:

"إِنَّ هٰذِهِ تَزْعُمُ أَنَّكَ لَا تُصَلِّي الْغَدَاةَ وَأَنَّكَ تَأْتِيهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ وَتَضْرِبُهَا إِذَا قَرَأَتِ الْقُرْآنَ؟".

"یہ (تمہاری بیوی) بتا رہی ہے کہ تم صبح کی نماز نہیں پڑھتے ہو، اور اس کے روزہ کی حالت میں تم اس سے ہم بستری کرتے ہو، اور جب وہ قرآن پڑھتی ہے تو مارتے ہو؟"

اس آدمی نے عرض کیا: میری بیوی اپنے دعویٰ میں سچی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس پر لعنت کی بددعا کرنی چاہی مگر رک گئے۔ کیونکہ آپ ﷺ حلیم و بردبار تھے۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا: "آخر تم ایسا کیوں کرتے ہو؟"۔

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جو سونے میں معروف ہے۔ میں نمازیں پڑھنے کا عزم کر کے سوتا ہوں۔ سونے کے بعد میری بیوی لاکھ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے لیکن سورج کی گرمی ہی مجھے جگا پاتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَمَّا إِذَا اسْتَيْقَظْتَ فَصَلِّهِ". "جب نیند سے بیدار ہو تب نماز پڑھ لیا کرو"۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا: "فَلِمَ تَأْتِيهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ؟".

"جب وہ روزہ سے ہوتی ہے تو تم اس سے ہم بستری کیوں کرتے ہو؟"۔

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ایک جوان آدمی ہوں، اور میری بیوی کا حال یہ ہے کہ وہ مسلسل روزے رکھتی ہے۔

آپ ﷺ نے اس کی بیوی سے فرمایا:

"لاَ تَصُومِي تَطَوُّعاً إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَإِذَا أَذِنْتَ لَهَا فَلاَ تَقْرَبْهَا".

"تم اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے مت رکھا کرو، اور (شوہر سے فرمایا) جب تم اپنی بیوی کو روزے کی اجازت دے دو تو پھر اس سے ہم بستری مت کرو"۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا:

"فَلِمَ تَضْرِبُهَا إِذَا قَرَأَتِ الْقُرْآنَ؟".

"اچھا یہ بتاؤ کہ جب یہ قرآن کی تلاوت کرتی ہے تو اسے کیوں مارتے ہو؟"۔

اس نے عرض کیا: یہ کتاب اللہ کی ایک ہی سورت بار بار اس طرح پڑھتی ہے جیسے اس سے کھلواڑ کر رہی ہو۔ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

"تِلْكَ السُّورَةُ لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ النَّاسِ وَسِعَتْهُمْ"(۱).

"یہ سورت ایسی ہے کہ اگر لوگوں کے اوپر تقسیم کر دی جائے تو انہیں کافی ہو جائے"۔

---

(۱) بدرالدین محمد غزی نے کتاب "المراح فی المزاح" (۲۷) میں اسے ذکر کیا ہے اور یہ الفاظ انہی کے ہیں۔ البتہ اس کی ہم معنی حدیث ابوداود (۲۴۵۹) میں مروی ہے اور شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس میں یہ واقعہ صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کا بتایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر (۴۶۲/۸) کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ابوداود، بزار، ابن سعد، ابن حبان اور حاکم نے اعمش کے طریق سے ذکر کیا ہے۔

کیا مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ جوان آدمی ہے؟

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے شوہر حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اس بات سے ناگواری کے آثار دیکھتی ہوں کہ سالم میرے پاس آتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أَرْضِعِيهِ". "سالم کو دودھ پلا دو"۔

سہلہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "كَيْفَ أُرْضِعُهُ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيرٌ".

"میں انہیں دودھ کیسے پلاؤں جبکہ وہ ایک جوان (داڑھی والے) آدمی ہیں؟"۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

"أَلَسْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيرٌ؟".

"کیا مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ جوان آدمی ہے؟"۔

چنانچہ (دودھ پلانے کے بعد) سہلہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اب میں اپنے شوہر ابوحذیفہ کے چہرے میں سالم کے میرے پاس آنے کی وجہ سے ناگواری کے آثار نہیں دیکھتی ہوں[1]۔

امام نووی[2] نے لکھا ہے:

"قاضی عیاض کہتے ہیں کہ شاید سہلہ رضی اللہ عنہا نے دودھ نکال کر سالم کو پلایا ہوگا"۔

---

(١) أحمد (٦/٣٩)، مسلم: كتاب الرضاع (١٤٥٣)، ابن حبان (٤٢١٣).

(٢) صحيح مسلم بشرح النووي (٥/٢٨٩).

جھاڑ پھونک سے علاج

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت نے دوران سفر عرب کی ایک بستی میں پڑاؤ ڈالا اور انہوں نے بستی والوں سے مہمان نوازی طلب کی۔ مگر اس کے باشندگان نے صحابہ کرام کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔

اتفاق سے وہاں کے سردار کو کسی کیڑے نے ڈس دیا۔ بستی والوں نے طرح طرح سے اس کا علاج کرایا مگر کوئی بھی علاج اسے راس نہیں آیا۔ کسی نے کہا: کیوں نہ ان لوگوں سے (صحابہ کرام سے) اس سلسلے میں پوچھ لیا جائے، ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی علاج ہو اور اس کے اختیار کرنے سے ہمارا سردار ٹھیک ہو جائے؟

چنانچہ بستی والے صحابہ کرام کے پاس آئے اور پوچھا: لوگو! ہمارے سردار کو کسی کیڑے نے ڈس دیا ہے اور ہم نے اپنی جانکاری کے مطابق تمام علاج آزما لیے ہیں مگر کچھ فائدہ نہیں ہو رہا، کیا تم میں سے کسی کو اس کا علاج معلوم ہے؟

ایک صحابی نے کہا: ہاں مجھے اس کا علاج معلوم ہے، لیکن اللہ کی قسم! میں جھاڑ پھونک نہیں کروں گا کیونکہ جب ہم لوگوں نے تم اہلِ بستی سے مہمان نوازی کی پیشکش کی تو تم لوگوں نے ٹھکرا دیا۔ اب میں اسی صورت میں جھاڑ پھونک کر سکتا ہوں جبکہ تم لوگ اس علاج کے لیے کوئی اجرت مقرر کرو!

بستی والوں نے صحابہ کرام سے بطور اجرت چند بکریاں دینے پر مصالحت کر لی۔ وہ صحابی بستی کے سردار کے پاس گئے اور اس پر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر تھک تھکانے لگے۔ ادھر سردار ٹھیک ہونے لگا اور اس کے زہر کی گرہ کھلنے لگی؛ چنانچہ وہ تھوڑی ہی دیر میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور چلنے پھرنے لگا جیسے اسے کوئی مرض ہی لاحق نہ ہوا ہو!

بستی والوں نے حسب وعدہ بطور اجرت بکریاں دیں۔ صحابہ کرام میں سے ایک آدمی نے کہا: لاؤ بکریوں میں سے حصہ لگاؤ۔ مگر جھاڑ پھونک کرنے والے صحابی نے کہا: ابھی ٹھہر جاؤ، جب تک ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اس تفصیل سے آپ ﷺ کو آگاہ نہیں کر دیتے اور آپ ﷺ اس سلسلے میں ہمیں کوئی فتویٰ نہیں دے دیتے، اس وقت تک حصہ کا انتظار کرو۔

چنانچہ صحابہ کرام نے واپس ہونے کے بعد رسول اکرم ﷺ کو حقیقت واقعہ سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے جھاڑ پھونک کرنے والے صحابی سے فرمایا:

"وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟"

"تجھے کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ جھاڑ پھونک کا علاج ہے؟"۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قَدْ أَصَبْتُمْ، اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْماً"۔

"تم لوگوں نے درست راہ اختیار کی ہے، اپنے درمیان ان بکریوں کو تقسیم کرلو، اور اپنے ساتھ میرے لیے بھی حصہ مقرر کرو"۔

پھر نبی کریم ﷺ ہنسنے لگے[1]۔

ملاحظہ! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات، دعائے ماثور اور ایسی دعاؤں سے جو ماثور کی مخالف نہ ہوں، جھاڑ پھونک کیا جا سکتا ہے[2]۔

---

(١) بخاری: كتاب الإجارة، باب مايعطى فى الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب (٢٢٧٦)، مسلم (٢٢٠١) بلفظ مختصر.

(٢) فتح البارى (٤/٧٧، ٥٧٨)، طبع دارالسلام، الرياض.

قریشی یا انصاری ہی ہوگا!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن بیان فرما رہے تھے۔ اس وقت ایک اعرابی (دیہاتی، بدو) بھی مجلس میں حاضر تھا۔:

''اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا تو اپنی موجودہ حالت پر خوش نہیں ہے؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! لیکن میرا جی کھیتی کرنے کو چاہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ بیج ڈالے گا، پلک جھپکتے ہی وہ اگ آئے گا، پک بھی جائے گا اور کاٹ بھی لیا جائے گا اور اس کے دانے پہاڑوں کی طرح ہوں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے ابن آدم! اسے رکھ لے، تجھے کوئی چیز آسودہ نہیں کرسکتی''۔

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد سنتے ہی وہ بدو کہنے لگا:

'' وَاللّٰهِ! لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا، فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ''

''اللہ کی قسم! وہ تو کوئی قریشی یا انصاری ہی ہوگا، کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں، ہم تو کھیتی باڑی نہیں کرتے''۔

بدو کی یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے[1]۔

(۱) بخاری: کتاب الحرث والمزارعة (۲۳۴۸).

ایک اعرابی کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ مسجد ہی میں (صحابہ کرام کے درمیان) جلوہ افروز تھے۔ اس اعرابی نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَلِمُحَمَّدٍ وَلاَ تَغْفِرْ لِأَحَدٍ مَعَنَا".

"اے اللہ! صرف میری اور محمد ﷺ کی مغفرت فرما، ہم دونوں کے ساتھ کسی اور کی مغفرت مت کرنا"۔

اعرابی کی دعا سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

"لَقَدِ احْتَظَرْتَ وَاسِعاً".

"تو نے ایک وسعت و کشادگی والی ہستی کو منع کر دیا"۔

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ایسا ہے کہ جو بھی اس سے جو کچھ بھی مانگتا ہے، دے دیتا ہے۔ اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے تو پھر اس کی مغفرت کو محدود کیوں کیا جائے؟

بہر حال یہ دعا کر کے وہ اعرابی چل پڑا اور مسجد کے ایک کنارے میں جا کر پیشاب کرنے لگا۔

یہ دیکھ کر صحابہ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے: رک جاؤ رک جاؤ۔ مگر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لاَ تُزْرِمُوْهُ، دَعُوهُ".

"اسے چھوڑ دو مت ڈانٹو، پیشاب کرنے دو"۔

چنانچہ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ

نے اسے پاس میں بلا کر فرمایا:

''یہ مساجد پیشاب کرنے یا گندگی پھیلانے کے لیے نہیں ہیں؛ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر واذکار، نماز اور تلاوت کلام پاک کے لیے ہیں''۔

وہ اعرابی کچھ دنوں کے بعد جب ہوشیار ہو گیا تو کہا کرتا تھا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ نے مجھے مسجد میں پیشاب کرنے کی وجہ سے کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی اور نہ ہی کوئی کھٹی میٹھی سنائی، صرف اتنا فرمایا:

"إِنَّ هٰذَا الْمَسْجِدَ لاَ يُبَالُ فِيهِ وَإِنَّمَا بُنِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَلِلصَّلاَةِ".

''مسجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا ہے، یہ تو اللہ کے ذکر واذکار اور عبادت کے لیے بنائی گئی ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا[1]۔

(۱) یہ حدیث مسلم: کتاب الطہارۃ (۲۸۴، ۲۸۵)، ابن ماجہ: کتاب الطہارۃ (۵۲۹) اور بخاری (۲۲۰) سے اکٹھا کر کے لکھی گئی ہے۔

یہ تو اللہ کے لیے ہے، میرے لیے کیا ہے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کوئی خیر و بھلائی بتائیے؟

نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ وَلاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہا کرو''۔

اعرابی نے آپ ﷺ کا ہاتھ چھوڑا اور چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد واپس ہوا تو نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''حاجت مند نے کچھ سوچا ہے''۔

چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ وَلاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہنے کو کہا ہے۔ مگر یہ سب تو اللہ کے لیے ہے، اس میں میرے لیے کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے اعرابی! جب تو سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے سچ کہا۔ جب تو الحَمْدُ لِلّٰهِ کہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے سچ کہا۔ جب تو لا إله إلا الله کہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے سچ کہا۔ جب تو اللہ اکبر کہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے سچ کہا۔ جب تو اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي کہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے معاف کر دیا۔ جب تو اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي کہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے رحم کیا۔ جب تو اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي کہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا میں نے تجھے رزق سے نوازا''۔

اعرابی نے ان سات کلمات کو اپنی انگلیوں پر گنا اور واپس ہو گیا(۱)۔

(۱) سلسلة الأحاديث الصحيحة (٣٣٣٦)، شعب الإيمان (١/٤٣١)، وإسناده جيد.

دو ذبیح کے بیٹے!

عبداللہ بن سعید صنابحی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے۔ یکایک حاضرین کے مابین یہ بحث چھڑ گئی کہ ذبیح کون ہیں؟ آیا حضرت اسماعیل علیہ السلام یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ کچھ لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح کہہ رہے تھے اور کچھ لوگ حضرت اسحاق علیہ السلام کو۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں نے ایک جانکار کے سامنے ہی بحث چھیڑ دی ہے۔ سنو! ایک روز ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی درمیان ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے علاقے کو خشک حال اور پانی سے محروم چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں آ رہا ہوں۔ وہاں مال وجائداد تباہ وبرباد ہو گئے اور بچے کال کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اے دو ذبیح کے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ نوازا ہے اس میں سے مجھے بھی عنایت کریں۔

اعرابی کی بات سن کر رسول اکرم ﷺ تبسم فرمانے لگے اور اس کی گفتگو پر کوئی نکیر نہیں کی۔

ہم (عبداللہ بن سعید) نے پوچھا: امیر المومنین! دو ذبیح سے کیا مراد ہے؟

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں زمزم کو دوبارہ کھودنے کے لیے حالات سازگار بنا دے گا تو میں اپنے ایک لڑکے کو ذبح کروں گا۔ جب حالات سازگار ہو گئے تو انہوں نے اپنے لڑکوں کے درمیان قرعہ اندازی کی؛ اتفاق سے قرعہ رسول اکرم ﷺ کے والد محترم عبداللہ کے نام سے نکل آیا۔ عبدالمطلب نے

اپنے لختِ جگر عبداللہ کو ذبح کر دینا چاہا؛ مگر قبیلہ بنومخزوم کے ان کے ماموں نے ذبح کرنے سے منع کر دیا اور انہوں نے یہ تجویز دی کہ اس نذر کے عوض فدیہ دے کر اپنے رب کو راضی کر لیں۔ چنانچہ عبدالمطلب نے اس تجویز کے مطابق سو اونٹ بطور فدیہ دیا۔

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس ایک ذبیح تو رسول اکرم ﷺ کے والد عبداللہ ہوئے اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام [1]۔

(۱) المستدرك للحاكم (۲/۵۵۳)، وقال الذهبي: إسناده واهٍ.

گستاخی پر بھی ہنسی!!

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ آپ ﷺ کے جسم پر نجران کی بنی ہوئی ایک چادر تھی جس کا حاشیہ موٹا تھا۔ اتنے میں ایک اعرابی (بدو، دیہاتی) آیا اور اس نے آپ کی چادر بڑے زور سے کھینچی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے شانے کو دیکھا کہ زور سے کھینچنے کی وجہ سے اس پر نشان پڑ گئے۔ پھر اس نے کہا:

"يَا مُحَمَّدُ! مُرْ لِي مِن مَالِ اللّٰهِ الَّذِي عِنْدَكَ؟".

"اے محمد! اللہ تعالیٰ نے جو مال آپ کو دے رکھا ہے اس میں سے مجھے دیے جانے کا حکم فرمایئے؟"۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو آپ ہنس پڑے، پھر آپ ﷺ نے اسے مال دینے کا حکم فرمایا(۱)۔

سبحان اللہ! اندازہ کریں کہ رسول اکرم ﷺ اخلاق کے کس بلند درجے پر فائز تھے!

---

(۱) بخاری (۶۰۸۸)، مسلم (۱۰۵۷).

گدھے سے گرنے پر رسول اکرم ﷺ کی ہنسی

عبد الرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ - جن کو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کے لوگوں کو دینی تعلیم دینے کی غرض سے بھیجا تھا- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ یعفور نامی اپنے گدھے پر سوار ہوئے جس کی گردن کی رسی کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی۔ سوار ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

"ارْكَبْ يَا مُعَاذُ".

"معاذ! تم بھی سوار ہو جاؤ"۔

میں نے عرض کیا: آپ ہی سوار ہو کر چلیں اے اللہ کے رسول!

دوبارہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"سوار ہو جاؤ"۔

چنانچہ میں بھی آپ ﷺ کے ہمراہ سوار ہو گیا۔ اتفاق سے گدھا ہمیں لے کر پھسل گیا۔ نبی کریم ﷺ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بھی اپنے دل میں افسوس کرتے ہوئے اٹھا۔ پھر اسی طرح ہم لوگ تین بار گدھے سے نیچے گرے۔ اس کے بعد جب ہم گدھے پر سوار ہو کر آگے چل پڑے تو رسول اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کی جانب کیا اور اپنے ہاتھ میں موجود کوڑے یا چھڑی سے میری پیٹھ پر مارا اور ارشاد فرمایا:

"يَا مُعَاذُ! هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ؟".

"معاذ! تجھے معلوم ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے؟"۔

میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا".

"بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرائیں"۔

اس کے بعد جتنا اللہ کو منظور تھا آگے چلنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے پھر میری پیٹھ پر مار کر فرمایا:

"يَا مُعَاذُ! يَا ابْنَ أُمِّ مُعَاذٍ! هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا هُمْ فَعَلُوا ذٰلِكَ؟".

"اے معاذ! اے ام معاذ کے بیٹے! تجھے معلوم ہے کہ جب بندے اللہ کا حق بجا لائیں تو اس کے اوپر ان کا کیا حق بنتا ہے؟"۔

میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَإِنَّ حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوهُ أَنْ يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ".

"جب بندے اللہ کا حق بجا لائیں تو اللہ کے اوپر ان کا حق یہ بنتا ہے کہ وہ انہیں جنت میں داخل کرے"(۱)۔

---

(۱) أحمد (٥/٢٣٨، ٢٢٨)، الطبراني في الكبير (٢٠/ ٢٥٥)، مسند الطيالسي (٥٦٥)، بخاري (٢٨٥٦)، مسلم (٣٠)، أبوداود (٢٥٥٩)، النسائي في الكبرى (٥٨٧٧)، ابن حبان (٢١٠).

اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے عرض کیا: بارش رک گئی ہے، آپ اپنے پروردگار سے بارش کے لیے دعا فرما دیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی بات سن کر اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ اس وقت ہمیں بادل کے کچھ آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کی تو دیکھتے ہی دیکھتے بادل ادھر اُدھر سے یکجا ہو گئے اور زوردار بارش ہونے لگی جس سے مدینہ کی وادیاں بہہ پڑیں۔

مسلسل ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ کو وہی آدمی یا دوسرا آدمی دوران خطبہ کھڑا ہوا اور عرض کیا: مسلسل بارش ہونے کی وجہ سے ہم لوگ غرق ہو گئے، اب آپ ﷺ اپنے پروردگار سے بارش رکنے کے لیے دعا فرما دیں۔

رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور یہ دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلاَ عَلَیْنَا"۔

"اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا، ہمارے اوپر نہ برسا"۔

یہ دعا آپ ﷺ نے دو یا تین دفعہ فرمائی۔

پھر یکا یک بادل مدینہ کے دائیں بائیں اس طرح چھٹ گیا کہ ہمارے اردگرد بارش ہو رہی تھی اور مدینہ کی فضا صاف وشفاف تھی۔ دراصل اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے نبی کی کرامت اور آپ ﷺ کی دعا کی قبولیت دکھلا رہا تھا(۱)۔

---

(۱) بخاری (۲۰۹۳)۔ یہ روایت امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ (۶/۱۴۳) میں مفصل مذکور ہے۔

بارش کے لیے رسول اکرم ﷺ کی دعا

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے بارش نہ ہونے کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور ایک وقت مقرر کر کے لوگوں کو اس دن عیدگاہ کی طرف نکلنے کا وعدہ کیا۔

مقررہ دن کو رسول اکرم ﷺ سورج کے طلوع ہونے کے وقت گھر سے نکلے اور منبر پر بیٹھ کر اللہ اکبر کہا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''تم لوگوں نے خشک حالی اور بارش کے اپنے وقت پر نہ ہونے کا شکوہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ (ایسے موقعوں پر) اسے پکارو، اور اس نے تمہاری پکار قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

''الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ الغَنِيُّ وَنَحْنُ الفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلاَغاً إِلَى حِينٍ''۔

''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے، نہایت ہی مہربان اور بے حد رحم کرنے والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو بے نیاز ہے جبکہ ہم فقیر ومحتاج ہیں، ہمارے اوپر بارش کا نزول فرما، اور اس بارش میں ہمارے لیے قوت اور ایک مدت تک کے لیے فائدہ کر دے''۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھا دیا اور برابر اٹھائے ہی رہے؛ یہاں تک کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگیں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی پیٹھ لوگوں کی طرف پھیر لی اور اپنی چادر کو پلٹ دیا۔ اس دوران آپ ﷺ اپنے ہاتھ اٹھائے ہی ہوئے تھے۔ پھر آپ منبر پر سے اترے اور لوگوں کو دو رکعتیں نماز پڑھائی۔

چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ایک بادل آسمان میں پھیلا دیا جو گرجنے چمکنے لگا اور اللہ کے حکم سے برسنے لگا۔ ابھی آپ ﷺ مسجد نبوی تک بھی واپس نہیں آئے تھے کہ (بارش کے پانی سے) نالے بہنے لگے۔

جب رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو سائے میں (جلدی جلدی گھروں کو) واپس ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ کھلکھلا کر ہنس پڑے جس سے آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں اور پھر ارشاد فرمایا:

”أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ“.

”میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں“(۱)۔

(۱) [حسن] أبو داود (۱۱۷۳)، وأخرجه أيضاً ابن عوانة وابن حبان والحاكم.

دل لگی!

ابو یعلی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی (عبد اللہ بن نعیمان) تھا جس کو لوگ 'حمار' کا لقب دیا کرتے تھا۔ وہ رسول اکرم ﷺ کو گھی اور شہد کا ڈبہ خرید کر ہدیہ دیا کرتا تھا۔ جب گھی اور شہد کا مالک اس سے اپنی قیمت کا تقاضا کرنے آتا تو وہ اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آتا اور عرض کرتا:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَعْطِهِ ثَمَنَ مَتَاعِهِ".

"اے اللہ کے رسول! اس آدمی کو اس کے سامان کی قیمت ادا فرما دیں"۔

رسول اکرم ﷺ اس سے فرماتے:

"أَلَمْ تُهْدِهِ لَنَا؟".

"کیا تو نے وہ (شہد اور گھی) ہمیں بطور تحفہ نہیں دیا تھا؟"۔

وہ عرض کرتا:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُ وَاللَّهِ لَمْ يَكُنْ ثَمَنُهُ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَأْكُلَ مِنْهُ".

"اے اللہ کے رسول! قسم اللہ کی! میرے پاس اس کی قیمت نہیں تھی؛ البتہ میری خواہش تھی کہ آپ ﷺ یہ گھی اور شہد نوش فرمائیں"۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ ہنس پڑتے اور بیچنے والے کا حق ادا کرنے کا حکم فرماتے[1]۔

(۱) أبو يعلىٰ (١٧٦، ١٧٧)، وانظر: فتح الباري (١٢/٧٧)، وإحياء علوم الدين (٣/١٧٠).

یہ کس نے کیا ہے؟

زبیر بن بکار نے ربیعہ بن عثمان سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے صحن میں اپنی اونٹنی کو بیٹھا دیا۔ چند صحابہ کرام نے حضرت نعیمان انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا: تم اس اونٹنی کو ذبح کر دو؛ تا کہ ہم گوشت نوش کریں، کیونکہ ہمیں گوشت کھانے کی بہت خواہش ہو رہی ہے۔

چنانچہ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کو ذبح کر ڈالا۔ ادھر جب اعرابی نبی کریم ﷺ سے بات کر کے نکلا تو زور زور سے چلانے لگا: اے محمد! یہ میری اونٹنی کا حشر دیکھو۔

نبی کریم ﷺ اعرابی کے چلانے کی وجہ سے باہر نکلے اور فرمایا:

"مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟"۔

"یہ کس نے کیا ہے؟"۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: نعیمان نے۔

چنانچہ آپ ﷺ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھتے پوچھتے ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے گھر میں آئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ ضباعہ رضی اللہ عنہا کے تہ خانہ میں چھپ گئے جس کے اوپر کھجور کی ٹہنیاں رکھی ہوئی تھیں۔

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کو اشارہ کر کے بتا دیا کہ وہ نعیمان چھپے ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

"مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟"۔

"اونٹنی کو ذبح کرنے پر تجھے کس بات نے ابھارا ہے؟"۔

انہوں نے عرض کیا:

"الَّذِينَ دَلُّوكَ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ! هُمُ الَّذِينَ أَمَرُونِي بِذٰلِكَ".

"اے اللہ کے رسول! جن لوگوں نے آپ ﷺ کو میرا پتہ بتایا ہے انہی لوگوں نے مجھے اونٹنی کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا"۔

آپ ﷺ حضرت نعیمان انصاری رضی اللہ عنہ کے چہرے سے مٹی پونچھتے ہوئے ہنسنے لگے اور پھر اعرابی کو تاوان دیا[1]۔

(۱) الإصابة لابن حجر العسقلانی (۸۸۱۱)، أسد الغابة (۵۲۸۶)، فتح الباری (۱۲/۷۷)، تخريج الإحياء للعراقی (۱۶۸۶/٤) رقم (۲٦۳۹).

صحابی کو صحابی نے بیچ دیا!

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بصریٰ کی طرف تجارت کی غرض سے نکلے۔ ان کے ساتھ حضرت نعیمان اور سُویبط بن حرملہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ یہ دونوں بدری صحابی تھے۔ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ زادِ راہ کی نگرانی پر مقرر تھے۔ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا: لاؤ مجھے کھانے کو دو۔ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک کھانا نہیں دوں گا جب تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ آجائیں۔

حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ ہنسی مذاق بہت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت سویبط رضی اللہ عنہ سے کہا: میں تمہیں برانگیختہ کر کے ضرور بدلہ لوں گا۔ چنانچہ وہ اونٹوں کی خرید وفروخت کرنے والوں کے پاس گئے اور ان سے کہا: آپ لوگ مجھ سے ایک عربی غلام خرید لیں، وہ بہت ہی چالاک اور چرب زبان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ لوگوں سے وہ خریدتے وقت کہنے لگے: میں آزاد ہوں۔ اگر آپ لوگ مجھ سے خریدنا چاہتے ہیں تو میرے غلام کو ضرور اپنے ہمراہ لائیں، اسے میرے پاس نہ چھوڑیں، اگر اسے خریدنے کی بات کر کے میرے پاس چھوڑنا ہو تو آپ لوگ ابھی سے ہی خریدنے کی بات نہ کریں؛ ورنہ میرا غلام خراب ہو جائے گا۔

ان لوگوں نے کہا: بلکہ ہم لوگ اس غلام کو دس اونٹنیوں کے عوض خریدیں گے۔

حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ دس اونٹنیاں لے کر آئے اور انہیں باندھ کر ان لوگوں سے کہا: دیکھو وہ غلام ہے، اسے جا کر لے لو۔

وہ لوگ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: ہم نے تمہیں خرید لیا ہے، اب ہمارے ساتھ چلو۔

حضرت سویبط رضی اللہ عنہ ان سے کہنے لگے: بھئی! اس آدمی نے تم لوگوں سے جھوٹ بولا ہے

کہ میں غلام ہوں، میں تو آزاد انسان ہوں!

ان لوگوں نے کہا: تمہارے بارے میں ہمیں پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ تم چالاک غلام ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسیاں ڈال دیں اور انہیں لے کر چلے گئے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں اس واقعہ کی خبر ہوئی؛ چنانچہ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ان لوگوں کے پاس گئے جنہوں نے خریدا تھا، اور انہیں یہ دس اونٹنیاں واپس کر کے حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کو واپس لائے۔

جب نبی کریم ﷺ کے سامنے اس واقعے کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ اس واقعے کو (گاہے بگاہے) یاد کر کے ایک سال تک ہنستے رہے[1]۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں: ابن ماجہ کی روایت میں مذاق کرنے والے صحابی کا نام سویبط بتایا گیا ہے جبکہ فروخت ہونے والے صحابی کا نام نعیمان بتایا گیا۔ مگر صحیح یہی ہے کہ مذاق کرنے والے نعیمان ہی ہیں۔

یہ نعیمان بن عمرو بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار انصاری ہیں۔ انہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی اور اس کے علاوہ دوسری جنگوں میں بھی شریک رہے تھے۔ یہ بڑے ہی مذاقی آدمی تھے، اللہ کے رسول ﷺ ان کے مذاق سے ہنسا کرتے تھے۔

علامہ غزالی نے لکھا ہے:

"نعیمان انصاری رضی اللہ عنہ بہت زیادہ مذاق کرنے والے آدمی تھے۔ وہ بسا اوقات شراب

---

(۱) أحمد (۶/۳۱۶)، ابن ماجه (۳۷۱۹)، الطبراني فی الکبیر (۲۳/۶۹۹)، مشکل الآثار شرح الأرنؤوط (۱۶۲۰)، الإصابة (۸۸۱۱). شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔

نوشی کر لیتے تو انہیں پکڑ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا جاتا۔ آپ ﷺ انہیں جوتا سے مارتے اور صحابہ کرام بھی آپ کے حکم سے انہیں جوتا مارتے۔ جب ان کی شراب نوشی کچھ زیادہ ہی ہوگئی تو کسی صحابی نے کہہ دیا: تیرے اوپر اللہ کی لعنت ہو۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ایسا نہ کہو، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے''(۱)۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہی واقعہ مذکور ہے۔ اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ''.

''اس پر لعنت مت بھیجو، اللہ کی قسم! میں یہی جانتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے''(۲)۔

6

(۱) تخريج الإحياء (٤/ ١٦٨٦).

(۲) بخاری: كتاب الحدود، باب ما يكره من لعن شارب الخمر (٦٧٨٠).

جنابت کی حالت ہی میں نماز پڑھا دی؟!

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں غزوۂ ذات السلاسل میں بھیجا تو ایک رات مجھے احتلام ہو گیا۔ وہ رات انتہائی سرد تھی۔ مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں ایسی سرد رات میں غسل کروں گا تو مر جاؤں گا؛ چنانچہ میں نے تیمّم کیا اور اپنے ساتھیوں کو نمازِ فجر پڑھائی۔

جب ہم لوگ مدینہ منورہ واپس آئے تو میں نے رسول اکرم ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"يَا عَمْرُو! صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ؟!".

"اے عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو جنابت کی حالت ہی میں نماز پڑھا دی؟!"۔

میں نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول! میں انتہائی سردی والی رات میں محتلم ہو گیا، اور مجھے یہ خدشہ دامنگیر تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی یاد آ گیا:

﴿وَلاَ تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً﴾

"اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے"۔ [النساء: ۲۹]

چنانچہ میں نے اسی پر عمل کرتے ہوئے تیمّم کر لیا اور ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے اور کچھ نہیں کہا(۱)۔

---

(۱) [صحيح] مسند الإمام أحمد (٤/٢٠٤)، أبوداود (٣٣٤)، مستدرك الحاكم (١/١٧٧)، سنن البيهقي (١/٢٢٦)، ابن حبان (٢٠٢)، بخاری تعليقاً (١/٣٨٥)، زاد المعاد (٣/٣٨٨)، سير أعلام النبلاء للذهبي (٢/٦٧).

اجتہاد کی گنجائش

شقیق کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس کھڑا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اگر ایک آدمی کو پانی دستیاب نہ ہو تو کیا وہ نماز نہیں پڑھے گا؟ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے جب عمار رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: آپ کو یاد نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے اور آپ کو کسی (جنگی) مہم پر بھیجا تھا تو مجھے جنابت لاحق ہو گئی تھی؛ چنانچہ میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ کر لیا تھا۔ واپسی پر جب میں نے رسول اکرم ﷺ کو اس کی خبر دی تھی تو آپ ﷺ ہنسنے لگے تھے اور ارشاد فرمایا تھا:

"إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هٰكَذَا".

"تمہارے لیے ایسا ہی کر لینا کافی تھا"۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر مار کر اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا ایک ہی مرتبہ مسح کیا تھا۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن میرے خیال میں عمر رضی اللہ عنہ عمار رضی اللہ عنہ کی بات سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر سورۃ النساء کی اس آیت کا کیا جواب ہے:

﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيداً طَيِّباً﴾

"اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کر لو"؟۔ [النساء:۴۳]

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ صرف اتنا کہا: اگر ہم لوگوں کو تیمّم کرنے کی اجازت دے دیں تو ان کا حال یہ ہوگا کہ اگر کسی کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوگا تو وضو

چھوڑ کر تیمّم کر لیا کرے گا(۱)۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ أَوْلَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيداً طَيِّباً ﴾ [النساء: ۴۳] سے واضح طور پر جنبی کے لیے تیمّم کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ یہاں لمس سے مراد ہم بستری ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر کوئی جواب نہیں دیا؛ البتہ ایک مصلحت کا ذکر فرمایا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بعد میں اپنے اس خیال سے رجوع کر لیا تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قول سے رجوع فرما لیا تھا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی اور حیض ونفاس والی ان سب کے لیے جب وہ پانی نہ پائیں یا بیمار ہوں یا پانی کے استعمال سے بیماری کے بڑھنے کا خدشہ ہو یا وہ حالت سفر میں ہوں اور پانی نہ مل پائے، تو تیمّم جائز ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کو یہ عمار رضی اللہ عنہ والا واقعہ یاد نہیں رہا تھا جبکہ وہ سفر میں عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، مگر ان کو شبہ رہا۔ لیکن عمار رضی اللہ عنہ کا بیان درست تھا، اس لیے ان کی روایت پر سارے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ جنبی کے لیے تیمّم جائز ہے۔

صحیح حدیث کے خلاف جب حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کا قول چھوڑا جا سکتا ہے تو کسی امام یا مجتہد کا قول خلافِ حدیث کیوں کر قابل تسلیم ہو سکتا ہے؟!

اب سوچے وہ جسے دیدۂ عبرت نگاہ ہو!!

(۱) أحمد (۴/۲۶۵)، بخاری (۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷)، مسلم (۳۶۸)، نسائی (۳۱۶).

پاک مٹی پاک کرنے والی ہے

ابو قلابہ قبیلۂ بنو عامر کے ایک آدمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ اس آدمی کا بیان ہے کہ میں کافر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت سے سرفراز کیا۔ میں پانی سے دور تھا اور میرے ساتھ میرے اہل وعیال بھی تھے، مجھے جنابت لاحق ہوتی رہتی تھی جس کی وجہ سے میں فکرمند رہتا۔

میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے متعلق سن رکھا تھا۔ حج کے دوران منیٰ کی مسجد میں گیا تو وہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ کر میں نے پہچان لیا۔ چونکہ وہ ان صفات کے حامل تھے جو مجھ سے بیان کی گئی تھیں۔ وہ ایک گندمی رنگ کے دبلے پتلے بزرگ آدمی تھے۔ ان کے جسم پر ایک قطری چادر تھی۔ میں بھی جا کر ان کے بازو میں کھڑا ہو گیا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے سلام کیا مگر انہوں نے میرے سلام کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جب وہ لمبی اور خوبصورت نماز سے فارغ ہوئے تو میرے سلام کا جواب دیا۔

میں نے پوچھا: آپ ہی ابوذر ہیں؟ انہوں نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: میں کافر تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت سے سرفراز کیا؛ چنانچہ مجھے دین کے کاموں کے سیکھنے کا شوق ہوا۔ میں پانی سے کافی دور رہتا ہوں جبکہ میرے اہل وعیال میرے ہی ساتھ رہتے ہیں، میں جنبی ہو جاتا ہوں تو مجھے اس بات سے فکر دامنگیر ہوتی ہے (کہ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو ابوذر کو جانتا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے مدینہ کی آب وہوا راس نہیں آئی تو رسول اکرم ﷺ نے مجھے چند اونٹ اور بکریاں دینے کا حکم دیا۔ (تاکہ میں ان کا دودھ پیا کروں، میں ان

اونٹوں اور بکریوں کے ساتھ چراگاہ میں رہنے لگا)۔ پانی مجھ سے بہت دور تھا اور میرے ساتھ میرے اہل وعیال بھی تھے تو مجھے جنابت بھی لاحق ہوتی تھی۔ اس بات سے میں کافی فکر مند تھا اور مجھے لگتا تھا کہ میں ہلاک و برباد ہو گیا۔ غرض میں نے ایک اونٹ لیا اور اس پر سوار ہو کر دوپہر کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ ﷺ مسجد نبوی کے سایے میں چند ساتھیوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ میں اونٹ سے نیچے اترا اور آپ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: میں ہلاک و برباد ہو گیا اے اللہ کے رسول!؟ آپ ﷺ نے پوچھا:

”وَمَا أَهْلَكَكَ؟“۔

”کس چیز نے تمہیں ہلاک کیا ہے؟“۔

میں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ ﷺ میری بات سن کر ہنس پڑے اور اپنے گھر سے ایک آدمی کو بلایا۔ ایک کالی کلوٹی لونڈی ایک پیالے میں پانی لے کر نکلی جو بھرا ہوا نہیں تھا اور اس کے اندر پانی ہل رہا تھا۔ میں نہانے کے لیے اونٹ کی آڑ میں چھپ گیا تو آپ ﷺ نے ایک آدمی کو مجھے چھپانے کا حکم دیا۔ اس نے مجھے آڑ کیا تو میں نے غسل کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

” إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورٌ مَا لَمْ تَجِدِ الْمَاءَ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ حِجَجٍ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّ بَشَرَتَكَ“۔

”پاک مٹی طاہر (پاک کرنے والی) ہے جب تک تم پانی نہ پاؤ؛ اگرچہ دس سالوں تک (تمہیں پانی نہ ملے پھر بھی پاک مٹی غسل اور وضو کا کام دیتی رہے گی)۔ پھر جب تمہیں پانی مل جائے تو اسے اپنے جسم سے چھوا لو“(۱)۔

(۱) أحمد (٥/١٤٦)، أبوداود (٣٣٣). وأخرجه البخاري تعليقاً (٣٤٦)، وانظر: مسلم (٣٦٨).

لونڈی ایک اور شرکاء تین؟

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی یمن سے آیا اور کہنے لگا: (اے اللہ کے رسول!) یمن میں تین آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بچہ کے بارے میں مقدمہ لے کر آئے۔ ان تینوں نے ایک قیدی عورت سے ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا۔ ان تینوں کا دعویٰ تھا کہ یہ بچہ اسی کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے دو آدمیوں کو کہا کہ بچہ تم دونوں اس تیسرے کے حوالے کر دو۔ مگر وہ دونوں نہ مانے اور چلانے لگے۔ پھر ان میں سے دو دو سے تیسرے کو بچہ دینے پر راضی کرتے رہے مگر کوئی ماننے کو تیار نہ ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم تینوں نے ایک ہی لونڈی سے ایک ہی طہر میں جماع کر کے معاملہ کو متنازع فیہ اور پیچیدہ بنا دیا ہے، اس لیے میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کروں گا۔ پھر جس کے نام سے قرعہ نکلے گا بچہ بھی اسی کا ہوگا اور اسے اپنے دونوں ساتھیوں کو دو ثلث دیت دینی ہوگی۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کے درمیان قرعہ ڈالا اور بچے کو اسی کے حوالے کر دیا جس کے نام سے قرعہ نکلا تھا۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ کھلکھلا کر ہنس پڑے جس سے آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں (۱)۔

---

(۱) [صحيح] أبوداود (۲۲۶۹، ۲۲۷۰)، ابن ماجه (۲۳۴۸)، نسائی (۱۸۲/٦)، شرح معانی الآثار (۳۸۲/٤)، أحمد (۳۷۳/٤)، حاکم (۲۰۷/۲)، سنن البیهقی (۳٦۷/۱۰).

کیا آپ کو وہ دن یاد ہے؟

ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے دن جب گھمسان کی لڑائی ہونے لگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کے سر کٹ کٹ کر نیچے زمین پر گر رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر سینے سے لگا لیا اور فرمانے لگے:

"إِنَّا لِلَّهِ يَا حَسَنُ! أَيُّ خَيْرٍ يُرْجَى بَعْدَ هٰذَا؟!".

"انا للہ اے حسن! اب اس جنگ کے بعد کس خیر کی امید کی جا سکتی ہے؟!"۔

پھر جب دونوں طرف کے لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں ایکدوسرے کو دعوتِ مبارزت دینے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کو بات چیت کرنے کے لیے طلب کیا۔ جب ان تینوں کے گھوڑے ایک جگہ اکٹھا ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما سے کہا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم دونوں نے میرے خلاف لڑنے کے لیے گھوڑوں اور جنگجوؤں کو جمع کر لیا ہے۔ کیا تم دونوں نے اسی طرح قیامت کے دن اللہ کے سامنے عذر بھی پیش کرنے کے لیے تیاری کر رکھی ہے؟ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اس عورت کی مانند نہ ہو جاؤ جس نے سوت مضبوط کاتنے کے باوجود اسے ٹکڑے ٹکڑے توڑ دیا۔ کیا میں (اس سے پہلے) تمہارا دینی بھائی نہیں تھا کہ تم دونوں کے لیے میرا خون بہانا حرام تھا اور میرے لیے بھی تمہارا خون بہانا حرام تھا؟ اب بھلا کون سی ایسی بات واقع ہو گئی ہے کہ تم دونوں نے میرا خون بہانا حلال سمجھ لیا ہے؟

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

"أَلَّبْتَ عَلَى عُثْمَانَ".

"آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو ورغلایا ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

﴿يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ﴾ [النور: ۲۵]

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق وانصاف کے ساتھ دے گا"۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

" يَا طَلْحَةُ! أَجِئْتَ بِعِرْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقَاتِلُ بِهَا وَ خَبَّأْتَ عِرْسَكَ فِي الْبَيْتِ، أَمَا بَايَعْتَنِي؟"

"اے طلحہ! آپ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ کو تو میدانِ جنگ میں لڑنے کے لیے لائے ہیں اور اپنی بیوی کو گھر میں چھپا رکھا ہے، کیا آپ نے میری بیعت نہیں کی تھی؟"۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہاں، میں نے تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس وقت تلوار میری گردن میں لٹک رہی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کس چیز نے آپ کو میرے خلاف جنگ پر آمادہ کیا ہے کہ میرے خلاف برسرپیکار ہیں؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: میرے آپ کے خلاف نکلنے کا سبب آپ اور صرف آپ ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ آپ اس خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے زبیر! کیا آپ کو وہ دن یاد ہے، جب میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خاندانِ بنوغنم سے گزر رہا تھا تو آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا تھا اور میں بھی آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر ہنسا تھا۔

اس وقت آپ نے کہا تھا کہ ابوطالب کا بیٹا تکبر نہیں چھوڑے گا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

"إِنَّهُ لَيْسَ بِمَزْهُوٍّ، لَتُقَاتِلَنَّهُ وَأَنْتَ ظَالِمٌ لَهُ".

"یہ (علی رضی اللہ عنہ) متکبر نہیں ہے؛ البتہ تم ضرور اس سے قتال کرو گے اور تم اس کے حق میں ظالم ہو گے"۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو انہیں وہ دن یاد آ گیا اور کہنے لگے:

"اللَّهُمَّ نَعَمْ، وَلَوْ ذَكَرْتُ مَا سِرْتُ مَسِيرِي هٰذَا، وَوَاللَّهِ لاَ أُقَاتِلُكَ".

"اللہ کی قسم! ہاں، آپ درست فرما رہے ہیں، اگر یہ بات مجھے پہلے یاد ہوتی تو میں آپ کے خلاف یہ جنگ کرنے ہرگز نہیں آتا، اللہ کی قسم! اب میں آپ سے قتال نہیں کر سکتا"(۱)۔

یہ کہہ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور میدان جنگ سے چل پڑے۔

---

(۱) البداية والنهاية لابن كثير (۱۰/ ٤٥٧)، تحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي، وانظر: تاريخ الطبري (٤/ ٥٠٢)، تحقيق محمد أبوالفضل إبراهيم.

مذی سے وضو لازم آتا ہے

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے مذی کثرت سے آیا کرتی تھی۔ جب جب مجھے مذی نکلتی، میں غسل کیا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے مسئلہ دریافت کریں۔

جب حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا:

''فِيهِ الوُضُوءُ''.

''مذی نکلنے پر وضو (کافی) ہے (غسل کرنا لازم نہیں آتا)''(۱)۔

صحیح بخاری میں بھی یہ روایت آئی ہے مگر اس میں رسول اکرم ﷺ کے ہنسنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایسا آدمی تھا جس کو کثرت سے مذی آیا کرتی تھی۔ چنانچہ میں نے ایک مرتبہ ایک آدمی (حضرت مقداد رضی اللہ عنہ) کو کہا کہ رسول اکرم ﷺ سے اس سلسلے میں فتویٰ دریافت کرے۔ چونکہ آپ ﷺ کی صاحبزادی میری زوجیت میں تھیں اس لیے میں نے نہیں پوچھا (مجھے پوچھنے میں شرم آرہی تھی)۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ''.

''اپنی شرمگاہ دھو کر وضو کر لیا کرو''(۲)۔

---

(۱) [صحيح لغيره] أحمد (۱/۱۰۸)، صحيح سنن النسائی (۱۵۷).

(۲) بخاری (۲٦۹)، مسلم (۳۰۳).

بیٹی اور داماد کا مقدمہ سن کر!

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ دونوں میاں بیوی ہنس رہے تھے۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو یکلخت خاموش ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

"مَا لَكُمَا كُنْتُمَا تَضْحَكَانِ فَلَمَّا رَأَيْتُمَانِي سَكَتُّمَا؟".

"کیا بات ہے تم دونوں ہنس رہے تھے مگر مجھے دیکھتے ہی خاموش ہو گئے؟"۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جلدی سے گویا ہوئیں: اے اللہ کے رسول! یہ (علی رضی اللہ عنہ) کہہ رہے تھے کہ میں رسول اکرم ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب ہوں، جبکہ میں کہہ رہی تھی کہ میں آپ سے زیادہ رسول اکرم ﷺ کو پیاری ہوں!!

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا:

"يَا بُنَيَّةُ! لَكِ رِقَّةُ الْوَلَدِ وَعَلِيٌّ أَعَزُّ عَلَيَّ مِنْكِ".

"بیٹی! تیرے لیے اولاد کی شفقت ومحبت ہے (یعنی ایک باپ کی اپنی اولاد سے جو انتہائی پیار ومحبت ہوتی ہے وہی پیار ومحبت اور شفقت مجھے تم سے ہے)، اور علی میرے نزدیک تم سے زیادہ عزیز ہیں"(۱)۔

(۱) مجمع الزوائد للهيثمي (۹/۲۲٤)، وقال: رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح، وانظر: المعجم الكبير للطبراني (۱۱۰٦۳).

اللہ کی نافرمانی میں امیروں کی اطاعت نہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے علقمہ بن مُجَزِّز المُدْلَجِی رضی اللہ عنہ کو خیبر کا عامل (حاکم) بنایا۔ انہوں نے ایک سریہ (چھوٹا لشکر) روانہ کیا اور اس کا امیر عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ایک مذاقی آدمی تھے۔ ان کے سامنے آگ سلگائی گئی تھی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''أَلَيْسَ طَاعَتِي عَلَيْكُمْ وَاجِبَةً؟''.

''کیا تم لوگوں پر میری اطاعت واجب نہیں ہے؟''۔

ساتھیوں نے عرض کیا: ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''فَقُومُوا فَاقْتَحِمُوا هٰذِهِ النَّارَ''.

''پھر کھڑے ہو اور اس آگ میں داخل ہو جاؤ''۔

یہ سن کر ایک آدمی اٹھا اور آگ میں داخل ہو گیا۔

عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر ہنستے ہوئے کہنے لگے:

''إِنَّمَا كُنْتُ أَلْعَبُ''. ''ارے! میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا''۔

جب رسول اکرم ﷺ کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

''أَمَّا إِذْ فَعَلُوا هٰذَا، فَلَا تُطِيعُوهُمْ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ''.

''جب یہ (امیر و ذمہ دار) لوگ ایسا کرنے لگیں تو تم اللہ عز و جل کی نافرمانی میں ان کی اطاعت مت کرو''(۱)۔

---

(۱) [حسن صحيح] مشكل الآثار للسخاوی (۳۰٦/٤)، ابن أبي شيبة (۵٤۳/۱۲)، أحمد (٦۷/۳)، ابن ماجه (۲۸٦۳)، أبويعلى (۱۳٤۹)، ابن حبان (٤۵۵۸)، الصحيحة (۲۳۲٤).

آشوبِ چشم ہے اور کھجور کھا رہے ہو؟!

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے روٹی اور کھجور رکھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اُدْنُ فَكُلْ".

"قریب آؤ اور کھاؤ"۔

چنانچہ میں کھجوروں میں سے لے کر کھانے لگا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تَأْكُلُ تَمْراً وَبِكَ رَمَدٌ؟!".

"کھجور کھا رہے ہو جبکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے؟!"۔

میں نے عرض کیا: میں کھجور اس آنکھ کی جانب سے کھا رہا ہوں جدھر درد نہیں ہے۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ مسکرانے لگے (1)۔

چونکہ ایک آنکھ میں اگر درد ہو تو خواہ منہ میں کسی بھی جانب سے کھجور چبائی جائے درد محسوس ہوگا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر مسکرانے لگے تھے۔

(1) [حسن] ابن ماجه (٣٤٤٣)، أحمد (٥/٣٧٥)، حاكم (٤/٤١١).

کیا واقعی یہ تمہارا بیٹا ہے؟!

ابو رِمثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے والد محترم کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے والد نے مجھ سے پوچھا: تم پہچان رہے ہو کہ یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔

والد صاحب نے بتایا: یہی رسول اللہ ﷺ ہیں۔

میں نے جب سنا کہ یہی رسول اللہ ﷺ ہیں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسی ہستی کا نام ہے جو لوگوں سے الگ رنگ و روپ کے ہوں گے! لیکن یہاں تو مجھے ایک معمولی انسان نظر آرہے تھے جن کے بال کانوں تک لٹکے ہوئے، بال مہندی سے رنگے ہوئے اور جسم پر دو معمولی سے کپڑے تھے۔

غرض میرے والد نے رسول اکرم ﷺ کو سلام کیا اور پھر ہم دونوں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول اکرم ﷺ نے میرے والد سے پوچھا:

"ابْنُکَ هٰذَا؟".

"یہ تمہارا بیٹا ہے؟"۔

میرے والد نے عرض کیا:

"إِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ".

"جی ہاں، رب کعبہ کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "حَقًّا؟!". "کیا واقعی یہ تمہارا بیٹا ہے؟!"۔

میرے والد نے عرض کیا: ہاں، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے۔

میرے والد سے میری مشابہت بھی تھی اور اس کے باوجود وہ قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ

یقیناً یہ میرا بیٹا ہے۔ چنانچہ ان کی بات سن کر رسول اکرم ﷺ مسکراتے ہوئے ہنسنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَمَا إِنَّهُ لاَ يَجْنِي عَلَيْكَ وَلاَ تَجْنِي عَلَيْهِ".

"یہ تمہارا بیٹا نہ تو تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا اور نہ ہی تم اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھا سکو گے"۔

اور اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ [الاسراء: ۱۵]

"اور کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔

اسی درمیان میرے والد کو آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ایک چھوٹا سا گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا (مہر نبوت) نظر آ گیا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ایک طبیب ہوں کیا اس کا علاج نہ کر دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"لاَ، طَبِيبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا".

"نہیں، اس کا علاج کرنے والا وہی ہے جس نے اسے وجود بخشا ہے"(۱)۔

---

(۱) [صحیح] أحمد (۲/۲۲۶)، أبوداود (٤٤٩٥)، حاكم (۲/٤۲٥)، الكنىٰ والأسماء للدولابی (۱/۲۹)، السنن الكبرىٰ للبيهقی (۸/۳٤٥).

اُف! یہ دور بھی گزرا ہے

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے دن مجھے چمڑے کی ایک تھیلی ملی جس میں چربی رکھی ہوئی تھی۔ مارے خوشی کے میں نے اسے خود سے چمٹا لیا اور کہنے لگا:

"لاَ أُعْطِي اليَوْمَ أَحَداً مِنْ هٰذَا شَيْئاً".

"آج میں اس (چربی) میں سے کسی دوسرے کو نہیں دوں گا"۔

یہ کہہ کر میں جونہی پیچھے کی جانب مڑا تو دیکھا کہ میری بات سن کر رسول اکرم ﷺ مسکرا رہے تھے(۱)۔

ایک دوسری روایت میں عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ خیبر کے دن ہماری طرف چمڑے کی ایک تھیلی پھینکی گئی جس میں کھانا اور چربی تھی۔ میں نے اسے لینے کے لیے چھلانگ لگا دی۔ اسی درمیان میں نے جو مڑ کر دیکھا تو رسول اکرم ﷺ میرے پیچھے تھے۔ میں آپ ﷺ کو دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گیا(۲)۔

فائدہ: اس واقعے سے ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے مالی حالات کا اندازہ لگایئے کہ انہیں ایک جنگ میں چربی مل گئی تو اتنا خوش تھے۔ جبکہ آج کے مسلمان مال و دولت سے خوب خوب نوازے گئے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بھی آج کے مسلمانوں کو زیادہ ادا کرنے کی ضرورت ہے؛ ورنہ یہی مال ان کے لیے آزمائش بن جائے گا۔

---

(۱) مسلم (۱۷۷۲)، بخاری (۳۱۵۳)، أبوداود (۲۷۰۲)، أحمد (۸٦/٤)، دارمی (۲/۲۳٤).

(۲) مسند الطیالسی (۲۳۸/۱).

اصحابِ صفہ کو بلاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں! میں (زمانۂ نبوی میں) بھوک کے مارے زمین سے اپنا پیٹ لگا دیتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک روز میں اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے صحابۂ کرام نکلا کرتے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا، میرے پوچھنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلا دیں۔ مگر وہ چلتے بنے اور کچھ نہیں کیا۔ پھر وہاں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ میں نے ان سے بھی قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا، اور پوچھنے کا مقصد بھی یہ تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلا دیں۔ مگر وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہیں کیا۔ اس کے بعد ابوالقاسم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو مسکرا دیے۔ دراصل آپ ﷺ نے میرے دل کی کیفیت بھانپ لی اور میرے چہرے کو تاڑ لیا۔ پھر فرمایا: ''أَبا ہر''۔ میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ۔ فرمایا: ''میرے ساتھ آ جاؤ''۔

میں آپ ﷺ کے پیچھے چل دیا۔ رسول اکرم ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ پھر میں نے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی اور مجھے اجازت ملی۔ جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو ایک پیالے میں دودھ ملا۔ دریافت فرمایا:

''مِنْ أَیْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟''. ''یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟''۔

جواب ملا: فلاں یا فلانی نے آپ کے لیے تحفہ بھیجا ہے۔

آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''أَبا ہر''۔

میں نے عرض کیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"الحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ".

"اہلِ صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بھی میرے پاس بلا کر لاؤ"۔

اہلِ صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ وہ نہ کسی کے گھر پناہ ڈھونڈتے، نہ کسی کے مال میں نہ کسی کے پاس۔ جب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں صدقہ آتا تو آپ انہیں کے پاس بھیج دیا کرتے اور خود اس میں سے کچھ نہیں رکھتے۔ البتہ جب آپ کے پاس تحفہ آتا تو انہیں بلا بھیجتے اور خود بھی اس میں سے کھاتے اور انہیں بھی شریک کرتے۔

چنانچہ مجھ (ابو ہریرہ) کو یہ بات ناگوار سی گزری اور میں نے سوچا کہ یہ دودھ ہے ہی کتنا کہ سارے صفہ والوں میں تقسیم ہو؟! اس کا حقدار تو میں ہی تھا کہ اسے پی کر مجھے کچھ قوت ملتی۔ جب اہلِ صفہ آئیں گے تو آپ ﷺ مجھ ہی کو (ان کے درمیان تقسیم کرنے کا) حکم کریں گے اور میں انہیں پلاؤں گا، مجھے تو اس دودھ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کا حکم بجالانا بھی ضروری تھا۔

غرض میں اہلِ صفہ کے پاس گیا اور آپ ﷺ کی دعوت پہنچائی۔ وہ جب آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان لوگوں نے گھر کے اندر اپنی اپنی جگہ پکڑ لی تو آپ ﷺ فرمایا: "یا اُباہر"۔

میں نے عرض کیا: لبیک اے اللہ کے رسول!

آپ ﷺ نے فرمایا:

"خُذْ فَأَعْطِهِمْ". "یہ (دودھ کا پیالہ) لو اور انہیں پلاؤ"۔

میں نے حکم کی تعمیل میں دودھ کا پیالہ لیا اور اصحاب صفہ کے ایک ایک آدمی کو دینے لگا۔

ایک آدمی کو دیتا، وہ سیراب ہو کر پیتا، پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ اس کے بعد میں وہ پیالہ دوسرے آدمی کو دیتا، وہ بھی سیراب ہو کر پیتا اور مجھے واپس کر دیتا۔ اسی طرح میں ایک ایک کو پلاتے پلاتے نبی کریم ﷺ تک پہنچ گیا۔ تمام اہلِ صفہ دودھ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا اور میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا، اور پھر ارشاد ہوا: ''أبا ہر''۔

میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ!

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ''. ''اب صرف میں اور تم باقی رہ گئے ہیں''۔

میں نے عرض کیا: آپ درست فرما رہے ہیں اے اللہ کے رسول!

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اقْعُدْ فَاشْرَبْ''. ''بیٹھو اور پیو''۔

میں بیٹھ گیا اور دودھ پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور پیو''۔

میں نے مزید پیا۔ آپ ﷺ مسلسل فرماتے رہے: ''اور پیو، اور پیو''۔

یہاں تک کہ مجھے کہنا پڑا:

''لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا''.

''اب نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اب میرے پیٹ میں مزید دودھ پینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیالہ مجھے دو''۔

چنانچہ میں نے پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں بڑھا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر بقیہ دودھ نوش فرمایا[1]۔

(۱) بخاري: الرقاق/كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه... (٦٤٥٢)، أحمد (٢/٥١٥).

قناعت پسند محتاج کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اکرم ﷺ ایک ساتھ نکلے۔ آپ ﷺ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ آپ ﷺ ایک آدمی کے پاس تشریف لائے جو دیکھنے میں بد حال و بد ہیئت لگ رہا تھا۔

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

''أَبُو فُلاَنٍ! مَا بَلَغَ بِکَ مَا أَرَی؟''۔

''ابو فلاں! میں یہ تمہاری کیا حالت دیکھ رہا ہوں؟''۔

وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! بیماری اور تکلیف کے باعث میری یہ حالت ہوئی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَلاَ أُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ یُذْھِبُ اللّٰہُ عَنْکَ السُّقْمَ وَالضُّرَّ؟''۔

''میں تمہیں چند کلمات نہ سکھلا دوں جن کے پڑھنے سے تمہاری بیماری اور تکلیف رفع ہو جائے گی؟''۔

اس نے عرض کیا: نہیں، میں نے آپ ﷺ کے ساتھ جنگِ بدر و اُحد میں جو شرکت کی ہے، اس سے زیادہ خوشی مجھے اس بیماری و تکلیف سے شفایابی پر نہیں ہو سکتی!!

اس کی بات سن کر رسول اکرم ﷺ نے ہنس دیا اور ارشاد فرمایا:

''وَھَلْ یُدْرِکُ أَھْلُ بَدْرٍ وَأَھْلُ أُحُدٍ مَا یُدْرِکُ الفَقِیرُ القَانِعُ؟''۔

''کیا اہلِ بدر و اُحد کو وہ کچھ حاصل ہو سکتا ہے جو کسی قناعت پسند فقیر و محتاج کو نصیب ہے؟''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بھی محتاج ہوں، آپ مجھے بھی وہ (درجہ) حاصل کرنے کا گر سکھلا دیجیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابو ہریرہ! یہ کہو:

''تَوَكَّلْتُ عَلَى الحَيِّ الَّذِي لاَ يَمُوتُ، الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِى لَمْ يَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي المُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيراً''.

''میں نے اس ذات پر بھروسہ کیا جس کو موت نہیں آئے گی، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے کوئی اولاد نہیں بنائی، جس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں، اور نہ وہ کوئی کمزور ہے کہ اسے کسی حمایتی کی ضرورت ہو، اور تو اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتا رہ''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد جب رسول اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میری حالت پہلے سے بہت اچھی ہو چکی تھی۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا حال ہے؟''۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے جو کلمات سکھلائے تھے، میں پابندی سے ان کا ورد کرتا رہا ہوں۔ (چنانچہ میری حالت اچھی ہو گئی)[1]۔

---

(۱) مجمع الزوائد للهيثمي (۱۰/۲۵۸)، وقال: رواه أبو يعلىٰ (٦٦٧١)، وفيه: موسىٰ بن عبيدة الربذي وهو ضعيف وفيه توثيق لين، كذلك حرب بن ميمون، وبقية رجاله ثقات.

کس بات کی وجہ سے رونے لگے ہو؟

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق دریافت کرنے کے لیے ایک سال تک تردد میں رہا۔ ان کے خوف وہیبت سے میں یہ سوال پوچھ نہ سکا۔ آخر وہ حج کو گئے تو میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ حج سے واپسی کے دوران جب ہم راستے میں تھے تو وہ رفع حاجت کے لیے پیلو کے درخت کی آڑ میں گئے۔ میں ان کے فارغ ہونے تک ان کے انتظار میں کھڑا رہا۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو پھر میں ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اس وقت میں نے عرض کیا: امیر المومنین! ازواج مطہرات میں سے وہ کون سی دو عورتیں ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے لیے متفقہ منصوبہ بنایا تھا؟

امیر المومنین نے بتایا: وہ دو عورتیں حفصہ وعائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں آپ سے یہ سوال پوچھنے کے لیے ایک سال سے ارادہ کر رہا تھا، مگر آپ کے رعب ودبدبہ کی وجہ سے مجھے پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

امیر المومنین نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو، جس مسئلہ کے بارے میں تمہارا خیال ہو کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ جانکاری ہے تو اسے بلا جھجک پوچھ لیا کرو۔

پھر امیر المومنین نے آگے یہ قصہ بیان کیا:

اللہ کی قسم! زمانۂ جاہلیت میں ہم عورتوں کی کوئی اہمیت نہیں گردانتے تھے؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں وہ احکام نازل کیے جو نازل کرنے تھے اور ان کے حقوق مقرر کیے جو مقرر کرنے تھے۔ میں کسی معاملے میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی کہنے لگی: بہتر ہے کہ آپ اس معاملہ کو اس اس طرح نمٹیں۔ میں نے اس سے کہا:

"مَا لَكِ وَلِمَا هَا هُنَا، فِيمَ تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ؟".

''تمہارا اس میں کیا کام! معاملہ میرے متعلق ہے، تم خواہ مخواہ اس میں مداخلت کر کے ٹانگ کیوں اڑا رہی ہو؟''۔

میری بیوی مجھ سے کہنے لگی:

''عَجَباً لَکَ یَا ابْنَ الخَطَّابِ! مَا تُرِیدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَکَ لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ''.

''ابن خطاب! حیرت ہے آپ پر، آپ نہیں چاہتے کہ آپ کی بیوی آپ کی کسی بات میں مداخلت کر کے کچھ کہے؛ حالانکہ آپ ہی کی صاحبزادی رسول اکرم ﷺ جیسی ہستی سے منہ لڑا بیٹھتی ہے، یہاں تک کہ (بسا اوقات اس کے سرتاج) آپ ﷺ دن بھر غصہ کی حالت میں رہتے ہیں''۔

میں یہ سنتے ہی کھڑا ہوا اور چادر اوڑھ کر اپنی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچ کر پوچھا: بیٹی! کیا تم رسول اللہ ﷺ کی باتوں کا جواب بھی دیتی ہو؛ یہاں تک کہ وہ اس دن ناراض رہتے ہیں؟ میری بیٹی نے عرض کیا: اللہ کی قسم! ہم (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن) کبھی آپ ﷺ کی باتوں کا جواب بھی دیتی ہیں۔ میں نے کہا:

''تَعْلَمِينَ أَنِّي أُحَذِّرُكِ عُقُوبَةَ اللّٰهِ وَغَضَبَ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَا بُنَيَّةُ! لَا يَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبَّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاهَا''.

''بیٹی! میں تمہیں اللہ کی سزا اور اس کے رسول کی ناراضگی سے ڈراتا ہوں۔ بیٹی! اس عورت کی وجہ سے دھوکے میں نہ آ جانا جس کے حسن نے رسول اکرم ﷺ کی محبت حاصل کر لی ہے''۔

یہ اشارہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔

میں نے اپنی بیٹی کو یہ نصیحت کی اور پھر وہاں سے نکل کر ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے

پاس آیا؛ چونکہ وہ بھی میری رشتہ دار تھیں۔

میں نے جب ان سے اس سلسلے میں گفتگو کی تو وہ کہنے لگیں:

''عَجَباً لَکَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ! دَخَلْتَ فِي کُلِّ شَيْءٍ حَتّٰی تَبْتَغِيَ أَنْ تَدْخُلَ بَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ بَیْنَ أَزْوَاجِهٖ''.

''ابن خطاب! تعجب ہے آپ پر، آپ نے ہر معاملہ میں مداخلت کی ہے حتی کہ آپ رسول اکرم ﷺ اوران کی بیویوں کے معاملات میں بھی دخل اندازی کرنا چاہتے ہیں''۔

اللہ کی قسم! ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے میری ایسی گرفت کی کہ میرے غصے کو ٹھنڈا کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ میں ان کے گھر سے باہر نکل آیا۔ میرے ایک انصاری دوست تھے۔ جب میں رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو وہ مجلس کی تمام باتیں آ کر مجھے بتاتے اور جب وہ حاضر نہ ہوتے تو میں انہیں آ کر بتایا کرتا تھا۔ اس وقت ہمیں غسان کے بادشاہ کی طرف سے خوف تھا۔ اس لیے کہ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ (اس زمانہ میں عیسائی وایرانی بادشاہ مسلمانوں کی طاقت کے تئیں غلط فہمی میں مبتلا تھے اور یہ گھمنڈ رکھتے تھے کہ ہم جب بھی چاہیں گے مسلمانوں پر حملہ کر کے یکلخت انہیں نیست ونابود کر دیں گے؛ مگر یہ سارے خیالات غلط ثابت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا)۔ چنانچہ ہمارے دلوں میں ہر وقت یہی خطرہ رہتا تھا۔ ایک دن اچانک میرے انصاری دوست نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: کھولو کھولو۔ میں نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ غسانی (ہم پر حملہ کرنے کے لیے) آ گئے۔ دوست نے کہا: اس سے بھی زیادہ اہم معاملہ پیش آ گیا ہے؛ وہ یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ میں نے کہا: حفصہ اور عائشہ کی ناک خاک آلود ہو۔

اس کے بعد میں اپنا کپڑا پہن کر گھر سے نکل پڑا اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں

پہنچ گیا۔ آپ ﷺ اس وقت اپنے بالا خانہ میں تشریف فرما تھے جس پر سیڑھی کے ذریعے چڑھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کا ایک حبشی غلام (رباح) سیڑھی کے سرے پر موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا: رسول اکرم ﷺ سے عرض کرو کہ عمر بن خطاب آیا ہے اور اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔

میں نے اندر داخل ہونے کے بعد رسول اکرم ﷺ سے اپنی پوری داستان بیان کی۔ جب ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بات پر پہنچا تو آپ ﷺ مسکرانے لگے۔

اس وقت رسول اکرم ﷺ کھجور کی ایک چٹائی پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے جسم اور اس چٹائی کے درمیان کوئی اور چیز (چادر وغیرہ) نہیں تھی۔ آپ ﷺ کے سر کے نیچے ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ پاؤں کی طرف کیکر کے پتوں کا ڈھیر تھا اور سر کی طرف مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَا يُبْكِيكَ؟". "کس بات کی وجہ سے رونے لگے ہو؟"۔

میں نے عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ كِسْرَى وَقَيْصَرَ فِيمَا هُمَا فِيهِ وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ؟!".

"اے اللہ کے رسول! قیصر و کسریٰ تو عیش و آرام میں زندگی گزار رہے ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں (پھر بھی ایسی تنگ اور خشک زندگی گزار رہے ہیں)؟!"۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الآخِرَةُ؟"(۱).

"کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت؟"۔

(۱) بخاری: كتاب التفسير، سورة التحريم (٤٩١٣)، مسلم (١٤٧٩).

ہلکی نماز پڑھانے کی تاکید

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے اور پھر اس کے بعد اپنے محلے میں آ کر لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ بنو سلمہ کا سُلیم نامی ایک آدمی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک رات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو لمبی نماز پڑھائی۔ سلیم رضی اللہ عنہ نے اکیلے ہی نماز پڑھ لیا اور اپنے گھر کو لوٹ گئے۔

معاذ رضی اللہ عنہ سے جب بتایا گیا کہ سلیم رضی اللہ عنہ نے آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھی ہے؛ بلکہ وہ تنہا نماز پڑھ کر مسجد سے نکل گئے ہیں تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایت کی۔ رسول اکرم ﷺ نے شکایت سن کر سلیم رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے معاذ رضی اللہ عنہ کی جماعت سے پیچھے رہ جانے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں دن میں محنت و مشقت سے کام کاج کرنے والا آدمی ہوں، شام ہوتے ہوتے میں اونگھنے لگتا ہوں، مگر جب معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر آتے ہیں اور ہماری امامت کراتے ہیں تو قرأت لمبی کرتے ہیں۔ چنانچہ جب مجھ سے برداشت نہیں ہوا تو میں نے الگ تھلگ ہو کر نماز پڑھ لی اور اپنے گھر جا کر سو گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

"كَيْفَ صَنَعْتَ حِينَ صَلَّيْتَ؟". "اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم نے نماز کیسے پڑھی تھی؟"۔

سلیم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے سورۃ الفاتحہ کے ساتھ ایک سورت پڑھی، (پھر رکوع وسجدہ کر کے) قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھا، پھر اللہ تعالیٰ سے جنت مانگی اور جہنم سے اس کی

پناہ طلب کیا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا اور سلام پھیر کر اپنے گھر کو لوٹ گیا۔

"وَلَسْتُ أُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلاَ دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ".

"اور میں آپ کی اور معاذ کی گنگناہٹ کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا"۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

"هَلْ أُدَنْدِنُ أَنَا وَمُعَاذٌ إِلاَّ لِنُدْخَلَ الجَنَّةَ وَنُعَاذَ مِنَ النَّارِ".

"میری اور معاذ کی گنگناہٹ اس کے سوا بھی کچھ اور ہوتی ہے کہ ہمیں جنت نصیب ہو اور جہنم سے چھٹکارا مل جائے"۔

پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"لاَ تَكُنْ فَتَّانًا تَفْتِنُ النَّاسَ، ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَصَلِّ بِهِمْ قَبْلَ أَنْ يَنَامُوا".

"تم (لمبی نمازیں پڑھا کر) فتنہ گر نہ بن جاؤ کہ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کر دو۔ جاؤ اور انہیں سونے سے قبل قبل ہی نماز پڑھا دو"۔

اس مقدمہ کے بعد سلیم رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے معاذ! جب کل کو دشمنوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوگی تو عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کیا چیز ہوں اور آپ کیا؟

چنانچہ جنگ اُحد کے دن سلیم رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لہراتے ہوئے میدان میں نکلے اور آواز دینے لگے: اے معاذ! چلئے میدان میں دشمنوں کے سامنے نکلئے۔ مگر معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی آواز سن کر میدان کارزار میں آگے قدم نہیں بڑھایا۔ سلیم رضی اللہ عنہ خود ہی آگے بڑھے اور انتہائی جوش وخروش کے ساتھ مردانہ وار لڑائی کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر لیا۔

اس کے بعد جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس سلیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے: سلیم رضی اللہ عنہ نے اللہ کو اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ معاذ جھوٹا نکلا (۱)۔

(۱) كشف الأستار (۱/۲۵۷). انظر: مجمع الزوائد (۲/۱۳۲، ۱۳۳).

ہند رضی اللہ عنہا کی بات پر رسول اکرم ﷺ کی ہنسی

رسول اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو عورتوں سے بیعت لینا شروع کیا۔ آپ ﷺ صفا پہاڑی پر تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ سے نیچے تھے اور آپ ﷺ کے حکم پر وہ عورتوں سے بیعت لے رہے تھے اور انہیں آپ کی باتیں پہنچا رہے تھے۔ اسی دوران ابوسفیان کی بیوی ہند رضی اللہ عنہا بھیس بدل کر آئیں۔ دراصل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ انہوں نے جو حرکت کی تھی اس کی وجہ سے وہ خاصا خوفزدہ تھیں کہ کہیں رسول اکرم ﷺ انہیں پہچان نہ لیں۔

رسول اکرم ﷺ نے عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"أُبَايِعُكُنَّ عَلَى أَنْ لاَ تُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئاً".

"میں تم عورتوں سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے سوا کسی غیر کو شریک نہ کرو گی"۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہی بات دہراتے ہوئے عورتوں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہیں کریں گی۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"وَلاَ تَسْرِقْنَ".

"اور چوری نہ کریں گی"۔

اس پر ہند رضی اللہ عنہا بول اٹھیں:

"إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَإِنْ أَنَا أَصَبْتُ مِنْ مَالِهِ هَنَاتٍ؟".

"میرے شوہر ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، اگر میں ان کے مال سے کچھ لے لوں تو؟"۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جو وہیں موجود تھے، کہا: تم جو کچھ لے لو وہ تمہارے لیے حلال ہے۔

رسول اکرم ﷺ اس پر ہنس پڑے اور ہند کو پہچان کر پوچھا:

"وَإِنَّكِ لَهِنْدٌ؟".

"اچھا... تو تم ہند ہو؟"۔

ہند رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہاں، اے اللہ کے نبی! جو کچھ گزر چکا ہے اسے معاف فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے بیعت کے لیے آنے والی خواتین سے فرمایا:

"وَلَا يَزْنِينَ".

"اور زنا نہ کروگی"۔

اس پر ہند رضی اللہ عنہا بول اٹھیں:

"أَوَ تَزْنِي الْحُرَّةُ؟".

"بھلا کہیں آزاد عورت بھی زنا کا ارتکاب کرتی ہے"۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ".

"اور اپنی اولاد کو قتل نہ کروگی"۔

ہند رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

"رَبَّيْنَاهُمْ صِغَاراً وَقَتَلْتُمُوهُمْ كِبَاراً فَأَنْتُمْ وَهُمْ أَعْلَمُ".

"ہم نے تو بچپن میں انہیں پالا پوسا مگر بڑے ہونے پر آپ لوگوں نے انہیں قتل کر دیا، اس لیے آپ اور وہ ہی بہتر جانیں"۔

واضح رہے کہ ہند رضی اللہ عنہا کا بیٹا حنظلہ بن ابوسفیان بدر کی جنگ میں قتل کیا گیا تھا۔

یہ سن کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہنستے ہنستے چت پڑ گئے اور رسول اکرم ﷺ بھی مسکرانے

لگ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ".

"اور بہتان تراشی نہ کروگی"۔

ہند رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! بہتان بہت ہی بری بات ہے، اور واقعی آپ ﷺ ہمیں رشد وہدایت اور مکارم اخلاق کا حکم فرماتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ".

"اور کسی معروف بات میں رسول کی نافرمانی نہ کروگی"۔

ہند رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس مجلس اپنے دل میں یہ بات لے کر نہیں بیٹھی ہیں کہ آپ کے حکم کی نافرمانی کریں گی۔

بیعت کے بعد ہند رضی اللہ عنہا جب اپنے گھر کو واپس ہوئیں تو اپنے بت کو توڑنے لگیں۔ توڑتی جاتیں اور کہتی جاتیں:

"كُنَّا مِنْكَ فِي غُرُورٍ!".

"ہم تیرے متعلق دھوکے میں تھے!"(۱)۔

صحیح بخاری ومسلم میں بھی اس واقعہ کی اصل مذکور ہے؛ البتہ اس میں رسول اکرم ﷺ کے مسکرانے یا ہنسنے کی بات نہیں آئی ہے(۲)۔

---

(۱) انظر: مدارك التنزيل للنسفي، تفسير آية البيعة في سورة الممتحنة (۱۷۹۸/۳).

(۲) بخاری (۳۸۲۵)، مسلم (۱۷۱٤).

یہ تیر پھینکو!

احد کے دن خاتمۂ جنگ پر مومن عورتیں میدانِ جہاد میں پہنچیں۔ ان ہی عورتوں میں ام اَیمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ انہوں نے جب شکست خوردہ مسلمانوں کو دیکھا کہ مدینہ میں گھسنا چاہتے ہیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکنے لگیں اور ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے کہنے لگیں:

''هَاکَ الْمِغْزَلَ وَهَلُمَّ سَيْفَکَ''.

''یہ سوت کاتنے کا تکا(۱) لو اور ہمیں تلوار دو''۔

اس کے بعد تیزی سے میدان جنگ میں پہنچیں اور زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔ اسی دوران ان پر حبان بن عرقہ نے تیر چلایا جس سے وہ گر کر بے پردہ ہو گئیں۔ اس پر اللہ کے اس دشمن نے بھر پور قہقہہ لگایا۔ یہ بات رسول اکرم ﷺ پر بہت گراں گزری اور آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بغیر اَنی کا ایک تیر دے کر فرمایا: ''یہ تیر پھینکو!''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تیر چلایا تو وہ جا کر حبان کے حلق میں لگا۔ وہ چت گرا اور اس کا پردہ کھل گیا۔ اس پر رسول اکرم ﷺ کھلکھلا کر ہنس پڑے جس سے آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ پھر فرمایا:

''اسْتَقَادَ لَهَا سَعْدٌ، أَجَابَ اللَّهُ دَعْوَتَهُ''.

''سعد نے ام اَیمن کا بدلہ چکا لیا، اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشے''(۲)۔

---

(۱) سوت کاتنا عرب کی عورتوں کا خاص کام تھا۔ یہ کہہ کر ام ایمن نے مسلمان مردوں کو غیرت دلائی جیسے ہمارے ملک میں کوئی عورت کسی مرد کو جوش وغیرت دلاتے ہوئے کہے: یہ چوڑی لو اور تلوار دو۔

(۲) السيرة الحلبية (۲/ ۲۲). یہ واقعہ صحیح مسلم (۲۴۱۲) میں بھی وارد ہے۔

خندق کے دن رسول اکرم ﷺ کی ہنسی

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خندق کے دن ایک آدمی اپنی ڈھال سے بچاؤ کرنے کے لیے کبھی اسے اپنی ناک کے اوپر کر لیتا اور کبھی نیچے کر لیتا تھا۔ میں نے اپنے ترکش سے ایک سیاہی مائل بسرخ تیر نکالا اور کمان پر چڑھا لیا۔ پھر جب اس آدمی نے ڈھال کو اپنی ناک سے نیچے کیا تو میں نے تیر چلایا جو جا کر اس کی پیشانی پر لگا۔ چنانچہ وہ زمین پر ڈھرام سے گر پڑا اور اس کا پاؤں اٹھ گیا۔

یہ دیکھ کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے جس سے آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں (۱)۔

نبی کریم ﷺ کے ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ کافر ڈھال سے بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو نشانہ لگایا اس سے وہ نہیں بچ سکا۔

---

(۱) أحمد (۱/۱۸٦)، وقال الأرنؤوط فی تحقیقه: إسناده ضعیف لجهالة محمد بن محمد بن الأسود، وباقی رجاله ثقات رجال الشیخین، وأخرجه الترمذی فی الشمائل (۲۲٤)، والبزار (۱۱۳۱)، والشاشی (۹٤ و ۹٥).

کوثر کیا ہے تمہیں معلوم ہے؟

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران آپ ﷺ پر ہلکی سی اونگھ طاری ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا۔

ہم حاضرین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے کس وجہ سے تبسم فرمایا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی ابھی میرے اوپر ایک سورت نازل ہوئی ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے سورۃ الکوثر کی تلاوت فرمائی اور فرمایا:

''أَتَدْرُونَ مَاالكَوْثَرُ؟''.

''کوثر کیا ہے تمہیں معلوم ہے؟''۔

ہم لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے، اس میں خیر کثیر ہے، وہ ایک حوض ہے جس کے پاس قیامت کے دن میرے امتی آئیں گے۔ اس کے آبخورے تاروں کے برابر ہیں۔ وہاں آنے والے میرے امتی میں سے کچھ لوگوں کو نکال باہر کیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے پروردگار! یہ تو میرے ہی امتی ہیں (پھر انہیں حوض کوثر تک آنے سے کیوں روکا جا رہا ہے)؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات وخرافات پیدا کر لیں''(۱)۔

---

(۱) مسلم (٤٠٠)، أبو داود (٤٧٤٧)، أبويعلىٰ (٣٩٥١).

چچا جان! آپ جتنا مال چاہیں لے لیجیے!

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین سے اَسّی ہزار کی مالیت مدینہ منورہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ کا دستور تھا کہ اس واقعہ سے پہلے یا اس کے بعد جب بھی زیادہ یا کم مال آپ کی خدمت میں آتا تو آپ کے حکم سے اسے دَری پر بکھیر دیا جاتا اور اس کے بعد نماز کے لیے اذان دی جاتی (تا کہ لوگ اکٹھا ہو جائیں اور مال لے جائیں)۔

غرض اس دفعہ بھی رسول اکرم ﷺ مال کے پاس آ کر کھڑا ہو گئے اور آنے والے لوگوں کو اس میں سے دینے لگے۔ اس دن گنتی اور وزن کا کوئی اعتبار نہ تھا؛ بلکہ آپ لپ بھر بھر کر لوگوں کو دیے جا رہے تھے۔ اتنے میں آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں نے جنگِ بدر کے دن اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور اپنے بیٹے عقیل کی طرف سے بھی۔ اس وقت عقیل کے پاس کوئی مال نہیں تھا، میں نے اپنے ہی مال سے اس کو فدیہ دیا تھا، اس لیے آپ مجھے بھی اس مال میں سے عنایت فرمایئے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''چچا جان! آپ جتنا مال چاہیں لے لیجیے''۔

چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ اپنی چادر میں مال سمیٹ کر رکھنے لگے۔ جب اٹھانا چاہا تو وہ اتنا بھاری تھا کہ ان سے اکیلے اٹھ نہیں سکا۔ انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور رسول اکرم ﷺ کی طرف دیکھ کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ یہ مال میری پیٹھ پر اٹھا دیجیے۔

رسول اکرم ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس میں ایک کو تو پورا کر دیا، دوسرے کے بارے

میں مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوگا؟"۔

نبی کریم ﷺ کا اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف تھا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْراً يُؤْتِكُمْ خَيْراً مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"اے نبی! اپنے تلے کے قیدیوں سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا (یعنی جو فدیہ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں اللہ تعالیٰ قبول اسلام کے بعد عطا فرما دے گا)، اور پھر تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا"۔ [الانفال:۷۰]

رسول اکرم ﷺ نے اس کے بعد فرمایا:

"یہ مال پہلے (فدیہ) لیے گئے مال سے بہتر ہے (جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور پورا بھی کیا)، مگر مغفرت کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کیا کرے گا (جس کا وعدہ بھی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے)؟"[1]۔

---

(۱) مستدرك الحاكم (۳/۳۲۹)، وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه، ووافقه الذهبي في التلخيص، طبقات ابن سعد (۴/۱۱)، سير أعلام النبلاء (۲/۸۹).

مردوں کی خوبصورتی کیا ہے؟

ابوجعفر محمد بن علی بن حسین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے ایک جوڑا پہن رکھا تھا۔ ان کے بالوں کی دو چوٹیاں لٹک رہی تھیں۔ اور وہ گورے چٹے آدمی تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو مسکرانے لگے۔

عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کس بات سے آپ مسکرا رہے ہیں اے اللہ کے رسول!؟ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر بھر خوش رکھے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أَعْجَبَنِی جَمَالُ عَمِّ النَّبِیِّ!".

"نبی کے چچا کا حسن و جمال مجھے اچھا لگا"۔

عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"مَالجَمَالُ فِی الرِّجَالِ؟".

"مردوں کی خوبصورتی کیا ہے؟"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللِّسَانُ".

"زبان"(۱)۔

---

(۱) مستدرك الحاكم (۳/۳۲۹)، وقال الذهبی: مرسل.

سواری پر چڑھتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی ہنسی

علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کے پاس ایک سواری کا جانور لایا گیا۔ جب آپ نے زین میں اپنا پاؤں رکھا تو تین مرتبہ بسم اللہ پڑھا اور سواری پر جب اچھی طرح سے بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا۔ پھر یہ دعا پڑھی:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾

"پاک ذات ہے اس کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا؛ حالانکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی، اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔

[زخرف:۱۳، ۱۴]

یہ دعا پڑھنے کے بعد تین مرتبہ الحمد للہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا کی:

"سُبْحَانَكَ إِنِّي قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْلِي فَإِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ".

"تو پاک ہے، میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، تو مجھے بخش دے، گناہوں کو تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں"۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے۔

میں (علی بن ربیعہ) نے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ کس بات کی وجہ سے ہنس رہے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جیسا میں نے ابھی کیا ہے، اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے بھی کیا تھا اور میری ہی طرح ہنسا بھی تھا۔ میں نے بھی آپ ﷺ سے یہی بات پوچھی تھی کہ اے اللہ کے رسول! آپ کس وجہ سے ہنس پڑے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ رَبَّکَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ: رَبِّ اغْفِرْلِي ذُنُوبِي إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرُکَ“.

”تمہارا رب اپنے بندے کی اس دعا سے خوش ہوتا ہے جب کہ بندہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! تو میرے گناہوں کو بخش دے، تیرے سوا گناہوں کی بخشش کرنے والا کوئی اور نہیں ہے“(۱)۔

(۱) [صحیح] سنن الترمذی (۳٤٤٦)، شمائل الترمذی (۲۳۳)، أحمد (۹۷/۱)، أبوداود (۲٦۰۲)، ابن حبان (۲٦۹۸)، السنن الکبری للبیهقی (۲۵۲/۵)، حاکم (۹۹/۲)، الطبرانی فی الدعاء (۷۷۹)، والأوسط (۱۷۷)، عمل الیوم واللیلة للنسائی (۵۰۲)، أبو یعلیٰ (۵۸٦).

خیر ہی خیر!

صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے درمیان جلوہ افروز تھے۔ یکا یک آپ ﷺ کو ہنسی آ گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَلَا تَسْأَلُونِي مِمَّ أَضْحَكُ؟".

"تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں کس وجہ سے ہنس پڑا"۔

صحابہ کرام نے دریافت فرمایا: کس وجہ سے آپ ہنس پڑے اے اللہ کے رسول!؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَجِبْتُ لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، إِنْ أَصَابَتْهُ مَا يُحِبُّ حَمِدَ اللَّهَ وَكَانَ لَهُ خَيْرٌ، وَإِنْ أَصَابَهُ مَا يَكْرَهُ فَصَبَرَ كَانَ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ كُلُّ أَحَدٍ أَمْرُهُ خَيْرٌ لَهُ إِلَّا الْمُؤْمِنَ"(۱).

"مومن کے معاملہ کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ اس کا ہر کام خیر ہی خیر ہے۔ اگر اسے کوئی من پسند چیز ملتی ہے تو وہ اس پر اللہ کا شکر کرتا ہے، یہ بات اس کے لیے خیر ہی ہے۔ اور اگر اسے کوئی ناگوار چیز لاحق ہوتی ہے تو پھر وہ صبر سے کام لیتا ہے، اور یہ بھی اس کے حق میں خیر ہی ہے۔ اور مومن کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کا ہر کام خیر ہو"۔

صہیب رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں(۲):

"الْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى فِيِّ امْرَأَتِهِ".

"مومن ہر کام میں اجر دیا جاتا ہے؛ حتیٰ کہ اس لقمہ میں بھی جو بیوی کے منہ میں ڈالے"۔

---

(۱) أحمد (۶/۱۶)، الدارمي (۲۷۷۷)، الطبراني في الكبير (۷۳۱۶). انظر: مسلم (۲۹۹۹).

(۲) الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد (۱۹/۱۲۹).

سمندر میں مجاہدین اسلام

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب کبھی قباء تشریف لے جاتے تو ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا (جو ام سلیم رضی اللہ عنہا کی سگی بہن اور انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں) کے گھر بھی جاتے تھے اور وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلاتی تھیں اور وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔

ایک دن جب رسول اکرم ﷺ ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور آپ ﷺ کے سر کی جوئیں تلاش کرنے لگیں (چونکہ وہ آپ ﷺ کی محرم تھیں)۔ اسی دوران آپ ﷺ کو نیند آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو انہوں نے پوچھا: کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں یا رسول اللہ!؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ".

"میری امت کے چند لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے (خواب میں) پیش کیے گئے، جو اس سمندر کے اوپر (کشتیوں میں) سوار ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں"۔

ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ وہ مجھے ان مجاہدین میں بنائے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دی اور پھر اپنا سر رکھ کر سو گئے۔ پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔

ام حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کس بات سے آپ ہنس رہے ہیں اے اللہ کے رسول!؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے (خواب میں) پیش کیے گئے جو اس سمندر کے اوپر سوار ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں''۔

ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ میرے لیے اللہ سے دعا کر دیں کہ وہ مجھے بھی ان مجاہدین کے ساتھ کر دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَنْتِ مِنَ الأَوَّلِينَ''.

''تو اس گروہ کے سب سے پہلے لوگوں میں ہوگی''۔

چنانچہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے امیر معاویہ کے زمانہ میں (جب وہ شام پر گورنر کی حیثیت سے مقرر تھے) سمندری سفر کیا اور خشکی پر اترنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں[1]۔

---

(١) بخاری (٦٢٨٢، ٦٢٨٣)، مسلم (١٩١٢)، أبوداود (٢٤٩٠)، ترمذی (١٦٤٥)، نسائی (٦/٤٠)، ابن ماجه (٢٧٧٦)، دارمی (٢٤٢١)، أحمد (٣/٢٤٠، ٢٦٤).

ہنسی کے بعد آنسو!

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ ہنس پڑے جس کی وجہ سے آپ کے آگے کے دونوں دانت نظر آ گئے۔ مجلس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ کس وجہ سے ہنسے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری امت کے دو آدمی اللہ رب العزت کے سامنے (مقدمہ لیکر) حاضر ہوں گے۔

مظلوم کہے گا: ''يَا رَبِّ! خُذْ لِي مَظْلِمَتِي مِنْ أَخِي''.

''میرے پروردگار! میرے اس بھائی نے مجھ پر جو ظلم کیا ہے اس کا بدلہ دلا دے''۔

اللہ تعالیٰ مظلوم سے فرمائیں گے:

''فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِأَخِيكَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِهِ شَيْءٌ؟''.

''تیرے اس بھائی سے میں کس طرح بدلا دلاؤں جب کہ اس کے پاس کوئی نیکی باقی ہی نہیں ہے؟''۔

مظلوم کہے گا: ''فَلْيَحْمِلْ مِنْ أَوْزَارِي''.

''میرے پروردگار! تو پھر میرے گناہوں کا بوجھ ہی اس پر لاد دے''۔

اتنا فرمانے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی آنکھیں رونے کی وجہ سے ڈبڈبا گئیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ (قیامت کا) دن بہت ہی عظیم دن ہوگا، لوگ چاہیں گے کہ ان کے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس مظلوم سے فرمائیں گے: ذرا اپنی نگاہ اٹھا کر ان جنتوں کو تو

دیکھو۔ وہ اپنا سر اٹھا کر دیکھے گا تو کہے گا: اے اللہ! میں تو سونے سے بنے ہوئے شہر اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں جن میں ہیرے جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ آخر یہ کس نبی کے لیے ہیں؟ یا کس صدیق کے لیے ہیں؟ یا کس شہید کے لیے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: یہ سب اس آدمی کے لیے ہیں جو ان کی قیمت ادا کرے گا۔ مظلوم کہے گا: میرے پروردگار! بھلا ان کی قیمت کون ادا کرنے کی سکت رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تیرے پاس تو سکت ہے۔ مظلوم کہے گا: کیسے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اپنے ظالم بھائی کو معاف کرنے کے عوض۔ وہ کہنے لگے گا: میرے پروردگار! میں نے اپنے ظالم بھائی کو معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو پھر اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور اسے جنت میں داخل کر دو"۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُصْلِحُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ".

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے درمیان صلح سپاٹ کر لیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان صلح کراتا ہے"(۱)۔

---

(۱) مستدرك الحاكم (٥٧٥/٤)، وقال: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

دل میں کیا پلان بنا رہے تھے؟

ابن ہشام کہتے ہیں: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ فضالہ بن عمیر بن ملوح رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے سال دورانِ طواف رسول اکرم ﷺ کو قتل کر دینا چاہا۔ جب وہ رسول اکرم ﷺ کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا:

"أَفَضَالَةُ؟". "فضالہ ہو؟"۔

انہوں نے عرض کیا: ہاں، میں فضالہ ہوں اے اللہ کے رسول۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَاذَا كُنْتَ تُحَدِّثُ بِهِ نَفْسَكَ؟".

"تم اپنے دل میں کیا پلان بنا رہے تھے؟"۔

انہوں نے عرض کیا: کچھ نہیں، میں تو اللہ کے ذکر واذکار میں مشغول تھا!

آپ ﷺ ان کی بات سن کر ہنس پڑے اور فرمایا:

"اسْتَغْفِرِ اللَّهَ". "اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کرو"۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک فضالہ رضی اللہ عنہ کے سینے پر رکھ دیا؛ چنانچہ ان کا دل مطمئن و پرسکون ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد فضالہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

"وَاللَّهِ! مَا رَفَعَ يَدَهُ عَنْ صَدْرِي حَتَّى مَا مِنْ خَلْقِ اللَّهِ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ".

"اللہ کی قسم! رسول اکرم ﷺ نے جب اپنا ہاتھ میرے سینے سے ہٹایا تو میں ایسا ہو گیا کہ میرے نزدیک اللہ کی مخلوق میں آپ سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں تھی (۱)"۔

---

(۱) البداية والنهاية (٦/٥٨٤) دار هجر، سيرة ابن هشام (٤/٦٥) دار إحياء التراث العربي.

بچوں سے شفقت کی ایک اعلیٰ مثال

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نے مجھے کسی کام سے بھیجا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا؛ حالانکہ میرے دل میں تھا کہ نبی کریم ﷺ جہاں بھیج رہے ہیں وہاں جاؤں گا۔ چنانچہ میں گھر سے نکلا اور ان بچوں کے پاس پہنچ گیا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ (میں بھی وہاں کھیل دیکھنے لگا) اتنے میں رسول اکرم ﷺ بھی وہاں آ پہنچے اور میرا سر پیچھے سے پکڑ لیا۔ میں نے جو گھوم کر دیکھا تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''يَا أُنَيْسُ! أَ ذَهَبْتَ حَيْثُ أَمَرْتُكَ؟''.

''اے انیس! میں نے تمہیں جہاں بھیجا تھا، وہاں جاتے ہو یا نہیں؟''۔

میں نے اس دفعہ عرض کیا: ہاں، اب جاتا ہوں اے اللہ کے رسول۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

'' وَاللّٰهِ! لَقَدْ خَدَمْتُهُ تِسْعَ سِنِينَ، مَا عَلِمْتُهُ قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَ كَذَا؟ أَوْ لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ: هَلَّا فَعَلْتَ كَذَا وَ كَذَا''[1].

''اللہ کی قسم! میں نے رسول اکرم ﷺ کی نو سال تک خدمت کی، مگر کوئی بھی کام جو میں نے کیا اس کے بارے میں آپ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اسی طرح کوئی بھی کام جو میں نے نہیں کیا اس کے بارے میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟''۔

(۱) مسلم (۲۳۱۰)، أبو داود (٤٧٧٣).

انسان کے جوارح (ہاتھ پاؤں) بھی وفادار نہیں!

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

"هَلْ تَدْرُونَ مِمَّ أَضْحَكُ؟".

"تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا؟"۔

ہم لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں بندہ کے اپنے رب کے ساتھ گفتگو کو یاد کر کے ہنس پڑا، وہ یہ کہ بندہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے کہے گا: اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھے ظلم سے محفوظ نہیں رکھا تھا؟ اللہ تعالیٰ کہیں گے: ہاں ہاں۔ بندہ کہے گا: تو پھر آج میں اپنے آپ پر اپنے علاوہ کسی اور کی گواہی قبول نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ٹھیک ہے، آج تیری گواہی اور کراماً کاتبین کی گواہی ہی کافی ہے۔ پھر اس (بندہ) کے منہ پر مہر ثبت کر دی جائے گی اور اس کے جوارح کو گواہی دینے کے لیے کہا جائے گا۔ اس کے اعضاء و جوارح اس کے ہر کام کی تفصیل بیان کرنے لگیں گے۔ پھر بندہ کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ بندہ اپنے ہی خلاف اپنے جوارح (ہاتھ پاؤں) کی یہ گواہی سن کر کہے گا:

"بُعْداً لَكُنَّ وَسُحْقاً، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ".

"تمہارے لیے دوری ہو، تمہارے لیے بربادی ہو! آخر تمہارے ہی لیے تو میں جھگڑا کرتا تھا (یعنی مجھے تمہارا ہی بچانا مقصود تھا، سو تم خود ہی اقرار کر بیٹھے، اب جہنم میں جاؤ)"(۱)۔

(۱) مسلم: كتاب الزهد والرقائق (۲۹۶۹).

بیوی نے اشعار کو قرآن سمجھ لیا!

ایک دن کا واقعہ ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے ہوئے تھے۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس سے نکل کر اپنی لونڈی کے کمرے میں گئے اور اس سے جماع کرنے لگے۔ جب ان کی بیوی کو احساس ہوا کہ شوہر بستر پر نہیں ہیں تو وہ جلدی سے بیدار ہوئی اور اپنے شوہر کو پاس میں موجود نہ پا کر کمرے سے باہر نکلی۔ دیکھا کہ اس کے شوہر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لونڈی کے پیٹ پر ہیں (یعنی جماع کر رہے ہیں)۔ وہ دوڑی ہوئی گئی اور چاقو لے کر آئی۔ اتنے میں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہوشیار ہو گئے اور لونڈی کے پاس سے نکل کر اپنی بیوی سے آ ملے۔ بیوی کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر کہنے لگے: کیا بات ہے، یہ چاقو کس لیے ہاتھ میں لے کر پھر رہی ہو؟

بیوی کہنے لگی: ''أَمَا إِنِّي لَوْ وَجَدْتُكَ حَيْثُ كُنْتَ لَوَجَأْتُكَ بِهَا''.

''میں اگر تمہیں وہاں پا لیتی جہاں تم تھے تو اس چاقو سے تمہیں گھونپ دیتی''۔

[سیر أعلام النبلاء میں لکھا ہوا ہے کہ بیوی کہنے لگی: ''لَقَدِ اخْتَرْتَ أَمَتَكَ عَلَى حُرَّتِكَ؟''. ''تو نے اپنی آزاد بیوی کو چھوڑ کر اپنی لونڈی کو اختیار کیا ہے؟''۔]

عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے انجان بن کر پوچھا: میں کہاں تھا؟!

بیوی کہنے لگی: لونڈی کے پیٹ پر!

عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں نہیں، تمہاری نظر نے خطا کی ہے!

بیوی کہنے لگی: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، چونکہ رسول اکرم ﷺ نے جنبی کو قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے اگر تم بھی جنبی نہیں ہو تو قرآن پڑھو؛ تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ تم نے لونڈی سے

صحبت نہیں کی ہے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بیوی کے سامنے یہ اشعار پڑھنے لگے:

أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُو كِتَابَهُ ... كَمَا لَاحَ مَشْهُودٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ

ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے ہیں، وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جیسے فجر طلوع ہوتا ہے۔

أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا ... بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنْ مَا قَالَ وَاقِعُ

گمراہی کے بعد انہوں نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھلائی ہے، ہمارے دلوں کو ان پر پورا یقین ہے کہ وہ جو کچھ فرماتے وہ ضرور ہوتا ہے۔

يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ ... إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْكَافِرِينَ الْمَضَاجِعُ

وہ اپنے بستر سے پہلو الگ رکھ کر رات (تہجد میں) گزارتے ہیں، جب کہ کافروں کو ایسا لیٹنا گراں ہوتا ہے۔

[سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہوا ہے کہ بیوی نے ایک ایک شعر سن کر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کہا: "فَزِدْنِي آيَةً". "ذرا ایک اور آیت پڑھ کر سناؤ"۔]

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کو بیوی نے قرآن سمجھ لیا اور پھر کہنے لگی:

"آمَنْتُ بِاللَّهِ وَكَذَّبْتُ بَصَرِي".

"میں اللہ پر ایمان لائی اور اپنی نظر کو جھٹلا رہی ہوں"۔

صبح جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بیوی کے اس واقعہ سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ کھلکھلا کر ہنس پڑے جس سے آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں (اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر کوئی نکیر نہیں کی)(۱)۔

(۱) الأذكياء لابن الجوزي (۵۷) دار ابن حزم. صرف اشعار بخاری (۱۱۵۵، ۶۱۵۱) میں بھی ہیں، أحمد (۳/۴۵۱)، فتح الباري (۳/۵۱)، سير أعلام النبلاء (۱/۲۳۸).

شیطان کی کھلواڑ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے۔

اس کا خواب سن کے رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

"إِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِأَحَدِكُمْ فِي مَنَامِهِ فَلاَ يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ".

"جب شیطان کسی سے خواب میں کھلواڑ کرے تو وہ لوگوں سے بیان نہ کرے"(۱)۔

خواب کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اگر کسی کو برا خواب نظر آئے تو وہ اپنے بائیں جانب تین دفعہ تھک تھکائے، اور شیطان سے اور جو کچھ دیکھے اس سے تین دفعہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے، اور اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرے، اور جس پہلو پر وہ لیٹا تھا اس سے پلٹ کر دوسری کروٹ ہو جائے۔ اور اگر خواب اچھا ہو تو اسے کسی جانکار و تجربہ کار نیک عالم سے بیان کر سکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے مروی حدیث کے مطابق خواب تین طرح کے ہوتے ہیں:

"الرُّؤْيَا ثَلاَثَةٌ: فَبُشْرَى مِنَ اللَّهِ وَحَدِيثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ".

"خواب تین طرح کے ہوتے ہیں: اللہ کی طرف سے بشارت، دل کی بات اور شیطان کا ڈرانا"(۲)۔

---

(۱) مسلم (۲۲٦٨).

(۲) صحيح الجامع (۳۵۳۳).

چٹیل میدان میں لشکر کے دھنسنے کی پیشین گوئی

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ اچانک خواب میں ہنسنے لگے۔ جب بیدار ہوئے تو میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنس رہے تھے؟

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کے چند لوگ ایک آدمی کی وجہ سے خانۂ کعبہ پر چڑھائی کی نیت سے نکلیں گے، جو حرم شریف میں پناہ گزیں ہوگا۔ جب وہ بیداء (چٹیل میدان) میں ہوں گے تو انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ان کے ارادے اور طریقے مختلف ہوں گے، مگر اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کے مطابق انہیں (قیامت کے دن) اٹھائے گا''۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ انہیں کیسے ان کی نیتوں کے مطابق اٹھائے گا جبکہ ان کے ارادے اور طریقے مختلف ہیں؟!

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جَمَعَهُمُ الطَّرِيقُ، مِنهُمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَابْنُ السَّبِيلِ وَالْمَجْبُورُ، يَهْلِكُونَ مَهْلِكًا وَاحِداً وَيَصْدُرُونَ مَصَادِرَ شَتَّى''.

''انہیں ایک راستہ اکٹھا کرے گا، ان میں صاحبِ بصیرت ہوں گے، مسافر ہوں گے اور مجبور ومظلوم ہوں گے۔ وہ سب ایک ساتھ ہی ہلاک ہو جائیں گے (اور ان میں برا بھلا سب ہوں گے)؛ مگر وہ سب اپنی نیتوں کے مطابق (قیامت کے دن) اٹھائے جائیں گے''[1]۔

---

(۱) أحمد (۶/۱۰۵). یہ حدیث مسلم (۲۸۸۴) اور بخاری (۲۱۱۸) میں بھی آئی ہے، مگر ان میں ہنسنے کا ذکر نہیں ہے.

وضو سے گناہ جھڑتے ہیں

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پانی منگایا اور اس سے وضو کیا۔ آپ نے کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا، تین تین دفعہ اپنے بازوؤں کو دھویا، اپنے سر کا مسح کیا اور اس کے بعد اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ اور پھر ہنسنے لگے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ آخر میں کس بات سے ہنسنے لگا؟

ساتھیوں نے پوچھا: امیر المومنین! آخر آپ کیوں ہنس پڑے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کا پانی منگایا اور ویسے ہی وضو کیا جیسا کہ میں نے ابھی کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ ہنسنے لگے اور ساتھیوں سے فرمایا:

"أَلَا تَسْأَلُونِي مَا أَضْحَكَنِي؟".

"تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں کس بات سے ہنس پڑا؟"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کس بات سے آپ ہنسے اے اللہ کے رسول!؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بندہ جب وضو کا پانی لے کر اس سے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے سارے (صغیرہ) گناہ مٹا دیتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ اپنے بازوؤں کو دھوتا ہے، سر کا مسح کرتا ہے اور اپنے پاؤں کو صاف کرتا ہے تو ان سارے حصوں کے گناہ بھی اللہ تعالیٰ مٹا دیتے ہیں"[1]۔

(۱) [صحیح لغیرہ] أحمد (۱/۵۸)، مجمع الزوائد (۱/۲۲٤): اس کی شاہد حدیث مسلم (۲۴۴) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

زنجیر میں جکڑے ہوئے جنتی

مسند احمد میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اچانک ہنس پڑے۔ ہم حاضرین نے پوچھا: کس بات سے آپ ہنس پڑے اے اللہ کے رسول!؟

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ يُقَادُونَ فِي السَّلاسِلِ إِلَى الجَنَّةِ".

"مجھے ان لوگوں کے بارے میں سوچ کر تعجب ہو رہا ہے جو زنجیروں میں جکڑ کر جنت میں داخل کیے جائیں گے"(۱)۔

مسند احمد ہی کی ایک دوسری روایت میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں خندق کی کھدائی میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے ایک بڑا کلہاڑا لیا اور اس سے خندق کی کھدائی کرنے لگے۔ کھدائی کے دوران ایک پتھر آڑے آ گیا۔ آپ ﷺ ہنس پڑے۔ پوچھا گیا: کس بات سے آپ ہنس رہے ہیں اے اللہ کے رسول!؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ضَحِكْتُ مِن نَاسٍ يُؤتَى بِهِمْ مِنْ قِبَلِ المَشْرِقِ فِي النُّكُولِ يُسَاقُونَ إِلَى الجَنَّةِ".

"میں ان لوگوں کی وجہ سے ہنسنے لگا جنہیں مشرق کی جانب سے مضبوط بیڑیوں میں جکڑ کر لایا جائے گا اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا"(۲)۔

---

(۱) أحمد (٥/٢٤٩). یہ حدیث بخاری (۳۰۱۰) میں بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر اس میں ہنسنے کا ذکر نہیں ہے.

(۲) أحمد (٥/٣٣٨)، الطبرانی فی الکبیر (٥٧٣٣)، مجمع الزوائد (٥/٣٣٣).

مشکل کے ساتھ آسانی ہے

حسن بن علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ''مشکل کے ساتھ آسانی ہے''۔ [الشرح: ۵] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ گھر سے خوشی خوشی ہنستے ہوئے نکلے اور فرمایا:

''لَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ، إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً، إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً''.

''ایک مشکل دو آسانی پر ہرگز غالب نہیں آسکتی؛ یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے، یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے''(۱)۔

ابوحنظلہ! یہ آپ کہہ رہے ہیں؟!

ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بسا اوقات رسول اکرم ﷺ سے مذاقاً کہا کرتے تھے:

''وَاللَّهِ! إِنْ هُوَ إِلَّا أَنْ تَرَكْتُكَ الْعَرَبُ فَمَا انْتَطَحَتْ جَمَّاءُ وَلاَ ذَاتُ قَرْنٍ''.

''اللہ کی قسم! آپ ہی ہیں جن کو عرب نے (خوش قسمتی سے) چھوڑ دیا ہے؛ نہ تو بغیر سینگ والی بکری نے مارا اور نہ ہی سینگ والی بکری نے!!''۔

رسول اکرم ﷺ یہ سن کر ہنسنے لگتے اور فرماتے:

''أَنْتَ تَقُولُ ذَاكَ يَا أَبَا حَنْظَلَةَ؟!''.

''ابوحنظلہ! یہ آپ کہہ رہے ہیں؟!''(۲)۔

---

(۱) مستدرك الحاكم (۲/۵۲۷)، وأخرجه عبد الرزاق في المصنف، وابن جرير والبيهقي في الكبرى كما في الدر المنثور (٦/٦١٧)، وهو مرسل صحيح الإسناد.

(۲) كتاب الأغاني (٦/٩٠)، كنز العمال (١٨٦٤٥)، الإصابة (٤٠٦٦) حرف الصاد المهملة.

آخری جنتی

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے شخص کا حال یہ ہوگا کہ وہ چلے گا، پھر منہ کے بل گر پڑے گا، اور آگ اس کو جھلساتی جائے گی۔ پھر جب وہ جہنم سے پار ہو جائے گا تو اس کی طرف پلٹ کر دیکھے گا اور کہے گا:

"تَبَارَكَ الَّذِي نَجَّانِي مِنْكِ، لَقَدْ أَعْطَانِي اللَّهُ شَيْئًا مَا أَعْطَاهُ أَحَدًا مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ".

"بڑی برکت والی ہے وہ ہستی جس نے مجھے تجھ سے نجات دی ہے! یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی نعمت سے سرفراز کیا ہے جیسی پہلے اور بعد کے لوگوں میں سے کسی کو بھی نہیں دی ہے"۔

وہ اسی خیال میں جہنم کے کنارے بیٹھا ہوگا کہ اچانک اس کے سامنے ایک درخت نمودار ہوگا۔ وہ درخت دیکھ کر کہنے لگے گا:

"أَيْ رَبِّ! أَدْنِنِي مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا".

"میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے پاس پہنچا دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں"۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

"يَا ابْنَ آدَمَ! لَعَلِّي إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا سَأَلْتَنِي غَيْرَهَا؟".

"آدم کے بیٹے! ہوسکتا ہے کہ اگر میں تجھے اس درخت کے قریب کر دوں تو پھر تو اور بھی سوال کرے گا؟"۔

وہ کہے گا: نہیں میرے رب! میں اس کے بعد تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کرے گا کہ اب اس کے بعد وہ کوئی اور چیز نہیں مانگے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس کے تقاضا کو معذور سمجھے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ وہ بندہ اس کے بعد ایسی نعمت دیکھے گا جس پر اسے صبر کہاں؟ بہرحال اللہ تعالیٰ اسے درخت کے قریب کر دے گا، وہ اس کے سایے میں رہے گا اور وہاں کے پانی سے سیراب ہوگا۔ اتنے میں اسے ایک دوسرا درخت نظر آئے گا جو پہلے درخت سے کہیں بہتر ہوگا۔ وہ دیکھ کر کہنے لگے گا: اے میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے پاس کر دے تاکہ میں اس کے سایے میں رہوں اور اس کا پانی پیوں، اب میں اس کے بعد کوئی دوسری چیز نہیں مانگوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

"يَا ابْنَ آدَمَ! أَلَمْ تُعَاهِدْنِي أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا؟ لَعَلِّي إِنْ أَدْنَيْتُكَ مِنهَا تَسْأَلُنِي غَيْرَهَا؟".

"ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں مانگے گا؟ ہو سکتا ہے کہ اگر میں تجھے اس درخت کے قریب کر دوں تو پھر تو اور بھی سوال کرے گا؟"۔

وہ اقرار کرے گا کہ نہیں، پھر میں اور کچھ سوال نہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے معذور گردانے گا، کیونکہ اسے اس نعمت پر صبر کہاں جو دیکھے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے اس دوسرے درخت کے پاس بھی پہنچا دے گا۔ وہ اس کے سایے میں رہے گا اور وہاں کا پانی پیئے گا۔ پھر اسے ایک اور درخت دکھلائی دے گا جو جنت کے دروازے پر ہوگا اور وہ پہلے دونوں درختوں سے بہتر ہوگا۔ وہ کہنے لگے گا: میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے پاس کر دے تاکہ میں اس کے سایے تلے رہوں اور وہاں کا پانی پیوں۔ اب میں اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے اقرار نہیں کیا تھا کہ

اب اس کے بعد اور کچھ سوال نہیں کرے گا؟ وہ کہے گا: میرے پروردگار! بے شک میں اقرار کر چکا تھا، لیکن اب میرا یہ سوال پورا کر دے، پھر میں اور کچھ سوال نہیں کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس کو معذور رکھے گا، اس لیے کہ وہ ایسی نعمتوں کو دیکھے گا جن پر وہ صبر نہیں کر سکتا۔ آخر اللہ تعالیٰ اس کو اس تیسرے درخت کے پاس کر دے گا۔ جب وہ اس درخت کے پاس جائے گا تو (وہاں جب تک اللہ چاہے گا رہے گا) جنت والوں کی آوازیں سنے گا (اور جب برداشت نہ ہوگا تو) پھر کہے گا:

''يَا رَبِّ! أَدْخِلْنِيهَا''.

''میرے پروردگار! مجھے بھی اس جنت میں داخل فرما دے''۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''يَا ابْنَ آدَمَ! مَا يَصْرِينِي مِنْكَ؟ أَيُرْضِيكَ أَنْ أُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا؟''.

''آدم کے بیٹے! مجھ سے تیرے سوال کو کون سی چیز تمام کرے گی؟ بھلا تو اس بات سے خوش ہو جائے گا کہ میں تجھے ساری دنیا کے برابر دوں اور اتنا ہی مزید دوں؟''۔

وہ کہے گا:

''يَا رَبِّ! أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّي وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟!''.

''میرے پروردگار! تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے؛ حالانکہ تو سارے جہاں کا رب ہے؟!''۔

اتنی حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اور حاضرین سے کہا: تم لوگ مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ لوگوں نے پوچھا: کیوں ہنس رہے ہیں؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ بھی اسی طرح اس حدیث کو بیان کر کے ہنسے تھے۔ اس وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا تھا: آپ کیوں ہنس رہے

ہیں اے اللہ کے رسول!؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مِنْ ضِحْکِ رَبِّ العَالَمِینَ حِینَ قَالَ: أَتَسْتَھْزِئُ مِنِّی وَأَنْتَ رَبُّ العَالَمِینَ؟ فَیَقُولُ: إِنِّی لا أَسْتَھْزِئُ مِنْکَ وَلٰکِنِّی عَلَى مَا أَشَاءُ قَادِرٌ".

"رب العالمین کے ہنسنے سے میں بھی ہنستا ہوں، کہ جب بندہ کہے گا: اے اللہ! تو سارے جہاں کا پروردگار ہو کر بھی مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ (اس کی بات سن کر ہنس دے گا اور) فرمائے گا: میں تم سے ٹھٹھا نہیں کر رہا؛ بلکہ میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں"(۱)۔

(۱) مسلم: کتاب الإیمان، باب آخر أھل النار خروجاً (۱۸۷)، بخاری (٦٥٧١).

میرے کبیرہ گناہ کدھر گئے؟!

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا:

''اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ''.

''اس کے صغیرہ گناہوں کو اس کے سامنے پیش کرو؟''۔

چنانچہ اس کے سامنے اس کے صغیرہ گناہوں کو پیش کیا جائے گا اور اس کے کبیرہ گناہوں کو اس سے پوشیدہ رکھ دیا جائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا: تم نے فلاں فلاں دن یہ یہ اور فلاں فلاں دن وہ وہ کام کیا تھا؟ وہ اقرار کرے گا، کسی بھی بات کا انکار نہیں کر سکے گا، اور ساتھ ہی وہ اپنے کبیرہ گناہوں سے خوف ودہشت میں ہوگا۔

پھر کہا جائے گا:

''أَعْطُوهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً''.

''اسے اس کے کردہ ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دے دو''۔

وہ کہے گا: ''إِنَّ لِي ذُنُوباً مَا أَرَاهَا!''.

''میں نے کچھ ایسے بھی گناہ کیے ہیں جو مجھے یہاں نظر نہیں آ رہے!''۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اتنا بیان کرکے رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے جس سے آپ کی داڑھیں نظر آ گئیں (۱)۔

---

(۱) [صحيح] أحمد (۱۵۷/۵)، كتاب الزهد لوكيع (۳٦۷)، مسلم (۱۹۰)، شمائل (۲۲۹)، البزار (۳۹۸۷)، أبو عوانة (٤۳۵)، ابن منده في الإيمان (۸٤۸)، البغوى (٤۳٦۰)، البيهقى (۱۹۰/۱۰)، ابن حبان (۷۳۷۵)، ترمذى (۲۵۹٦).

سلمہ! بیعت کرو

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ پہنچے تو ہماری تعداد چودہ سو تھی اور وہاں پچاس بکریاں تھیں جن کو کنویں کا پانی سیراب نہیں کر سکتا تھا (یعنی کنویں میں پانی بہت کم تھا)۔ رسول اکرم ﷺ نے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر یا تو دعا کی یا اس میں تھوکا۔ چنانچہ کنواں اسی وقت ابل آیا۔ پھر ہم لوگوں نے جانوروں کو بھی پانی پلایا اور خود بھی سیراب ہوئے۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ہم لوگوں کو بیعت لینے کے لیے ایک درخت (رضواں) کے نیچے بلایا۔ میں نے سارے لوگوں سے پہلے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر آپ ایک ایک آدمی سے بیعت لیتے رہے یہاں تک کہ آدھے لوگوں سے بیعت کر چکے تو مجھ سے فرمایا:

''بَایِعْ یَا سَلَمَةُ!''. ''سلمہ! بیعت کرو''۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں تو پہلے ہی آپ سے بیعت کر چکا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر سہی''۔

آپ ﷺ نے مجھے بے ہتھیار دیکھا تو ایک بڑی سی ڈھال یا چھوٹی سی ڈھال دی اور پھر بیعت لینے لگے۔ جب بیعت والے لوگ ختم ہونے لگے تو فرمایا:

''سلمہ! کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرو گے؟''۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے اول لوگوں میں اور بیچ کے لوگوں میں بیعت کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر سہی''۔

غرض میں نے تیسری بار بھی آپ ﷺ سے بیعت کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''سلمہ! تیری وہ بڑی ڈھال یا چھوٹی ڈھال کہاں ہے جو میں نے دی تھی؟''۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے چچا عامر مجھے ملے جو بغیر ہتھیار کے تھے؛ چنانچہ میں نے آپ کی دی ہوئی ڈھال انہی کو دے دی۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا:

"تیری مثال اس اگلے شخص کے سی ہے جس نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے ایسا دوست دے جسے میں اپنی جان سے زیادہ چاہوں"۔

پھر مشرکوں نے ہم سے صلح کے پیغام بھیجے۔ اس کے بعد ایک طرف کا آدمی دوسری طرف جانے لگے اور ہم نے صلح کر لی۔ میں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا۔ ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا، ان کی پیٹھ کھجاتا، ان کی خدمت کرتا اور انہی کے ساتھ کھانا کھاتا۔ دراصل میں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے اپنا گھر بار اور دھن دولت سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔ جب ہماری اور مکہ والوں کی صلح ہو گئی اور ہم میں کا ہر ایک دوسرے سے ملنے لگا تو میں ایک درخت کے پاس آیا، اس کے تلے سے کانٹے جھاڑے اور اس کی جڑ کے پاس لیٹ گیا۔ اتنے میں مکہ کے مشرکوں میں سے چار آدمی میرے پاس آئے اور رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخ آمیز کلمات کہنے لگے۔ مجھے ان کی باتیں سن کر بہت غصہ آیا اور میں وہاں سے ہٹ کر دوسرے درخت تلے چلا گیا۔ انہوں نے اپنے ہتھیار لٹکائے اور لیٹ رہے۔ ابھی وہ لیٹے ہی ہوئے تھے کہ یکا یک وادی کے نشیب سے کسی نے آواز لگائی: دوڑو اے مہاجرین! ابن زُنیم رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے۔ یہ سنتے ہی میں نے اپنی تلوار سونتی اور ان چاروں مشرکین مکہ پر حملہ کر دیا جو ابھی سو رہے تھے۔ میں نے ان کے ہتھیار لے لیے اور انہیں گٹھا بنا کر ایک ہاتھ میں رکھ لیا اور پھر ان سے کہا: قسم ہے اللہ کی جس نے محمد ﷺ کے منہ کو عزت بخشی ہے! تم میں سے کسی نے بھی اگر اپنا سر اٹھایا تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اکرم ﷺ کے پاس لایا۔

ادھر میرے چچا عامر رضی اللہ عنہ بھی قبیلہ عَبلات کے ستر مشرکین کے ساتھ ایک مِکرز نامی آدمی کو کھینچتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان مشرکوں کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''دَعُوهُمْ، يَكُنْ لَهُمْ بَدْءُ الفُجُورِ وَثَنَاهُ''.

''چھوڑ دو ان کو، ان مشرکوں کی طرف سے عہد شکنی شروع ہونے دو، پھر دوبارہ بھی انہی کی طرف سے ہونے دو''۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ان مشرکوں کو معاف فرما کر ان کو رہا کر دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَهُوَ الَّذِى كَفَّ أَيْدِيهِمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾

''وہی ہے جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا، اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غلبہ دے دیا تھا''۔ [الفتح:۲۴] آیت کے اخیر تک۔

پھر ہم لوگ مدینہ کو لوٹ گئے۔ راستے میں ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، جہاں ہمارے اور بنولحیان کے مشرکوں کے بیچ صرف ایک پہاڑ حائل تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس شخص کے لیے دعا دی جو اس پہاڑ پر رات کو چڑھ کر آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا پہرہ دے سکے۔ چنانچہ میں ہی اس رات کو دو یا تین مرتبہ پہاڑ پر چڑھ کر پہرہ دیتا رہا۔ پھر جب ہم لوگ مدینہ پہنچ گئے تو رسول اکرم ﷺ نے اپنے غلام رباح رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنیاں دیں۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میں طلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا لے کر رباح رضی اللہ عنہ کے ساتھ چراگاہ جانے کے لیے نکلا۔ جب صبح ہوئی تو عبد الرحمٰن فزاری (جو کہ مشرک تھا) نے آپ ﷺ کی

اونٹنیوں پر حملہ کر دیا اور سب کو ہانک لے گیا اور چرواہے کو مار ڈالا۔

میں نے کہا: رباح! تو یہ گھوڑا لے جا کر طلحہ رضی اللہ عنہ کو پہنچا دے اور رسول اکرم ﷺ کو خبر کر دے کہ کافروں نے آپ کی اونٹنیاں لوٹ لیں۔ پھر میں ایک ٹیلہ پر کھڑا ہوا اور مدینہ کی طرف اپنا رخ کر کے تین دفعہ آواز دی: یا صباحاہ! (یعنی صبح صبح حملہ ہو گیا)۔ پھر میں ان لٹیروں کے پیچھے تیر مارتا ہوا اور یہ رجز پڑھتا ہوا روانہ ہوا:

أَنَا ابْنُ الأَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

یعنی میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔

میں ان لٹیروں میں سے کسی کے قریب ہوتا اور اس کی کاٹھی میں ایک تیر مارتا جو (کاٹھی کو چیرتے ہوئے) اس کے کاندھے تک پہنچ جاتا، اور میں کہتا: یہ لے، میں اکوع رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں، اور آج کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔

اللہ کی قسم! میں مسلسل انہیں تیر مارتا رہا اور انہیں زخمی کرتا رہا۔ اس دوران ان میں سے کوئی سوار میری طرف لوٹتا تو میں درخت کے تلے آ کر اس کی جڑ میں بیٹھ جاتا اور تیر مار کر اس سوار کو زخمی کر دیتا۔ بھاگتے بھاگتے وہ پہاڑ کے تنگ راستے میں گھس گئے تو میں پہاڑ پر بھی چڑھ گیا اور اوپر سے انہیں پتھر مارنے لگا۔ میں مسلسل ان کا پیچھا کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ سارے اونٹ جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی سواری کے لیے پیدا کیے تھے، وہ سب میرے پیچھے ہو گئے (یعنی میں نے اونٹوں کو ان کافروں سے چھڑا لیا)۔ پھر میں ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا اور انہیں تیر مارتا رہا۔ چنانچہ انہوں نے بھاگتے ہوئے اپنا وزن ہلکا کرنے کے لیے تیس سے زائد چادریں اور تیس سے زائد نیزے بھی پھینک دیے۔ وہ جو چیز بھی پھینکتے میں اس جگہ پتھر رکھ کر نشان لگا دیتا تا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ میرے پیچھے پہچان لیں۔ وہ سب بھاگتے بھاگتے ایک تنگ گھاٹی میں آئے جہاں ان کو بدر

فزاری کا بیٹا مل گیا۔ وہ سب بیٹھ کر صبح کا ناشتہ کرنے لگے اور میں ایک چھوٹی سی ٹیکری کے اوپر بیٹھ رہا۔ فزاری نے ان سے پوچھا: یہ کون آدمی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس آدمی نے ہمیں تنگ کر کے رکھ دیا ہے، اللہ کی قسم! اندھیری رات سے یہ ہمارا پیچھا کر رہا ہے اور ہمیں تیر مار مار کر ہمارا سارا سامان چھین لیا ہے۔

فزاری نے انہیں مشورہ دیا: تم میں سے چار آدمی جا کر اس کی خبر لو۔

چنانچہ اس کے کہنے پر چار آدمی پہاڑ پر میری طرف چڑھے۔ جب وہ اتنے قریب آ گئے کہ میری بات سن سکیں تو میں نے ان سے کہا: کیا تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا: نہیں، آخر تم ہو کون؟ میں نے کہا: میں سلمہ ہوں اکوع کا بیٹا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو عزت بخشی ہے! تم میں سے جس کو بھی میں چاہوں مار سکتا ہوں مگر تم میں سے کوئی بھی مجھے نہیں مار سکتا۔ ان میں سے ایک شخص بولا: یہ آدمی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ چاروں واپس ہو گئے۔

ابھی میں اسی جگہ تھا کہ مجھے رسول اکرم ﷺ کے سوار نظر آنے لگے جو درختوں میں گھس رہے تھے۔ سب سے آگے اخرم اسدی رضی اللہ عنہ تھے، ان کے پیچھے ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے اخرم رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی باگ تھام لی۔ یہ دیکھ کر وہ لٹیرے بھاگنے لگے۔ میں نے اخرم سے کہا: آپ رسول اکرم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام کے آنے تک ان لٹیروں سے احتیاط میں رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آپ کو مار ڈالیں۔ انہوں نے کہا: اے ابوسلمہ! اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور تمہیں یہ یقین ہے کہ جنت اور جہنم حق ہے تو تم میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔

اخرم رضی اللہ عنہ کا عزم صمیم دیکھ کر میں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن فزاری سے ان کا مقابلہ ہوا۔ اخرم رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن فزاری کے گھوڑے کو زخمی کیا اور عبدالرحمٰن فزاری

نے برچھی سے اخرم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور اپنے گھوڑے پر چڑھ گیا۔ اتنے میں رسول اکرم ﷺ کے سوار ابوقتادہ رضی اللہ عنہ وہاں آن پہنچے اور انہوں نے برچھی سے مار کر عبدالرحمٰن فزاری کو واصلِ جہنم کر دیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو شرف بخشا ہے! پھر میں ان لٹیروں کا پیچھا کرتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگا۔ میں اس قدر رفتار سے دوڑ رہا تھا کہ میرے پیچھے کوئی صحابی نظر نہیں آ رہے تھے اور نہ ہی ان کا غبار نظر آ رہا تھا۔ وہ لٹیرے بھاگتے بھاگتے غروبِ آفتاب سے قبل ایک گھاٹی میں ذوقرد نامی چشمے کے پاس پانی پینے کی غرض سے رکے۔ وہ شدید پیاس سے نڈھال تھے۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا کہ میں بے تحاشا ان کا پیچھا کر رہا ہوں۔ آخر کار میں نے انہیں پانی کے پاس سے ہٹا ہی دیا، وہ ایک قطرہ بھی نہ پی سکے۔ پھر وہ کسی گھاٹی کی تلاش میں وہاں سے تیزی کے ساتھ نکل پڑے۔ اسی دوران میں ان میں سے ایک آدمی کے قریب پہنچ گیا اور اس کے شانے کی ہڈی میں تیر لگا دیا اور کہنے لگا: یہ لو، میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج کا دن کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔ وہ بولا: تیری ماں تجھے گم پائے! کیا تو ہی وہ اکوع ہے جو صبح سے پیچھا کر رہا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، میں ہی وہ اکوع ہوں اے اللہ کے دشمن! میں وہی اکوع ہوں جو صبح تیرے ساتھ تھا۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان لٹیروں نے اپنے پیچھے گھاٹی میں اپنے دو گھوڑوں کو چھوڑ دیا۔ میں نے ان گھوڑوں کو لیا اور انہیں کھینچتا ہوا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں چلا۔ مجھے میرے چچا عامر رضی اللہ عنہ ملے جن کے ساتھ پانی کی دو چھاگلیں تھیں؛ ایک میں دودھ ملا ہوا تھا اور دوسرے میں خالص پانی تھا۔ میں نے پانی سے وضو کیا اور دودھ نوش کیا۔ پھر میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ اسی چشمے کے پاس تھے جہاں سے میں نے ان لٹیروں کو بھگایا تھا۔ آپ ﷺ نے اونٹ، برچھی اور چادروں کی شکل میں وہ تمام

10

چیزیں جو میں نے لٹیروں سے چھینی تھی، انہیں لے لیا تھا۔ اودھر بلال رضی اللہ عنہ نے میرے چھینے ہوئے اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کیا ہوا تھا اور اس کی کلیجی اور کوہان کا گوشت رسول اکرم ﷺ کے لیے بھون رہے تھے۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں لشکر میں سے سو آدمیوں کا انتخاب کر کے ان لٹیروں کا پیچھا کروں، اور پھر ان سب کو قتل کر دوں تاکہ کوئی اپنی قوم کو جا کر خبر دینے کے لیے باقی نہ رہے۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ کھلکھلا کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آگ کی روشنی میں آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ پھر فرمایا:

"يَا سَلَمَةُ! أَتُرَاكَ كُنْتَ فَاعِلاً؟".

"سلمہ! کیا تو یہ کرسکتا ہے؟"۔

میں نے عرض کیا: ہاں میں یہ کرسکتا ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت وبزرگی بخشی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّهُمُ الآنَ لَيُقْرَوْنَ فِي أَرْضِ غَطَفَانَ".

"ابھی تو وہ لٹیرے قبیلۂ غطفان کی سرحد میں پہنچ گئے ہیں اور ان کی مہمان نوازی ہو رہی ہے"۔

اتنے میں قبیلۂ غطفان میں سے ایک شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ ایک آدمی نے ان (لٹیروں) کے لیے ایک اونٹ ذبح کیا تھا، وہ لوگ ابھی اس کی کھال اتار ہی رہے تھے کہ انہیں گرد نظر آنے لگی؛ چنانچہ وہ کہنے لگے: یہ لو! ہمارے دشمن آ گئے اور پھر وہاں سے بھی بھاگتے بنے۔ جب صبح ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"كَانَ خَيْرَ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ، وَخَيْرَ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ".

"آج کے دن ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابوقتادہ ہیں، اور پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ بن اکوع ہیں"۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے مجھ کو دو حصہ دیے؛ ایک حصہ سوار کا اور ایک حصہ پیادے کا(۱)۔

[اس حدیث کے اگلے حصے میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر کا واقعہ بیان کیا ہے۔ میں نے اردو خواں طبقہ کے لیے اس اگلے حصے کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے جبکہ میری اصل عربی کتاب میں مفصل واقعہ دیکھا جا سکتا ہے]۔

(۱) مسلم: كتاب الجهاد والسير، باب غزوة ذی قرد وغيرها (۱۸۰۷).

ایک عورت کا شوقِ حج!

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ نے حج مبارک کا ارادہ فرمایا تو ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا: مجھے بھی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حج کے لیے لے چلو۔

خاوند نے کہا: میرے پاس تجھے حج کرانے کے لیے کوئی سواری نہیں ہے۔

عورت کہنے لگی: تم اپنی اونٹنی پر لے چل کر مجھے حج کرادو۔

خاوند نے کہا: اسے میں اور تیرا لڑکا باری باری استعمال کریں گے۔

عورت کہنے لگی: تو پھر تم اپنے فلاں اونٹ پر لے چل کر مجھے حج کرادو۔

خاوند نے کہا: وہ تو اللہ کی راہ میں وقف ہے۔

عورت کہنے لگی: تو پھر اپنی کھجور ہی بیچ کر مجھے حج کرادو۔

خاوند نے کہا: ارے وہ تو میری اور تیری روزی ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آگے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ مکہ سے حج کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس عورت نے اپنے خاوند کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ کہہ کر بھیجا: جا کر رسول اکرم ﷺ کو میرا سلام سناؤ اور پوچھو کہ کونسا عمل آپ ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہوسکتا ہے؟

اس کا خاوند رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری بیگم آپ کو سلام ورحمت سناتی ہے۔ دراصل اس نے بہت زور دیا تھا کہ وہ آپ کے ساتھ کسی طرح حج کر سکے۔ مگر میں نے اسے یہ کہہ کر باز رکھا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ اس نے پھر کہا: اپنے فلاں اونٹ پر مجھے حج کرادو۔ میں نے اس سے کہا

کہ وہ اونٹ تو اللہ کی راہ میں وقف ہے۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''أَمَا إِنَّکَ لَوْ کُنْتَ حَجَجْتَ بِهَا کَانَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ''.

''اگر تم اپنی بیوی کو اس اونٹ پر حج کرا دیتے تب بھی وہ اونٹ اللہ ہی کی راہ میں شمار ہوتا''۔

پھر رسول اکرم ﷺ اس عورت کے آپ کے ساتھ حج کا شوق سن کر ہنس پڑے۔

خاوند نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا: میری بیوی نے مجھ سے یہ بھی کہا ہے کہ میں آپ ﷺ سے پوچھوں کہ کونسا عمل آپ کے ساتھ حج کے مترادف ہوسکتا ہے؟

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَقْرِأْهَا مِنِّي السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ وَأَخْبِرْهَا أَنَّهَا تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِي عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ''.

''جا کر اپنی بیوی کو میری طرف سے سلام ودعا سناؤ، اور اسے بتاؤ کہ رمضان کے ایام میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کے برابر ہے''(۱)۔

---

(۱) مستدرك الحاكم (۱/۴۸۳)، صحيح ابن خزيمة (۳۰۷۷)، أبوداود (۱۹۹۰)، بخاری (۱۷۸۲) مختصراً، مسلم (۱۲۵۶)، نسائی (۴/۱۳۰)، ابن ماجه (۲۹۹۴).

خاتون نے کیا کہا؟!

ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرے بچے کی وفات ہوئی تو میں جزع فزع کرنے لگی۔ میں اپنے بیٹے کو غسل دینے والے سے کہنے لگی:

"لَا تَغْسِلِ ابْنِي بِالْمَاءِ الْبَارِدِ فَتَقْتُلَهُ!".

"میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے نہ نہلاؤ ورنہ تم اسے مار ڈالو گے!"۔

عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اپنی بہن کی بات سن کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی بات سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ عکاشہ کی بات سن کر مسکرانے لگے اور ارشاد فرمایا:

"مَا قَالَتْ؟! طَالَ عُمُرُهَا".

"خاتون نے کیا کہا؟! اس کی عمر دراز ہو"۔

راوی کا بیان ہے کہ (اس دعا کی برکت سے) ہمیں نہیں معلوم کہ اس خاتون کی طرح کسی اور عورت کو بھی زندگی ملی ہو[1]۔

---

(۱) نسائی: کتاب الجنائز، باب غسل المیت بالحمیم (۱۸۸۲)، الإصابة (۱۲۲۱۳)، قال فی تحفة الأشراف (۱۸۳٤٦): انفرد به النسائی. شیخ البانی نے ضعیف الاسناد بتایا ہے۔

آبگینے ٹوٹ نہ جائیں!

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (کسی غزوہ میں) رسول اکرم ﷺ (قافلہ کے ساتھ) چل رہے تھے۔ ایک حدی خواں آپ کی خواتین کو اونٹ پر سوار کر کے گاتے ہوئے چل رہا تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر ہنس دیا۔

حدی خواں نے جب رسول اکرم ﷺ کو دیکھا تو خواتین کو لے کر ایک طرف ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"يَا أَنْجَشَةُ! وَيْحَكَ، ارْفُقْ بِالْقَوَارِيرِ".

"انجشہ! تجھ پر افسوس ہے، شیشوں کو آہستہ آہستہ لے چل"(۱)۔

فائدہ: شیشوں سے مراد عورتیں تھیں جو فی الواقع شیشے کی طرح نازک ہوا کرتی ہیں۔ انجشہ نامی غلام اونٹوں کو ہانکنے والا بڑا خوش آواز تھا۔ اس کے گانے سے اونٹ مست ہو کر تیز تیز چلتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کو ڈر ہوا کہ اونٹوں کی تیزی سے کہیں عورتیں گر نہ جائیں۔ رسول اکرم ﷺ نے صنف نازک کو شیشے سے تشبیہ دی جو بہت ہی عمدہ اور مناسب ہے۔ اس تشبیہ میں بھی یہ لطیف اشارہ ہے کہ صنف نازک کی نزاکت کا مردوں کو انتہائی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ آبگینے ہیں کہیں ٹوٹ نہ جائیں!

کیا مساواتِ مرد وزن کا نعرہ لگانے والے اہلِ مغرب بھی صنف نازک کی اس نزاکت کا خیال رکھتے ہیں؟!

---

(۱) أحمد (۱۷۲/۳)، وقال الأرنؤوط في تحقيقه: إسناده صحيح على شرط الشيخين، انظر: البخاري (۶۲۰۹)، ومسلم (۲۳۲۳).

دجال کا خروج

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری عدت گزر گئی تو میں نے رسول اکرم ﷺ کے منادی کو "الصلاۃ جامعۃ" پکارتے ہوئے سنا۔ چنانچہ میں بھی (دیگر عورتوں کے ساتھ) مسجد پہنچی اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ میں عورتوں کی سب سے پہلی صف میں تھی۔ رسول اکرم ﷺ نماز سے فراغت کے بعد منبر پر تشریف لائے اور آپ ہنس رہے تھے۔ پھر فرمایا:

"لِیَلْزَمْ کُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاہُ"۔

"ہر آدمی اپنی نماز کی جگہ پر ہی بیٹھا رہے"۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَتَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُکُمْ؟"۔

"تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں اکٹھا کیا ہے؟"۔

لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں نے تم لوگوں کو کسی رغبت دلانے یا ڈرانے کی خاطر اکٹھا نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس لیے اکٹھا کیا ہے کہ تمیم داری ایک نصرانی تھا۔ وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے بیعت کر کے مسلمان ہو گیا۔ اس نے مجھ سے ایک بات بتائی ہے جو میری اس بات کی موافق پڑی جو میں تم لوگوں سے دجال کی بابت بیان کیا کرتا تھا۔ تمیم داری نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ لخم اور جذام کی قوم کے تیس آدمیوں کے ساتھ سمندری جہاز میں سوار ہوا۔ سمندر کی موج نے ان لوگوں کو ایک ماہ تک پریشان کیے رکھا۔ آخر کار وہ لوگ غروب آفتاب کے

وقت سمندر میں ایک ٹاپو میں جا لگے۔ پھر وہ ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو کر ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں انہیں ایک بھاری بھرکم جانور ملا جس کی دم پر بہت زیادہ بال تھے۔ بالوں کی کثرت سے اس کے اگلے اور پچھلے حصے کی شناخت نہیں ہو پا رہی تھی۔ لوگوں نے کہا: اے کم بخت! تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں۔ لوگوں نے کہا: یہ جساسہ کیا بلا ہے؟ اس نے کہا: اچھا تم لوگ اس آدمی کے پاس چلو جو دَیر (گرجا گھر) میں ہے اور تمہاری خبروں کا بہت ہی مشتاق ہے۔

تمیم داری کا بیان ہے: جب اس جانور نے دَیر کے اندر ایک آدمی کا نام لیا تو ہم ڈرے کہ کہیں شیطان نہ ہو۔ غرض ہم لوگ تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے دَیر میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو وہاں ایک بڑے قد کا آدمی ہے کہ اتنا لمبا تڑنگا اور ویسا سخت جکڑا ہوا آدمی ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ، اور دونوں زانو سے دونوں ٹخنوں تک لوہے سے جکڑے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا: ارے کم بخت! تو کیا چیز ہے؟ وہ کہنے لگا: تم لوگ اب میری خبر پر قابو پا گئے (یعنی اب تو میرا حال تمہیں معلوم ہو جائے گا)۔ پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں، ہم ایک سمندری جہاز میں سوار ہوئے تھے۔ مگر موجِ دریا ہم سے ایک مہینے تک کھیلا کرتی رہی، کسی طرح ہم تیرے اس ٹاپو میں آ لگے، پھر ہم ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ہمیں ایک بھاری دم کا بہت بالوں والا جانور ملا، بالوں کی کثرت سے اس کے اگلے پچھلے حصے کی شناخت نہیں ہو پا رہی تھی۔ ہم نے کہا: اے کم بخت! تو کیا بلا ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں۔ ہم نے پوچھا: یہ جساسہ کیا بلا ہے؟ اس نے کہا: تم لوگ اس آدمی کے پاس چلو جو دَیر کے اندر ہے اور وہ تمہاری خبر کا بے حد مشتاق ہے۔ چنانچہ ہم لوگ تیری جانب تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آن پہنچے، اور ہم ڈرے کہ کہیں بھوت پریت نہ ہو۔

پھر زنجیروں میں جکڑے ہوئے اس آدمی نے کہا: اچھا تم لوگ مجھے بیسان (فلسطین کی ایک بستی) کے نخلستان کے بارے میں تو بتاؤ؟ ہم نے کہا: اس نخلستان کے بارے میں تو کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میں اس کے نخلستان کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ پھلتا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں پھلتا تو ہے۔ اس نے کہا: اب عنقریب وہ نہیں پھلے گا۔ پھر اس نے کہا: مجھے طبرستان کے سمندر[1] کے بارے میں بتاؤ؟ ہم نے کہا: اس کے بارے میں کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں، اس میں تو بہت زیادہ پانی ہے۔ اس نے کہا: عنقریب اس کا پانی سوکھ جائے گا۔ پھر اس نے کہا: مجھے زغر (ملک شام کا ایک شہر) کے چشمے کے متعلق جانکاری دو؟ ہم نے کہا: اس کے بارے میں کیا جانکاری چاہتے ہو؟ اس نے پوچھا: کیا اس چشمے میں پانی ہے اور کیا اس کے باشندے اس پانی سے کھیتی کرتے ہیں؟ ہم نے بتایا: ہاں، اس میں تو ابھی بہت پانی ہے اور وہاں کے باشندے اسی پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ پھر اس نے ہم سے پوچھا: مجھے عرب کے نبی کے بارے میں بتاؤ؟ ہم نے بتایا: وہ مکہ سے نکلے اور مدینہ گئے۔ اس نے کہا: کیا عرب نے اس نبی کے ساتھ لڑائی کی؟ ہم نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: نبی نے عربوں کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے اسے بتایا: وہ اپنے گرد وپیش کے عربوں پر غالب ہوئے اور انہوں نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے کہا: یہ بات ہو چکی؟ ہم نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: آگاہ رہو! عربوں کے لیے اسی میں خیر ہے کہ وہ اس نبی کی پیروی کر لیں، اور میں تمہیں بتا دوں کہ میں ہی مسیح دجال ہوں۔ عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے گی۔ چنانچہ میں نکلوں گا اور پوری زمین کا سیر کروں گا، مکہ اور مدینہ کو چھوڑ کر ساری ہی بستیاں صرف چالیس دنوں میں سر کر لوں گا۔ اگر میں مکہ یا مدینہ میں سے کسی بھی شہر میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو وہاں

(۱) یہ سمندر فلسطین میں ہے جو کہ فلسطین اور اردن کے درمیان حد فاصل ہے۔

ایک فرشتہ ننگی تلوار لے کر مجھے اس میں داخل ہونے سے روک دے گا، اور اس کے ہر ایک ناکے پر فرشتے ہوں گے جو اس کی چوکیداری کریں گے"۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اتنا بیان کرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے اپنے عصا سے منبر پر مارتے ہوئے فرمایا:

"هٰذِهِ طَيْبَةُ، هٰذِهِ طَيْبَةُ، هٰذِهِ طَيْبَةُ، أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ ذٰلِكَ؟".

"یہی طیبہ (مدینہ) ہے، یہی طیبہ ہے، یہی طیبہ ہے، خبردار ہو! کیا میں تم کو اس حال سے خبر دے چکا ہوں؟"۔

اصحاب نے عرض کیا: ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے تمیم داری کی بات اچھی لگی، کیونکہ وہ میری اس بات کی موافق پڑی جو میں تم سے دجال اور مکہ و مدینہ کے بارے میں بیان کیا کرتا تھا۔ خبردار! وہ (دجال) دریائے شام یا دریائے یمن میں ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے (مشرق کی جانب بحر ہند ہے، شاید دجال بحر ہند کے کسی جزیرے میں ہو) اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا"[1]۔

(۱) مسلم: كتاب الفتن، باب الجساسة (٢٩٤٢).

کل کی غنیمت کے متعلق پیشینگوئی

سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ حنین کے دن رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تیزی کے ساتھ چلے، یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس نماز کی ادائیگی کے لیے پہنچا۔ اسی دوران ایک شہسوار آ پہنچا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ لوگوں کے آگے آگے چل رہا تھا۔ جب میں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ سب کے سب اپنی عورتوں، چوپایوں اور بکریوں کے ساتھ بھاری تعداد میں مقامِ حنین میں اکٹھا ہوئے ہیں۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا:

"تِلْکَ غَنِیمَةُ الْمُسْلِمِینَ غَداً إِنْ شَاءَ اللّٰهُ"۔

"اگر اللہ نے چاہا تو کل وہ سب کچھ مسلمانوں کا مال غنیمت ہوں گے"۔

پھر ارشاد فرمایا:

"آج رات کون ہماری پہریداری کرے گا؟"۔

انس بن ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں پہریداری کروں گا اے اللہ کے رسول۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"تو پھر سوار ہو کر آؤ"۔

انس بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس گھاٹی کے اوپری حصے پر چڑھ جاؤ، دیکھنا کہ ہم اس رات تمہاری وجہ سے کہیں دھوکہ نہ کھا جائیں"۔

جب ہم نے صبح کی تو رسول اکرم ﷺ مصلیٰ (نماز پڑھنے کی جگہ) پر تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد فرمایا:

"هَلْ أَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ؟".

"تم لوگوں نے اپنے سوار کو دیکھا؟"۔

لوگوں نے عرض کیا: ہم نے اسے نہیں دیکھا۔

پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور رسول اکرم ﷺ نماز پڑھنے لگے۔ لیکن دورانِ نماز کنکھیوں سے گھاٹی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جب نماز پڑھ چکے اور سلام پھیرا تو فرمایا:

"أَبْشِرُوا فَقَدْ جَاءَ كُمْ فَارِسُكُمْ".

"خوش ہو جاؤ! تمہارا سوار آ گیا"۔

ہم لوگ درختوں کی طرف گھاٹی میں دیکھنے لگے۔ اچانک وہی سوار آ کر رسول اکرم ﷺ کے پاس کھڑا ہوا اور سلام عرض کر کے کہنے لگا: میں گھاٹی کے بالائی حصے پر چڑھا تھا جہاں جانے کا رسول اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا۔ صبح کو میں نے دونوں گھاٹیوں پر چڑھ کر دیکھا تو مجھے کوئی بھی نظر نہیں آیا۔

رسول اکرم ﷺ نے سوار سے فرمایا:

"کیا تم آج رات گھوڑے سے اترے تھے؟"۔

اس نے عرض کیا: نہیں؛ البتہ نماز پڑھنے کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے اترا تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"قَدْ أَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا"(۱)۔

"تم نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی، اسکے بعد اگر تم عمل نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں"۔

---

(۱) [صحیح] أبو داود: کتاب الجهاد، باب في فضل الحرس في سبيل الله (۲۵۰۱)۔

دبے لفظوں میں حامی!

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ طائف میں تھے [سیرت نگاروں کے مطابق فتح مکہ کے بعد چالیس دنوں تک باشندگانِ طائف کا محاصرہ رہا، ان سے جنگی نوک جھونک ہوتی رہی اور اِدھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی ہوتے رہے] تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّا قَافِلُونَ غَداً إِنْ شَاءَ اللّٰهُ".

"اگر اللہ نے چاہا تو ہم کل کو یہاں سے واپس ہوں گے"۔

یہ سن کر بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: ہم اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ اسے فتح نہ کرلیں۔ ساتھیوں کی خواہش کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَاغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ".

"اگر بات یہی ہے تو پھر کل صبح لڑائی کرو"۔

چنانچہ دوسرے دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے گھمسان کی لڑائی لڑی اور بکثرت صحابہ زخمی ہوئے۔ اس مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اگر اللہ نے چاہا تو ہم کل کو یہاں سے واپس ہوں گے"۔

اس دفعہ آپ ﷺ کا فرمان سن کر سارے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہو رہے۔ یہ خاموشی (اور اس قدر جلدی رائے کی تبدیلی) دیکھ کر آپ ﷺ ہنس پڑے[1]۔

(۱) بخاری (٦٠٨٦، ٤٣٢٥)، مسلم (١٧٧٨).

چپکے چپکے نگرانی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے زفاف منایا تو اس رات ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے دروازے پر ہی نگرانی کرتے ہوئے رات گزاری۔ صبح ہوئی اور جب انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھ لیا تو زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اور ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تلوار بھی تھی۔

ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! چونکہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی کچھ ہی دنوں پہلے شادی ہوئی تھی اور میں نے جنگِ خیبر میں ان کے والد، ان کے بھائی اور ان کے شوہر کو قتل کیا تھا، اس لیے مجھے ان کی طرف سے آپ کے بارے میں اطمینان نہیں تھا (اس لیے میں نے رات بھر آپ کے دروازے کا پہرہ دیا ہے)۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا:

''خَيْراً''.

''اچھی بات ہے''(۱)۔

(۱) الحاكم (٤/ ٢٨)، وقال: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وابن سعد (٨/ ٩٥).

فقر وفاقہ کا خوف نہیں ہے!

عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کا جزیہ لانے کے لیے بھیجا۔ رسول اکرم ﷺ نے باشندگانِ بحرین سے صلح کر لی تھی اور ان کے اوپر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جب بحرین سے مال لے کر مدینہ پہنچے تو انصار کو ان کی آمد کی خبر لگ گئی؛ چنانچہ انہوں نے نمازِ فجر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ادا کی۔ جب رسول اکرم ﷺ نماز سے فراغت کے بعد جانے لگے تو وہ آپ کے سامنے آ گئے (اور آپ ﷺ سے اپنی حاجت کا احساس دلایا)۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرانے لگے اور فرمایا:

"أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ؟"

"میرا خیال ہے کہ تم لوگوں نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ لے کر آئے ہیں؟"

انہوں نے عرض کیا: آپ درست فرما رہے ہیں اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُم، فَوَاللّٰهِ! مَا الفَقْرُ أَخْشَى عَلَيْكُم وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُم أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُم كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُم فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُهْلِكَكُم كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ".

"پھر تمہیں خوشخبری ہو، تم اس کی امید رکھو جو تم کو خوش کر دے گی۔ اللہ کی قسم! تمہارے متعلق مجھے فقر ومحتاجی کا ڈر نہیں ہے؛ بلکہ میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کر دی گئی تھی، اور تم بھی اس کے لیے آگے بڑھنے کی اسی طرح تگ ودو کرو گے جس طرح وہ کرتے تھے، اور پھر وہ تمہیں بھی اسی طرح سے تباہ وبرباد کر دے گی جس طرح سے ان کو تباہ وبرباد کر دیا"(1)۔

(١) مسلم (٢٩٦١)، بخاری (٦٤٢٥)، کتاب الزهد لابن أبی الدنيا (ص ٧٣).

ہر بات کی کچھ نہ کچھ حقیقت تو ہوتی ہی ہے!

سوید بن حارث ازدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں ان میں کا ساتواں آدمی تھا۔ جب ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے گفتگو کی تو آپ کو ہماری پوشش اور ہماری ہیئت اچھی لگی۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

''تم کون لوگ ہو؟''۔

ہم نے عرض کیا: ہم مومنین ہیں۔

یہ سن رسول اکرم ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا:

''إِنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيقَةً فَمَا حَقِيقَةُ قَوْلِكُمْ وَإِيمَانِكُمْ؟''۔

''ہر بات کی کچھ نہ کچھ حقیقت تو ہوتی ہی ہے، تو پھر تم لوگوں کے قول اور تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟''۔

ہم لوگوں نے عرض کیا: پندرہ باتیں ہیں۔ ان میں سے پانچ کے بارے میں آپ کے پیغامبروں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور پانچ کے بارے میں آپ کے پیغامبروں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر عمل کریں اور پانچ باتیں ایسی ہیں جنہیں ہم زمانۂ جاہلیت سے اپنائے ہوئے ہیں اور اب تک ان کو نہیں چھوڑا ہے؛ البتہ اگر ان میں سے کوئی بات آپ کو پسند نہ ہو تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا:

''وَمَا الْخَمْسُ الَّتِي أَمَرَتْكُمْ بِهَا رُسُلِي أَنْ تُؤْمِنُوا بِهَا؟''۔

''وہ پانچ باتیں کونسی ہیں جن پر ایمان لانے کے لیے میرے پیغامبروں نے تمہیں حکم

دیا ہے؟''۔

ہم لوگوں نے عرض کیا: آپ کے پیغامبروں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ایمان لائیں؛ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی نازل کردہ کتابوں پر، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے پر۔

رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

''وَمَا الخَمْسُ الَّتِي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تَعْمَلُوا بِهَا؟''.

''اور وہ پانچ باتیں کونسی ہیں جن پر عمل کرنے کے لیے میں نے تمہیں حکم دیا ہے؟''۔

ہم لوگوں نے عرض کیا: آپ نے حکم دیا ہے کہ ہم کلمہ شہادت لا إلہ إلا اللہ کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکاۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں اور جس کے پاس استطاعت ہو وہ بیت اللہ شریف کا حج کرے۔

رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

''وَمَا الخَمْسُ الَّتِي تَخَلَّقْتُمْ بِهَا فِي الجَاهِلِيَّةِ؟''.

''وہ پانچ باتیں کونسی ہیں جنہیں تم زمانۂ جاہلیت سے اپنائے ہوئے ہو؟''۔

ہم لوگوں نے عرض کیا: وہ پانچ باتیں یہ ہیں:

① خوشحالی کے وقت شکر گزاری ② مصیبت میں صبر وشکیب ③ کڑوی قسمت پر رضامندی ④ میدانِ کارزار میں (دشمن سے مقابلہ کے وقت) ثابت قدم رہنا ⑤ دشمنوں کی مصیبت میں خوش نہ ہونا۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''حُكَمَاءُ عُلَمَاءُ كَادُوا مِنْ فِقْهِهِمْ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ''.

''یہ حکماء وعلماء ہیں، اپنی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے قریب قریب انبیاء ہیں''۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَ أَنَا أَزِيدُكُمْ خَمْسًا فَتَتِمَّ لَكُمْ عِشْرُونَ خَصْلَةً إِنْ كُنْتُمْ كَمَا تَقُولُونَ: فَلاَ تَجْمَعُوا مَا لاَ تَأْكُلُونَ وَلاَ تَبْنُوا مَا لاَ تَسْكُنُونَ وَ لاَ تَنَافَسُوا فِي شَيْءٍ أَنْتُمْ عَنْهُ غَداً تَزُولُونَ وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ وَعَلَيْهِ تُعْرَضُونَ وَ ارْغَبُوا فِيمَا عَلَيْهِ تَقْدِمُونَ وَ فِيهِ تَخْلُدُونَ".

"اگر تم لوگ ویسے ہی ہو تو میں تمہیں پانچ باتیں مزید بتائے دیتا ہوں، اس طرح تمہارے پاس بیس خصلتیں جمع ہو جائیں گی: ① وہ چیز جمع نہ کرو جسے تم کھاتے نہیں ② وہ مکان بناؤ نہیں جس میں تم رہ نہیں سکتے ③ اس چیز میں سبقت کے لیے دوڑ دھوپ نہ کرو جس کو چھوڑ کر کل کو تم کوچ کر جانے والے ہو ④ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس تمہیں جانا ہے اور جس کے سامنے (جوابدہی کے لیے) پیش ہونا ہے ⑤ جہاں تمہیں جانا ہے اور جہاں ہمیشہ ہمیش کے لیے رہنا ہے اس کی رغبت وخواہش میں رہو (اور اس کے لیے کوشش کرو)"۔

اس کے بعد قوم رسول اکرم ﷺ کے پاس سے واپس ہوگئی اور آپ کی وصیت ساتھ لے گئی اور اس پر عمل کرنے لگی[1]۔

---

(۱) زاد المعاد فی هدی خیر العباد، فصل في قدوم وفد الأزد على رسول الله ﷺ لابن القيم الجوزية. وانظر أيضاً: الإصابة (٣٦٠٨)، وأسد الغابة (٢٣٤٤)، الجامع الكبير للسيوطي (٥٧١/٢).

کھجور کا ایک ٹکڑا ہی سہی!

حضرت ابوعمرو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ دن کے شروع میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی دوران آپ ﷺ کے پاس کچھ ایسے لوگ آئے جو ننگے پاؤں اور ننگے بدن تھے۔ وہ اون کی دھاری دار چادریں یا کمبل اپنے جسم پر ڈالے ہوئے تھے اور گردنوں میں تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر قبیلۂ مضر؛ بلکہ سارے ہی مضر قبیلے کے تھے۔

جب رسول اکرم ﷺ نے ان کی فاقہ زدگی کا یہ حال دیکھا تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے اور پھر باہر نکل آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی۔ پھر (جب لوگ نماز کے لیے اکٹھا ہو گئے تو) تکبیر کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد لوگوں سے یہ خطاب فرمایا:

''﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ....﴾ آیت کے اخیر تک (یعنی اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا....) [النساء: ۱] آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور اس کے بعد سورۃ الحشر کی بھی یہ آیت پڑھی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور نفس (آدمی) کو چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے جو کچھ آگے بھیجا ہے اسے دیکھے۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دلائی اور) فرمایا: ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ صدقہ وخیرات کرے: دینار ودرہم کا، کپڑے کا، گندم کے صاع (ڈھائی کلو کا ایک پیمانہ) کا، کھجور کے صاع کا، حتیٰ کہ

فرمایا: خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی سہی“۔

اتنے میں انصار کا ایک آدمی ایک تھیلی لے کر آیا۔ وہ تھیلی اتنی بھاری تھی کہ اس کی ہتھیلی اسے اٹھانے سے عاجز آ رہی تھی بلکہ عاجز ہو چکی تھی۔ پھر اس کے بعد لوگ پے در پے صدقہ وخیرات لے لے کر آنے لگے۔ یہاں تک کہ میں نے دو ڈھیر دیکھے؛ ایک ڈھیر سامان کا اور دوسرا ڈھیر کپڑوں کا۔ میں نے دیکھا کہ (صدقہ وخیرات کا یہ منظر دیکھ کر) رسول اکرم ﷺ کا چہرۂ انور اس طرح چمک رہا تھا گویا کہ وہ سونے کا ٹکڑا ہو۔

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مَنْ بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ“.

”جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا اپنا اجر وثواب اور ان تمام لوگوں کا اجر وثواب ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے، اور ان کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور اسی طرح جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس پر اس کے اپنے گناہ کا بوجھ اور ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے، اور ان کے گناہوں کے بوجھ میں کمی نہیں کی جائے گی“(۱)۔

(۱) مسلم: كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو بكلمة طيبة (۱۰۱۷).

قیافہ شناسی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ میرے پاس خوشی کی حالت میں تشریف لائے۔ آپ کا چہرۂ انور چمک دمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"أَلَمْ تَرَىْ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ".

''تم نے دیکھا نہیں، مجزز (ایک قیافہ شناس) نے ابھی ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہما (کے صرف پاؤں) کی طرف دیکھا (جو ایک ہی چادر کو اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے) اور کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں''(۱)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح فتح الباری میں ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نسب میں قدغن عائد کرتے تھے۔ کیونکہ باپ کا رنگ گورا تھا جبکہ بیٹے کا رنگ کالا۔ چنانچہ جب قیافہ شناس نے طعنہ زنی کرنے والوں کی تردید کردی تو رسول اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی سے کھل اٹھا(۲)۔

---

(۱) بخاری: کتاب الفرائض، باب القائف-(۶۷۷۰)، مسلم (۱۴۵۹).

(۲) دیکھئے: فتح الباری (۱۲/۶۹،۷۰)، طبع دار السلام، السعودیة.

اب آپ کا بھوت آتا ہے یا نہیں!

ابواسحاق حضرت براء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر نبوی ﷺ پر خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ''لوگو! کیا تم میں کوئی سواد بن قارب نام کا آدمی ہے؟''۔ اس سال مجمع میں سے کسی نے بھی اس سوال کا جواب نہیں دیا۔ دوسرے سال امیر المومنین نے یہی سوال کر دیا۔ میں نے پوچھا: امیر المومنین! سواد بن قارب سے آپ کی کیا مراد ہے؟ امیر المومنین نے فرمایا: دراصل سواد بن قارب کے اسلام لانے کا ایک عجیب وغریب واقعہ ہے۔

براء کا بیان ہے: ابھی ہم لوگ اسی حال میں تھے کہ اچانک سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ہماری طرف آتے ہوئے دکھائی دیے۔ (جب وہ نزدیک آئے تو) امیر المومنین نے ان سے فرمایا: اے سواد! آپ اپنے اسلام لانے کے ابتدائی حالات کے بارے میں ہمیں بتائیں کہ آپ نے کیسے اسلام قبول کیا؟

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: واقعہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ ہندستان گیا ہوا تھا اور اس دوران میرے ساتھ ایک جن ساتھی بھی تھا۔ ایک رات میں سو رہا تھا کہ وہ میرے خواب میں آیا اور مجھ سے کہنے لگا:

''قُمْ فَافْهَمْ وَاعْقِلْ إِنْ كُنْتَ تَعْقِلُ، قَدْ بُعِثَ رَسُولٌ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ''.

''اٹھو اور سمجھ سے کام لو، اور ہوش کے ناخن لو اگر تم واقعی ہوشیار ہو! لؤی بن غالب کے درمیان میں سے ایک رسول مبعوث ہو چکے ہیں''۔

نیز اس نے یہ اشعار کہے:

عَجِبْتُ لِلجِنِّ وَتَخْبَارِهَا   وَشَدِّهَا العِيسَ بِأَكْوَارِهَا

میں نے جن اور اس کی تحقیق وتفتیش اور اس کے کجاوے کے ساتھ اونٹ کو باندھنے سے بڑا تعجب کیا۔

تَهْوِى إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى　　لَيْسَ ذَوُو الشَّرِّ كَأَخْيَارِهَا

جو ہدایت کی تلاش میں مکہ مکرمہ کا رخ کرتا رہا۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ) شریر جن اچھے جنوں کی طرح نہیں ہیں۔

فَانْهَضْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ　　مَا مُؤْمِنُوا الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا

اس لیے تم ہاشم کے چنیدہ شخص (محمد ﷺ) کے پاس جاؤ (اور ان کی اطاعت کرلو)۔ (حقیقت یہ ہے کہ) مومن جن کافر جنوں کی طرح نہیں ہیں۔

پھر وہ میرا جن ساتھی مجھے جگا دیا اور مجھے ڈراتے ہوئے کہنے لگا: اے سواد بن قارب! یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث فرمایا ہے۔ تم اس نبی کی خدمت میں جاؤ اور اس کی اطاعت کر کے راہ راست کو قبول کرلو۔

دوسری رات بھی میرا وہ جن ساتھی آیا اور مجھے جگا کر اس نے وہی گزشتہ رات والے اشعار سنائے۔ اسی طرح تیسری رات بھی وہ آیا اور مجھے جگا کر وہی اشعار سنائے جو گزشتہ دو راتوں کو اس نے مجھے سنایا تھا۔

جب میں نے اپنے جن ساتھی کو تین راتوں تک مسلسل یہ سب کہتے ہوئے سنا تو میرے دل میں رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت یعنی اسلام کی محبت سما گئی۔ چنانچہ میں نے اسی وقت اپنی سواری کا رخ کیا اور نہ تو کجاوے کی کوئی رسی کھولی اور نہ باندھی؛ بلکہ اسی حال میں (سفر کے نشیب وفراز کا خیال کیے بغیر) چلتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آ پہنچا۔ آپ ﷺ اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے ارد گرد لوگ اکٹھا تھے۔ جب رسول اکرم ﷺ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو آپ نے فرمایا:

"مَرْحَباً بِکَ یَا سَوَادَ بْنِ قَارِبٍ! قَدْ عَلِمْنَا مَا جَاءَ بِکَ".

"سواد بن قارب کا آنا مبارک ہو! ہمیں معلوم ہے کہ کونسی بات تمہیں یہاں لائی ہے"۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے چند اشعار کہے ہیں، آپ انہیں گوش گزار کرنے کی زحمت کریں۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو یہ اشعار سنایا:

أَتَانِي رَئِيِّ بَعْدَ لَيْلٍ وَهَجْعَةٍ وَلَمْ یَکُ فِيمَا قَدْ بَلَوْتُ بِکَاذِبِ

رات کی تھوڑی سی نیند میں نے لی تھی کہ میرا موکل جن میرے پاس آ دھمکا۔ اور میں نے جس بات میں بھی اس کو آزمایا تھا وہ سچا ہی نکلا تھا۔

ثَلاثُ لَيَالٍ قَوْلُهُ کُلَّ لَيْلَةٍ أَتَاکَ رَسُولٌ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

وہ تین رات تک مسلسل یہی کہتا رہا کہ تیرے پاس لوی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہو چکے ہیں۔

فَشَمَّرْتُ عَنْ سَاقِي الإِزَارَ وَوَسَّطَت بِي الذَّعْلِبُ الوَجْنَاءُ عِنْدَ السَّبَاسِبِ

چنانچہ میں نے اپنی پنڈلی سے ازار سمیٹ لیا (یعنی آپ ﷺ کے پاس آنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا) اور جوان اونٹنی مجھے لے کر چٹیل میدان و بیابان میں پہنچی۔

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ لاَ شَيْءَ غَيْرُهُ وَأَنَّکَ مَأْمُونٌ عَلَى کُلِّ غَايِبِ

اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور (معبود برحق) نہیں، اور آپ ﷺ ہر غائب رہنے والے کے لیے معتمد علیہ ہیں۔

وَأَنَّکَ أَدْنَى الْمُرْسَلِينَ شَفَاعَةً إِلَى اللّٰهِ يَابْنَ الأَکْرَمِينَ الأَطَايِبِ

اور اے بزرگوں اور اچھے خاندان کے چشم و چراغ! بلاشبہ آپ ﷺ تمام رسولوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریبی ہیں جن کو شفاعت نصیب ہوگی۔

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيکَ يَا خَيْرَ مَنْ مَشَى وَإِنْ کَانَ فِيمَا جَاءَ شَيْبُ الذُّوَايِبِ

لہٰذا اے خیر البشر! آپ ہمیں ان باتوں کا حکم کریں جو آپ کے پاس (وحی کے ذریعے) پہنچی ہیں؛ گرچہ آپ کی خدمت میں آنے والا بوڑھا ہی کیوں نہ ہو۔

وَكُنْ لِي شَفِيعاً يَوْمَ لَا ذُوشَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

اور آپ میرے لیے اس دن شفیع بن جائیں جس دن آپ کے سوا کوئی بھی سواد بن قارب (کا سفارشی بن کر) کام نہیں آئے گا۔

یہ اشعار سن کر رسول اکرم ﷺ کھلکھلا کر ہنس پڑے جس سے آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ اور پھر مجھ سے فرمایا:

''أَفْلَحْتَ يَا سَوَادُ''.

''اے سواد! تم کامیاب ہو گئے''۔

یہ واقعہ سن کر امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''هَلْ يَأْتِيكَ رَئِيُّكَ الْآنَ؟''.

''اب بھی آپ کا وہ بھوت (جن ساتھی) آپ کے پاس آتا ہے یا نہیں؟''۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''مُنْذُ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ لَمْ يَأْتِنِي وَنِعْمَ الْعِوَضُ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْجِنِّ''.

''جب سے میں نے قرآن پاک پڑھی ہے تب سے وہ میرے پاس نہیں آتا۔ اور واقعی میرے جن ساتھی کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب بہت ہی اچھا عوض ہے''(۱)۔

(۱) دلائل النبوة للبيهقي (۲/ ۲۴۹، ۲۵۱)، وانظر: معرفة الصحابة لأبي نعيم (۱۱۳۱).

محمد! کیا تم میرا حق ادا نہیں کرو گے؟!

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ یہودیوں کے علماء میں سے تھے اور کافی مالدار بھی تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر ان کا اسلام عمدہ ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بہت ساری جنگوں میں شرکت کی۔ ان کی وفات غزوۂ تبوک سے مدینہ منورہ واپسی پر راستے میں ہوئی۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں:

نبوت کی جو بھی علامات ونشانیاں ہو سکتی تھیں میں نے محمد ﷺ کے چہرے میں بھانپ لی تھیں۔ صرف دو نشانیاں ایسی تھیں جن سے میں واقف نہیں ہو سکا تھا؛ وہ یہ کہ

"يَسْبِقُ حِلْمُهُ غَضَبَهُ وَلَا يَزِيدُ شِدَّةُ الجَهْلِ عَلَيْهِ إِلَّا حِلْماً".

"آپ کی حلم وبردباری آپ کے غصے پر غالب ہوگی اور آپ کے ساتھ جتنی بھی زیادہ جہالت ونادانی کی جائے گی آپ اسی قدر زیادہ نرم وبردبار ہوں گے"۔

میں کسی حیلہ بہانہ کی تلاش میں رہتا تھا؛ تاکہ میں کسی طرح آپ کی حلم وبردباری اور نادانی وجہالت کا مشاہدہ قریب سے کر سکوں۔

میں اسی تاک میں تھا کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ اپنے گھر سے نکلے۔ آپ کے ہمراہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اتنے میں ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا جو کہ دیکھنے میں بدو لگ رہا تھا۔ وہ عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! فلاں بستی کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ مگر انہیں خشک سالی نے آ گھیرا ہے جس کی وجہ سے وہ انتہائی پریشانی واضطراب کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو کچھ غلہ وغیرہ ان کے پاس بھیجنے کا بندوبست کر دیں تاکہ وہ لوگ اس مصیبت سے نکل سکیں۔

اس وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس کوئی چیز موجود نہیں تھی جس سے آپ اس بدو کی

فرمائش پوری کرتے۔ چنانچہ میں (زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ) آپ ﷺ کے قریب آیا اور یہ تجویز پیش کی: اے محمد! اگر آپ مناسب سمجھیں تو بنو فلاں کے باغ سے متعین مقدار میں کچھ کھجوریں ایک مقررہ مدت کے لیے مجھ سے بیچ دیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''نہیں اے یہود کے بھائی! میں کسی کے باغ کا نام نہیں لوں گا؛ البتہ میں تم سے متعین مقدار میں کھجوریں ایک مقررہ وقت کے لیے بیچتا ہوں (اور تم مجھے اس کے عوض رقم دیدو)''۔

میں نے کہا: کوئی بات نہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مجھ سے بیع مکمل کر لی اور میں نے آپ ﷺ کو اسی (80) دینار دے دیا۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ابھی اس قرض کی ادائیگی میں دو تین دن باقی تھے کہ رسول اکرم ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے لیے نکلے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے علاوہ صحابۂ کرام کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب آپ ﷺ نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے قریب آیا اور آپ کے گریبان کی چادر زور سے پکڑ کر آپ کی طرف غضبناک اور ترش روئی سے دیکھا اور کہنے لگا:

''أَلَا تَقْضِي يَا مُحَمَّدُ حَقِّي؟! فَوَاللّٰهِ! مَا عَلِمْتُكُمْ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَسَيِّءُ الْقَضَاءِ مُطْلٌ''.

''محمد! کیا تم میرا حق ادا نہیں کروگے؟! اللہ کی قسم! میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بنوعبدالمطلب قرض کی ادائیگی میں بڑے ٹال مٹول سے کام لیتے ہو!!''۔

یہ سنتے ہی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا پارہ گرم ہوگیا۔ خود زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''فَنَظَرْتُ إِلَى عُمَرَ وَعَيْنَاهُ تَدُورَانِ فِي وَجْهِهِ'':

''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھیں (غصہ سے) ان کے چہرے میں گردش کر رہی تھیں''۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے:

''أَیْ عَدُوَّ اللّٰهِ! أَتَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ مَا أَسْمَعُ! فَوَالَّذِی بَعَثَهُ بِالْحَقِّ! لَوْلَا مَا أُحَاذِرُ فَوْتَهُ لَضَرَبْتُ بِسَيْفِی رَأْسَکَ''.

''اے اللہ کے دشمن! تم رسول اللہ ﷺ کو یہ گستاخ آمیز جملے کہہ رہے ہو، جبکہ میں سن رہا ہوں؟! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے! اگر مجھے آپ ﷺ کے غصہ ہونے کا خدشہ نہیں ہوتا تو ابھی اور اسی وقت اپنی تلوار سے تیرا سرتن سے جدا کر دیتا!!''۔

رسول اکرم ﷺ پورے اطمینان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور مسکان بھر رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یَا عُمَرُ! أَنَا وَهُوَ إِلَی غَیْرِ هٰذَا مِنْکَ أَحْوَجُ، أَنْ تَأْمُرَهُ بِحُسْنِ الْاقْتِضَاءِ وَتَأْمُرَنِی بِحُسْنِ الْقَضَاءِ، اِذْهَبْ بِهِ یَا عُمَرُ! فَاقْضِهِ حَقَّهُ وَزِدْهُ عِشْرِینَ صَاعاً مَکَانَ مَا رَوَّعْتَهُ''.

''عمر! میں اور یہ (یہودی) اس وقت تم سے کسی دوسری بات کے زیادہ ضرورتمند تھے؛ وہ یہ کہ تم اس کو کہتے کہ وہ اپنا قرض عمدہ طریقے سے طلب کرے، اور مجھ سے کہتے کہ میں اچھے ڈھنگ سے اس کا قرض ادا کر دوں۔ بہر حال تم اس کو لے کر جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو، اور ہاں، تم نے جو اس کو ڈرایا دھمکایا ہے اس کے بدلے میں اسے بیس صاع کھجور (تقریباً پچاس کلو) زیادہ دے دینا''۔

زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھے لے کر گئے اور میرا قرض ادا کیا اور زیادہ دیا۔ چنانچہ میں نے اس کے بعد اسلام قبول کر لیا(۱)۔

(۱) أسد الغابة (۱۸٤۱)، البيهقی (٦/٥٢)، الحاكم (٢/٣٢)، وقال: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، قال الهيثمی (٨/٢٤٠): رواه الطبرانی (٥١٤٧)، ورجاله ثقات، كنزالعمال (١٥٠٥٠).

یہ خون دفن کر دو!

سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے سینگی لگوائی اور فرمایا:

"خُذْ هَذَا الدَّمَ فَادْفَنْهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالطَّيْرِ وَالنَّاسِ".

"یہ خون لے جا کر لوگوں اور چرندوں پرندوں سے چھپا کر دفن کر دو"۔

میں نے رسول اکرم ﷺ سے خون لے لیا اور چھپ کر پی گیا۔ پھر آ کر آپ ﷺ سے بیان کیا تو آپ ہنس پڑے[1]۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی یہ وارد ہے کہ انہوں نے بھی ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کا خون پی لیا تھا۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے سینگی لگوائی اور خون انہیں دے کر فرمایا:

"يَا عَبْدَ اللَّهِ! اِذْهَبْ بِهَذَا الدَّمِ فَأَهْرِقْهُ حَيْثُ لاَ يَرَاكَ أَحَدٌ".

"عبداللہ! اس خون کو لے جاؤ اور اسے ایسی جگہ بہا دو جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ سکے"۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ خون لے کر گئے اور جب رسول اکرم ﷺ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اسے پی لیا۔ جب واپس آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا:

"يَا عَبْدَ اللَّهِ! مَا صَنَعْتَ بِالدَّمِ؟".

"عبداللہ! تم نے خون کا کیا کیا؟"۔

انہوں نے عرض کیا:

"جَعَلْتُهُ فِي أَخْفَى مَكَانٍ عَلِمْتُ أَنَّهُ يَخْفَى عَلَى النَّاسِ!!".

---

(۱) ہیثمی نے مجمع الزوائد (۸/۲۷۱) میں کہا ہے کہ اسے طبرانی (۶۴۳۴) اور بزار (۲۴۳۵) نے روایت کیا۔ (مگر اس میں رسول اکرم ﷺ کے ہنسنے کا ذکر نہیں ہے) اور طبرانی کے رجال ثقہ ہیں۔

''میں نے اسے ایسی جگہ چھپا دی ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے بالکل پوشیدہ ہے!!''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَعَلَّکَ شَرِبْتَهُ!''.

''شاید کہ تم نے اسے پی لیا ہے!''۔

انہوں نے عرض کیا: ہاں، آپ درست فرما رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''فَلِمَ شَرِبْتَ الدَّمَ؟ وَيْلٌ لِلنَّاسِ مِنْکَ! وَوَيْلٌ لَکَ مِنَ النَّاسِ!''.

''تم نے یہ خون کیوں پی لیا؟ لوگوں کو تم سے ویل ہو اور تمہارے لیے لوگوں سے ویل ہو!''۔

ابوعاصم کہتے ہیں: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی قوت کا راز اسی خون کو سمجھا جاتا تھا(۱)۔

(۱) الإصابة لابن حجر (٤٧٠٠)، وانظر الحديث أيضاً فى مجمع الزوائد للهيثمى(٨/٢٧٠)، وقال: رواه الطبرانى والبزار (٢٤٣٦) باختصار، ورجال البزار رجال الصحيح غير جنيد بن القاسم وهو ثقة. وابن حبان (٥/٥١٥)، وسير أعلام النبلاء (٣/٣٦٦)، وحلية الأولياء (١/٣٣٠).

بچوں کی بیعت!

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ سے اس وقت بیعت کی جب ان دونوں کی عمر سات سال کی تھی۔ جب رسول اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو مسکرانے لگے اور اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور ان دونوں سے بیعت لی[1]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر اور عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہم جب عنفوان شباب میں تھے تو ان تینوں کو لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تاکہ وہ آپ سے بیعت کر لیں اور ان کو آپ کی برکت لگ جائے اور مستقبل میں ان کا ذکر خیر ہو۔ چنانچہ انہیں آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ آپ کے سامنے آنے میں ہچکچانے لگے تو ان بچوں میں سب سے پہلے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آپ سے بیعت کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ آپ ﷺ یہ دیکھ کر مسکرانے لگے اور فرمایا:

"إِنَّهُ ابْنُ أَبِيهِ"[2].

"یہ اپنے باپ کا بیٹا ہے (مفہوم یہ ہے کہ اس کے اندر باپ جیسی صفات ہیں)"۔

(١) مجمع الزوائد للهيثمي (٩/٢٨٥)، وقال: رواه الطبراني في الأوسط وفي الكبير وفيه إسماعيل بن عياش وفيه خلاف وبقية رجاله رجال الصحيح.

(٢) الإصابة لابن حجر (٤٧٠٠).

میں نے ایک دعا چھپا رکھی ہے!

عبدالرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک وفد کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ ہم لوگوں نے اپنی سواریاں آپ ﷺ کے دروازے کے سامنے بیٹھائیں۔ جب ہم لوگ آئے تو رسول اکرم ﷺ سے زیادہ مبغوض کوئی دوسرا آدمی ہماری نظروں میں نہیں تھا، مگر جب ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے تو آپ سے زیادہ محبوب ہماری نگاہوں میں کوئی اور نہیں تھا۔ ہمارے ساتھ آنے والے لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی بادشاہت نہیں مانگی؟

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس دیے اور فرمایا:

”فَلَعَلَّ لِصَاحِبِكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنْ مُلْكِ سُلَيْمَانَ، إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا أَعْطَاهُ دَعْوَةً، مِنْهُمْ مَنِ اتَّخَذَ بِهَا دُنْيَاهُ فَأُعْطِيهَا، وَمِنْهُمْ مَنْ دَعَا بِهَا عَلَى قَوْمِهِ إِذَا عَصَوْهُ فَأُهْلِكُوا بِهَا، وَإِنَّ اللَّهَ أَعْطَانِي دَعْوَةً فَاخْتَبَأْتُهَا عِنْدَ رَبِّي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ“.

”شاید کہ تمہارے ساتھی (خود آپ ﷺ) کے لیے اللہ کے نزدیک سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی افضل چیز رکھی ہوئی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث کیا اسے ایک ایسی دعا عنایت فرمائی جو ضرور قبول کی جانے والی تھی۔ ان انبیائے کرام علیہم السلام میں سے بعض نے تو اس دنیا کے لیے اس دعا کو استعمال کر لیا اور ان کی دعا قبول ہوئی، اور بعض نے اپنی قوم کی سرکشی و تمرد اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے اس دعا کو بددعا کے طور پر استعمال کیا، جس کے سبب ان کی قوم ہلاک و برباد ہوئی۔ مگر مجھے جو قبول ہونے والی دعا اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے،

12

میں نے اسے اپنے پروردگار ہی کے پاس چھپا رکھی ہے۔ اس دعا کو میں قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے استعمال کروں گا''(۱)۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں رسول اکرم ﷺ کے یہ الفاظ آئے ہیں:

''.... وَ أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ فَأَخَّرْتُهَا لِأُمَّتِي، فَهِيَ نَائِلَةٌ مَنْ لا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئاً''.

''.... اور مجھے شفاعت عطا ہوئی ہے جس کو میں نے اپنی امت کے لیے رکھ چھوڑی ہے۔ جو کہ میری امت کے ہر اس شخص کو نصیب ہوگی جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا ہوگا''(۲)۔

(۱) مجمع الزوائد للهيثمي (۱۰/۳۷۱)، وقال: رواه الطبراني والبزار (۳٤٥۹)، ورجالهما ثقات، وقال الألباني في تحقيق كتاب السنة (٤٢٤): حديث صحيح. وانظر أيضاً ابن خزيمة (۱۷٥).

(۲) مجمع الزوائد للهيثمي (۱۰/ ۳۷۱)، وقال: رواه البزار (۳٤٦۰) بإسنادين حسنين.

جانور پر بھی قصاص!

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور دو بکریاں لڑ رہی تھیں۔ اتنے میں ایک بکری نے دوسری بکری کو زور سے سینگ مار کر اسے زخمی کر دیا۔ یہ دیکھ کر رسول اکرم ﷺ کو ہنسی آ گئی۔

پوچھا گیا: کس بات سے آپ ہنس پڑے اے اللہ کے رسول؟!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَجِبْتُ لَهَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُقَادَنَّ لَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

"مجھے اس مارنے والی بکری سے تعجب ہوا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت کے دن ضرور اس مارنے والی بکری سے (مار کھانے والی بکری کے لیے) قصاص لیا جائے گا"(۱)۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ".

"قیامت کے روز تم لوگوں سے ضرور صاحب حق کا حق لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کے لیے سینگ والی بکری سے قصاص لیا جائے گا"(۲)۔

---

(۱) أحمد (۱۷۳/۵)، وقال الأرنؤوط: حديث حسن. وأخرجه البزار (۱۹٤/۲)، رقم (٤۰۳۲).

(۲) مسلم: كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم (۲٥۸۲).

رسول اکرم ﷺ کا پیشاب پینے والی خاتون!

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ رات کو نیند سے بیدار ہوئے اور گھر کے کونے میں رکھی ہوئی ایک صراحی میں پیشاب کیا۔ اسی رات جب میری نیند ہوشیار ہوئی تو مجھے شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں گئی اور کونے میں رکھی ہوئی اس صراحی میں پانی سمجھ کر پی گئی۔ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا:

''يَا أُمَّ أَيْمَنَ! قُومِي إِلَى تِلْكَ الفَخَارَةِ فَأَهْرِيقِي مَا فِيهَا''.

''ام ایمن! جاؤ اور اس صراحی کے اندر جو کچھ ہے اسے بہا دو''۔

میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں نے جو کچھ صراحی میں تھا وہ پی لیا ہے۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں اور پھر ارشاد فرمایا:

''أَمَا إِنَّكِ لا يَفْجَعُ بَطْنُكِ بَعْدَهُ أَبَدًا''.

''اب اس کے بعد تیرا پیٹ کبھی بھی بیمار نہیں ہوگا''(۱)۔

(۱) مستدرك الحاكم (٤/٦٢، ٦٣)، السيرة الحلبية (٢/٥١٥) طبع دار المعرفة، الطبراني في الكبير (٢٥/٨٩)، وقال الهيثمي في مجمع الزوائد (٨/٢٧٢): وفيه أبو مالك النخعي وهو ضعيف.

یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ کہا جا چکا؟!

عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک کالی کلوٹی عورت آئی اور کہنے لگی: میں نے تم کو بھی اور تمہاری بیوی کو بھی دودھ پلایا ہے۔

جب عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ رسول اکرم ﷺ سے کیا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور مسکرانے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا:

"كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟!".

"یہ کیسے ہوسکتا ہے (کہ اب تم اور تمہاری بیوی ایک ساتھ رہو)، جبکہ کہا جا چکا (کہ تم اور تمہاری بیوی رضاعی بھائی بہن ہو)؟!"(۱)۔

بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ابو اِہاب بن عزیز کی صاحبزادی سے شادی کی۔ (کچھ دنوں بعد) ایک عورت آئی اور اس نے بتایا کہ میں نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے۔

یہ سن کر عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

"مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلاَ أَخْبَرْتِنِي".

"مجھے نہیں معلوم ہے کہ واقعی تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے بتایا ہی ہے"۔

پھر عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ مکہ سے سوار ہو کر مدینہ منورہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور مسئلہ دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر وہی بات فرمائی:

"یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ کہا جا چکا (کہ تم اور تمہاری بیوی رضاعی بھائی بہن ہو)؟!"(۲)

(۱) بخاری: کتاب البیوع، باب تفسیر المشتبهات (۲۰۵۲).

(۲) بخاری: کتاب العلم، باب الرحلة فی المسئلة النازلة وتعلیم أهله (۸۸).

اے محمد! یہ کون ہے؟

قریش مکہ نے حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے)، تاکہ وہ آپ ﷺ کو طاقت وقوت کے بل بوتے پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے منع کر دیں۔ چنانچہ وہ مکہ سے نکل کر حدیبیہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر کہنے لگے:

"يَا مُحَمَّدُ! أَجَمَعْتَ أَوْشَابَ النَّاسِ ثُمَّ جِئْتَ بِهِمْ إِلَى بَيْضَتِكَ لِتَفُضَّهَا بِهِمْ؟".

"اے محمد! آپ مختلف لوگوں کو اکٹھا کر کے اپنے خاندان والوں کو تہس نہس کرنے آئے ہیں؟"۔

یہ قریش ہیں جو اپنی دودھ والی اونٹنیوں، عورتوں اور بچوں کے ساتھ نکلے ہیں۔ انہوں نے چیتوں کے چمڑے پہن رکھے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کر رکھا ہے کہ آپ طاقت وقوت کے بل بوتے پر (زبردستی) ہرگز ہرگز مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

پھر عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"وَأَيْمُ اللّٰهِ لَكَأَنِّي بِهٰؤُلَاءِ قَدِ انْكَشَفُوا عَنْكَ غَدًا".

"اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ کل کے دن یہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جائیں گے"۔

یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو رسول اکرم ﷺ کے پیچھے ہی تھے، بول پڑے:

"اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ، أَنَحْنُ نَنْكَشِفُ عَنْهُ؟".

"(چل ہٹ!) جا کر اپنی لات (مشرکین کی مؤنث معبود) کی شرمگاہ چاٹ! کیا ہم لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد سے (آپ کو اکیلا چھوڑ کر) ہٹ جائیں گے؟"۔

عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے محمد! یہ کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"هَذَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ".

"یہ ابو قحافہ کے بیٹے ہیں"۔

عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

"أَمَا وَاللَّهِ! لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَكَافَأْتُكَ بِهَا، وَلَكِنْ هَذِهِ بِهَا".

"اللہ کی قسم! اگر میرے اوپر تمہارا احسان نہ ہوتا تو ضرور تمہارے اس جملے کا بدلہ ابھی دے دیتا، مگر یہ گستاخ آمیز جملہ اس احسان کا بدلہ ہی سمجھو"۔

یہ واضح رہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کے لیے ان کا تعاون کیا تھا۔

اس کے بعد عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بات بات میں رسول اکرم ﷺ کی داڑھی کو ہاتھ سے چھونے لگے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے سر کے پاس ہی کھڑے تھے اور جنگی پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حرکت دیکھی کہ وہ بار بار اپنے ہاتھ سے رسول اکرم ﷺ کی داڑھی چھو رہے ہیں تو وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مارنے لگے اور کہنے لگے:

"اُكْفُفْ يَدَكَ عَنْ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ لَا تَصِلَ إِلَيْكَ!!".

"اپنا ہاتھ رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ انور سے دور ہی رکھ؛ ورنہ تیرا ہاتھ (کاٹ کر رکھ دوں گا اور پھر وہ دوبارہ تیری طرف) واپس نہیں ہوگا!!"۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر کہنے لگے: تیرا ناس ہو! کتنا سخت مزاج ہے تو؟!

اِدھر رسول اکرم ﷺ مسکرانے لگے۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون ہے اے محمد!؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"هَذَا ابْنُ أَخِيكَ الْمُغِيرَةُ بْنَ شُعْبَةَ".

''یہ تیرے بھائی کا بیٹا مغیرہ بن شعبہ ہے''۔

[عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے والد کے چچا تھے (گو وہ رشتہ میں مغیرہ بن شعبہ کے دادا ہوئے)۔ چونکہ مغیرہ رضی اللہ عنہ جنگی لباس پہنے ہوئے تھے اس لیے عروہ رضی اللہ عنہ انہیں نہیں پہچان سکے تھے]۔

یہ سن کر عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

"أَيْ غُدَرُ، وَهَلْ غَسَلْتُ سَوْأَتَكَ إِلَّا بِالْأَمْسِ؟!".

''اے غدار اور بے وفا! میں نے کل ہی تو تیری شرمگاہ دھوئی ہے؟!''۔

یہ بات عروہ رضی اللہ عنہ نے اس لیے کہی کیونکہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے سے قبل ثقیف کے قبیلۂ بنی مالک کے تیرہ آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ مقتولین اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لوگوں کے درمیان کشمکش ہوگئی اور دونوں طرف کے لوگ بھڑک اٹھے تھے۔ اس معاملے کو رفع دفع کرنے کے لیے عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مقتولین کو تیرہ دیتیں دی تھیں تب کہیں جا کر یہ کشمکش اور لڑائی ختم ہوئی تھی (۱)۔

(۱) سيرة ابن هشام (۳٤۲/۳)، وانظر أيضاً: مسند أحمد (۳۲۹/٤).

بسم اللہ کی برکت

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی آپ کے پاس کھانا کھا رہا تھا۔اس نے بسم اللہ نہیں کیا ہوا تھا۔ جب کھانے سے صرف ایک لقمہ ہی باقی رہ گیا تو اس نے وہ لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا:

"بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ".

"میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں؛ ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی"۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ ہنسنے لگے اور ارشاد فرمایا:

"مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ فَلَمَّا ذَكَرَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ".

"شیطان بھی اس کے ساتھ کھانے میں برابر کا شریک تھا،مگر جب اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو شیطان نے جو کچھ کھایا تھا وہ سب قے کر دیا"(۱)۔

ایک دوسری روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ".

"جب تم میں سے کوئی کھانا تناول کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے لے، اگر کھانا شروع کرتے وقت بھول جائے تو یاد آنے پر یہ کہے: بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ (یعنی میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں؛ ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی)"(۲)۔

---

(۱) أبوداود (۳۷٦۸)، أحمد (۳۳٦/٤)، النسائی فی الکبری (٦۷٥۸)، الطبرانی (۸٥٤)، الحاکم (١٠٨/٤) وقال: صحیح الإسناد، وصححه الألبانی بشواهده فی الإرواء (١٩٦٥).

(۲) ـ[صحیح] أبوداود (۳۷٦۷)، أحمد (١٤۳/٦)، دارمی (٩٤/٢)، ابن ماجه (۳۲٦٤)، ابن حبان (١٣٤١)، بیهقی (٢٧٦/٧).

یہودیوں کا حیلہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ رکن یمانی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے یکا یک اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور ہنس پڑے اور پھر ارشاد فرمایا:

"لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ (ثلاثًا)، إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا، وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ".

"اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے (یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ دہرائی)، اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا تھا، مگر انہوں نے (حیلہ بہانہ کر کے) چربی بیچ کر اس کی قیمت کھانا شروع کر دیا؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے لیے کسی چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اس پر اس کی قیمت بھی حرام قرار دیتا ہے"(۱)۔

رسول اکرم ﷺ کو یہودیوں کے حیلے بہانے سے تعجب ہوا اور آپ کو ہنسی آ گئی(۲)۔

(۱) [صحیح] أبو داود: الإجارة، فی ثمن الخمر (۳٤۸۸)، السنن الکبری للبیهقی (۱۳/٦)، أحمد (۱/ ۲٤۷)، رقم (۲۲۲۱).

(۲) فتح الباری (٤/٥۲٥)، طبع دار السلام، الریاض.

جب زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی!

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

" تَكُونُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً يَكْفَؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهِ كَمَا يَكْفَأُ أَحَدُكُمْ خُبْزَتَهُ فِي السَّفَرِ نُزُلاً لِأَهْلِ الْجَنَّةِ".

" قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی مانند ہو جائے گی جسے اللہ تعالیٰ اہل جنت کی میزبانی کے لیے اپنے ہاتھ سے الٹے پلٹے گا جس طرح تم میں کا کوئی دسترخوان پر روٹی الٹتا پلٹتا ہے"۔

اتنے میں ایک یہودی آیا اور کہنے لگا: ابوالقاسم! رحمٰن آپ پر برکت کی بارش کرے، کیا میں آپ کو قیامت کے دن اہل جنت کی سب سے پہلی ضیافت کی خبر نہ دوں؟

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں، بتاؤ"۔

یہودی کہنے لگا: (قیامت کے دن) ساری زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی اور وہ بھی وہی بات بتانے لگا جو نبی کریم ﷺ نے بتائی تھی۔

اس کی بات سن کر رسول اکرم ﷺ نے ہماری طرف دیکھا اور پھر ہنس پڑے جس سے آپ کے اگلے دانت دکھائی دینے لگے۔

پھر اس یہودی نے کہا: کیا میں آپ کو اہل جنت کے سالن کے بارے میں نہ بتاؤں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں بتاؤ"۔ یہودی نے کہا: جنتیوں کا سالن بالام اور نون ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ یہودی نے بتایا: بیل اور مچھلی، جس کی کلیجی کے ساتھ زائد چربی کے حصے کو ستر ہزار آدمی کھائیں گے (۱)۔

(۱) مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب نزل أهل الجنة (۲۷۹۲)، بخاری (٦٥٢٠).

یہودی عالم کی بات سے آپ ﷺ کی ہنسی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک عالم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے محمد! ہم لوگ توریت میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اپنی ایک انگلی پر آسمانوں کو، ایک انگلی پر زمینوں کو، ایک انگلی پر درختوں کو، ایک انگلی پر پانی اور مٹی کو، اور ایک انگلی پر ساری مخلوقات کو رکھ لے گا اور فرمائے گا:

"أَنَا الْمَلِكُ".

"میں بادشاہ ہوں (آج کون ہے جس کا کوئی حکم میرے سامنے چل سکے؟)"۔

اتنا سننا تھا کہ نبی کریم ﷺ اس یہودی کے قول کی تصدیق کے طور پر کھلکھلا کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے اگلے دانت نظر آنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی:

﴿ وَمَاقَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾

"اور ان (یہودی) لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں"[1]۔

[سورۃ الزمر: ٦٧]

(١) بخاری (٤٨١١، ٧٤١٤، ٧٤٥١، ٧٥١٣)، مسلم (٢٧٨٦).

تجھے گرفتار نہیں کیا جا سکتا!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام زید بن اسلم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

"يَا حُذَيْفَةُ! نَشْكُو إِلَى اللَّهِ صُحْبَتَكُمْ رَسُولَ اللَّهِ، أَدْرَكْتُمُوهُ وَلَمْ نُدْرِكْهُ، وَرَأَيْتُمُوهُ وَلَمْ نَرَهُ".

"اے حذیفہ! ہمیں اللہ تعالیٰ سے یہ شکوہ تو رہے گا ہی کہ آپ لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی (جبکہ ہم اس شرف سے محروم رہے)، آپ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو پایا جبکہ ہم نہیں پا سکے، اور آپ لوگوں نے انہیں دیکھا جبکہ ہم لوگ اس شرف سے بھی محروم رہے"۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تمہیں یہ شکوہ ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے یہ شکوہ ہے کہ تم لوگ رسول اکرم ﷺ کو دیکھے بغیر ان پر ایمان لائے (جبکہ ہم لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لائے اور ہم اس شرف سے محروم رہے)، اللہ کی قسم! اے میرے بھائی کے بیٹے! ہمیں نہیں معلوم کہ اگر تم رسول اکرم ﷺ کو پاتے تو کیا کرتے (ایمان بھی لاتے یا مشرکین کی طرح آپ ﷺ کی دعوت کو ٹھکرا دیتے؟!)۔ تمہیں شاید وہ واقعہ معلوم نہیں جب ہم لوگ خندق کے دن ایک شدید سردی اور بارش والی اندھیری رات میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے، اور ادھر ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مشرک ہی تھے) اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ (ہم مسلمانوں سے مقابلہ آرائی کے لیے) میدان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

"مَنْ رَجُلٍ يَذْهَبُ فَيَجِيءُ لَنَا عِلْمَ الْقَوْمِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ".

''کون آدمی جا کر ہمارے مقابلے میں آئے ہوئے لوگوں کی خبر ہمارے پاس لائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اس کام کی انجام دہی کے بدلے میں جنت میں داخل فرمائے گا''۔

ہم لوگوں میں سے کوئی بھی آدمی رسول اکرم ﷺ کا جواب نہیں دیا۔

آپ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا:

''مَنْ رَجُلٍ يَذْهَبُ فَيَعْلَمُ لَنَا عِلْمَ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ رَفِيقِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ''.

''کون آدمی جا کر ہمارے مقابلے کے لیے آنے والی قوم کی رپورٹ حاصل کر کے ہمارے پاس لائے گا اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن میرا رفیق بنائے گا''۔

اللہ کی قسم! اس عظیم پیشکش کو سن کر بھی ہم میں سے کوئی بھی آدمی دشمنوں کی خبر لانے کو تیار نہیں ہوا (کیونکہ کڑاکے کی سردی تھی اور وہ بھی بارش والی اندھیری رات)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ حذیفہ کو اس کام کے لیے بھیج دیں۔

رسول اکرم ﷺ نے آواز دی: ''حذیفہ!''.

میں نے عرض کیا: میں حاضر خدمت ہوں اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

''هَلْ أَنْتَ ذَاهِبٌ؟''.

''کیا تم (خبر لانے کے لیے) جاؤ گے؟''۔

میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف دامنگیر نہیں ہے کہ میں جاؤں گا تو قتل کر دیا جاؤں گا؛ بلکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔

میری بات سن کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّكَ لَنْ تُؤْسَرَ''.

''تمہیں ہرگز گرفتار نہیں کیا جا سکتا''۔

میں نے عرض کیا: پھر آپ جو چاہیں مجھے حکم کریں اے اللہ کے رسول۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم مقابلے کے لیے آنے والے مشرکوں کے پاس جاؤ اور ان کے درمیان گھس جاؤ۔ پھر قریش کے لوگوں کے پاس جانا اور کہنا: اے قریش کے لوگو! یہ جو تمہارے ساتھی تمہارے ساتھ مقابلے کے لیے مستعد ہیں، ان کا ارادہ ہے کہ وہ کل کو تمہیں پکاریں گے اور للکاریں گے اور آواز دیں گے کہ کہاں ہیں قریش؟! کہاں گئے قریش کے قائدین؟! کہاں ہیں سر برآوردہ لوگ؟! یہ کہہ کر تمہیں للکاریں گے اور تمہیں آگے بڑھنے کی دعوت مبارزت دیں گے؛ چنانچہ جب تم لوگ میدانِ جنگ میں مسلمانوں سے مقابلے کے لیے نکلو گے تو تم ہی سے جنگ ہوگی (اور تمہارے ہی لوگ مارے جائیں گے جبکہ تمہارے علاوہ لوگ اپنی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اس لیے تم مقابلے کے لیے آگے نہ بڑھو)۔ اس کے بعد قبیلۂ قیس والوں کے پاس جانا اور کہنا: اے قیس کے لوگو! یہ تمہارے ساتھ آنے والے چاہتے ہیں کہ کل کے دن تمہیں مقابلے کے لیے جوش دلائیں گے اور دعوتِ مبارزت قبول کرنے کو کہیں گے اور آواز دیں گے کہ کہاں ہیں قبیلہ قیس کے گھڑ سوار لوگ؟! کہاں گئے جنگجو؟! چنانچہ وہ تمہیں آگے بڑھائیں گے اور یوں تم ہی لوگوں سے قتال ہوگا (اور تمہارا ہی خون بہے گا جبکہ دوسرے لوگ تمہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے، اس لیے تم مسلمانوں سے مقابلہ نہ کرو تو ہی بہتر ہے)''۔

چنانچہ میں چلا اور جا کر مقابلے کے لیے آنے والوں کے درمیان میں گھس گیا۔ میں ان کے درمیان پہنچ کر ان کے ساتھ آگ تاپنے لگا اور رسول اکرم ﷺ نے جو کچھ مجھے حکم فرمایا تھا اس پر عمل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ جب سحر ہونے لگی تو ابوسفیان کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

''لِيَنْظُرْ كُلُّ رَجُلٍ مَنْ جَلِيسُهُ؟''.

"ہر آدمی اچھی طرح سے دیکھ لے کہ اس کے بازو میں کون ہے؟"۔

میرے ساتھ دشمنوں میں سے ایک آدمی آگ تاپ رہا تھا۔ میں نے جونہی ابوسفیان کی بات سنی جھٹ اپنے بازو والے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا اس خوف سے کہ کہیں وہ میرا ہاتھ پکڑ کے مجھ سے نہ پوچھ بیٹھے کہ میں کون ہوں؟! پھر میں نے اس سے پوچھا:

"مَنْ أَنْتَ؟". "تم کون ہو؟"۔

وہ جلدی سے کہنے لگا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں۔

میں نے کہا: اچھی بات ہے۔

جب صبح قریب ہونے لگی تو ان لوگوں نے پکارا: قریش کے لوگ کہاں ہیں؟ سربرآوردہ لوگ کہاں گئے؟ یہ سنتے ہی قریش کے لوگ کہنے لگے: ارے! وہ بات تو سچ نکلی جو گزشتہ رات ہم نے سنی ہے!! پھر قریش نے پکارا: کہاں ہیں بنوکنانہ؟ کہاں ہیں ان کے تیرانداز؟ یہ سن کر بنوکنانہ میں بھی چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور وہ کہنے لگے: ارے! وہ بات تو سچ ثابت ہوئی جو گزشتہ رات ہم تک پہنچی ہے!! چنانچہ ان کا باہمی تعاون ٹائیں ٹائیں فش ہوگا اور وہ ایکدوسرے سے منحرف ہو گئے۔ اسی رات اتفاق سے اللہ تعالیٰ نے زور کی آندھی بھیج دی جس نے ان کے سارے خیموں کو تہس نہس کر دیا اور ان کی دیگوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ اپنے ایک بندھے ہوئے اونٹ پر اچھل کر جا بیٹھے اور اسے لات مار مار کر اٹھانے لگے؛ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔

پھر میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور آپ ﷺ کو ابوسفیان کے بارے میں بتانے لگا۔ آپ ﷺ میری بات سنتے جاتے تھے اور ہنستے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی کونچلیاں دیکھ لیں[1]۔

---

(۱) أخبار الأذكياء لابن الجوزي (٤٩، ٥٠)، دار ابن حزم، بيروت، لبنان.

پھر تو تیرا تکیہ بڑا کشادہ ہے!

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ ﴾

''تم کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے''۔ [البقرة:١٨٧]

تو میں نے ایک سفید اور ایک کالا دھاگہ لے کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا۔ اور (رات کو سحری کے وقت اٹھ اٹھ کر) دیکھتا رہا؛ مگر کالے دھاگے سے سفید دھاگے کی تمیز نہ ہوسکی۔ صبح ہوئی تو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ میری بات سن کر آپ ﷺ ہنسنے لگے اور ارشاد فرمایا:

"إِنَّ وِسَادَكَ لَعَرِيضٌ طَوِيلٌ، إِنَّمَا هُوَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ"(١).

''پھر تو تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا اور کشادہ ہے، (بھئی!) اس سے مراد رات و دن ہیں''۔

ایک روایت میں آیا ہے:

"إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ"(٢).

''اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے''۔

فائدہ: اس واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر شرعی نصوص کی اپنی زندگی میں تطبیق کرتے تھے!!

(١) [صحيح] أبو داود: كتاب الصوم، باب وقت السحور (٢٣٤٩).

(٢) بخاري: كتاب الصوم (١٩١٦)، مسلم (١٠٩٠).

آپ ﷺ ہدایت نہیں دے سکتے!

مسند احمد وغیرہ میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ روم کے بادشاہ قیصر کا پیغامبر اس کا خط لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور آپ کو قیصر کا خط پیش کیا۔ آپ ﷺ نے جب اس کے سامنے اسلام کی بات رکھی اور اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا:

''إِنِّي أَقْبَلْتُ مِنْ قِبَلِ قَوْمٍ وَأَنَا فِيهِمْ عَلَى دِينٍ، وَلَسْتُ مُسْتَبْدِلاً بِدِينِهِمْ حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْهِمْ''.

''میں ایک قوم کی طرف سے آپ کی خدمت میں آیا ہوں اور میں ان کے درمیان ایک مذہب کا پیروکار رہوں، اور جب تک میں ان کے درمیان پہنچ نہ جاؤں، ان کا مذہب بدل کر کوئی دوسرا مذہب قبول نہیں کر سکتا''۔

اس کی بات سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس دیے یا مسکرا پڑے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ الآية

''آپ (ﷺ) جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے''[1]۔ [القصص:٥٦]

(١) انظر الحديث مطولا في مسند أحمد (٤/٧٥)، ومسند أبي يعلیٰ (١٥٩٧)، وأورده الهيثمي في مجمع الزوائد (٨/ ٢٣٤ - ٢٣٦)، وقال: رواه عبد الله بن أحمد وأبويعلیٰ، ورجال أبي يعلیٰ ثقات، ورجال عبد الله بن أحمد كذلك.

عرفہ کی شام رسول اکرم ﷺ کی دعا

عباس بن مرداس السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے عرفہ کی شام اپنی امت کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کی اور بہت زیادہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی گڑگڑاہٹ قبول فرمائی اور ارشاد ہوا:

"أَنْ قَدْ فَعَلْتُ وَغَفَرْتُ لِأُمَّتِکَ إِلَّا مِنْ ظُلْمِ بَعْضِهِمْ بَعْضاً".

"میں نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی امت کی مغفرت کر دی؛ البتہ ان کی مغفرت نہیں کی جو ایک دوسرے پر ظلم کریں گے"۔

رسول اکرم ﷺ نے عرض کیا:

"یَا رَبِّ! إِنَّکَ قَادِرٌ أَنْ تَغْفِرَ لِلظَّالِمِ وَتُثِیبَ الْمَظْلُومَ خَیْرًا مِنْ مَظْلِمَتِهِ".

"اے میرے پروردگار! بے شک تو اس بات پر قادر ہے کہ ظالم کو بھی بخش دے اور مظلوم کو اس کے ظلم سے اچھا بدلہ عنایت فرما دے"۔

اس شام اتنی ہی دعا قبول ہوئی۔ جب رسول اکرم ﷺ مزدلفہ تشریف لائے تو آپ نے مزدلفہ کی صبح اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور بار بار اپنی امت کے لیے دعا مانگتے رہے۔ پھر آپ ﷺ مسکرا پڑے۔

ایک صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ﷺ ایک ایسی گھڑی میں ہنس پڑے جبکہ ایسے وقت میں آپ کو ہنستے نہیں دیکھا گیا، آخر کس بات سے آپ کو ہنسی آ گئی اللہ تعالیٰ آپ کو عمر بھر ہنساتا رہے؟

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تَبَسَّمْتُ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ إِبْلِيسَ، حِينَ عَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدِ اسْتَجَابَ لِي فِي أُمَّتِي وَغَفَرَ لِلظَّالِمِ، أَهْوَى يَدْعُو بِالثُّبُورِ وَالْوَيْلِ، وَيَحْثُو التُّرَابَ عَلَى رَأْسِهِ؛ فَتَبَسَّمْتُ مِمَّا يَصْنَعُ جَزَعُهُ“.

”مجھے اللہ کے دشمن ابلیس کی حرکت سے ہنسی آئی۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں میری دعا قبول فرما لی اور ظالم کی بھی مغفرت ہوگئی تو وہ اپنے آپ پر ہلاکت و بربادی کو پکارتے ہوئے اور اپنے سر پر مٹی ڈالتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا؛ چنانچہ میں ابلیس کی اس حرکت سے مسکرا پڑا“(۱)۔

(۱) أحمد (۴/ ۱۴)، وابن ماجه (۳۰۱۳)، وأبوداود (۵۲۳۴)، وأبو يعلیٰ (۱۵۷۸)، والبيهقی فی السنن (۵/۱۱۸)، وفی الشعب (۳۴۶)، وقال فيه: ”وهذا الحديث له شواهد كثيرة وقد ذكرناها فی كتاب ”البعث“، فإن صح بشواهده ففيه الحجة وإن لم يصح فقد قال الله عز وجل: ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾[النساء: ۴۸-۱۱۶]، وظلم بعضهم بعضاً دون الشرك“. وقد ضعّفه الشيخ الألبانی والأرنؤوط. نیز دیکھئے: أسد الغابة (۲۸۰۱).

آج کس نے روزہ رکھا ہوا ہے؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا:

"هَلْ أَصْبَحَ أَحَدٌ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا؟".

''تم میں سے کسی نے آج روزہ رکھا ہوا ہے؟''۔

یہ سن کر سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ!".

''میں نے روزہ رکھا ہوا ہے اے اللہ کے رسول!''۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

"هَلْ عَادَ أَحَدٌ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضاً؟".

''آج تم میں سے کسی نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟''۔

اس سوال پر بھی سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

آج میں نے مریض کی عیادت کی ہے اے اللہ کے رسول!

پھر رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

"هَلْ تَصَدَّقَ أَحَدٌ مِنْكُمُ الْيَوْمَ بِصَدَقَةٍ؟".

''کیا تم میں سے کسی نے آج صدقہ بھی کیا ہے؟''۔

یہ سن کر بھی سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ چپ ہو رہے۔

اس مرتبہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے:

آج میں نے صدقہ وخیرات کیا ہے اے اللہ کے رسول۔

رسول اکرم ﷺ اس جواب کو سن کر ہنس پڑے اور آپ کی ہنسی بلند ہوگئی۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ مَا جَمَعَهُنَّ فِی یَوْمٍ وَاحِدٍ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَإِلَّا دَخَلَ بِهِنَّ الْجَنَّةَ''.

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان خصوصیات کو ایک ہی دن میں کوئی مومن ہی جمع کر سکتا ہے اور وہ اس کے عوض جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہے''[1]۔

(۱) مجمع الزوائد للهيثمی (۱٦٣/٣)، وقال: رواه الطبرانی فی الكبير (٧٨٢٦)، وفيه عبيد الله ابن زحر وفيه كلام وقد وثق.

ذلت والا کون اور عزت والا کون؟

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ (بنی مصطلق) میں نکلے تھے۔ ہمارے ساتھ اس غزوہ میں کچھ اعرابی (دیہاتی لوگ) بھی تھے۔ ہم پانی کے لیے تیزی سے دوڑے۔ مگر یہ دیہاتی لوگ ہم لوگوں سے پہلے ہی پانی حاصل کرنے کے لیے پانی کی جگہ پر پہنچ گئے۔ ایک اعرابی اپنے ساتھیوں سے پہلے پانی کے پاس پہنچا اور اس نے ایک گڑھا کھود کر اس میں پانی اکٹھا کر لیا اور اس کے گرد پتھر رکھ کر اس پر ایک چمڑا ڈال دیا؛ تاکہ اس کے ساتھیوں کو وہاں پہنچنے کے بعد پانی دستیاب ہو سکے۔

اسی دوران ایک انصاری بھی اس اعرابی کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اپنی اونٹنی کی مہار پانی پینے کے لیے ڈھیلی کر دی۔ مگر اعرابی نے انصاری کو پانی پلانے سے روک دیا۔ اس پر انصاری نے پانی کی روک کھینچ دی (یعنی پتھر ہٹا دیا تاکہ پانی بہہ جائے)۔ اعرابی کو غصہ آ گیا اور اس نے اپنی لاٹھی سے مار کر انصاری کا سر پھوڑ دیا۔

اتنے میں وہاں (دوسرے لوگوں کے ساتھ) منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بھی آ پہنچا۔ اس انصاری نے عبداللہ بن ابی کو اس واقعے کی خبر دی اور وہ بھی اس منافق ہی کے گروہ کا آدمی تھا۔ یہ سننا تھا کہ عبداللہ بن ابی غصے سے لال پیلا ہو گیا اور (اپنے مریدوں سے) کہنے لگا: جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں (یعنی دیہاتی لوگ) تم لوگ ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ اِدھر اُدھر ہو جائیں۔

دراصل دیہاتی لوگ کھانے کے لیے رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ اسی لیے اس منافق نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب یہ دیہاتی رسول اکرم ﷺ کے پاس سے ادھر ادھر ہو جائیں تب ہی آپ کی خدمت میں کھانا لے کر جایا کرو؛ تاکہ آپ

ﷺ اور آپ کے ساتھی ہی کھانا کھا سکیں۔ پھر اس منافق نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ".

"اگر ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا"۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اکرم ﷺ کے پیچھے ہی تھا۔ میں نے عبداللہ ابن ابی کی ساری باتیں سن لیں اور جا کر اپنے چچا کو بتا دیا۔ وہ سیدھے رسول اکرم ﷺ کے خدمت میں پہنچے اور میری باتوں سے آپ کو آگاہ کر دیا۔

رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا۔ اس نے اپنی کہی ہوئی باتوں کا بالکل ہی انکار کر دیا اور قسم کھا کر اپنا الوسیدھا کرنے لگا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کی قسم دیکھ کر اس کی تصدیق کر دی اور مجھے ہی جھوٹا گردانا۔

میرے چچا میرے پاس واپس آئے اور مجھ سے کہنے لگے: کیا تو یہی چاہتا تھا کہ رسول اکرم ﷺ تجھ سے خفا ہو جائیں اور تجھے وہ خود اور دوسرے مسلمان بھی جھٹلائیں؟!!

چچا کی بات سن کر میرے دل میں ایسا حزن و ملال لاحق ہو گیا جو کسی اور کو نہیں ہوا ہوگا۔

میں اس واقعے کے بعد رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور غم وغصہ سے اپنا سر جھکایا ہوا تھا کہ رسول اکرم ﷺ میرے قریب آئے اور میرا کان پکڑ کر ہلایا اور میرے چہرے کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے۔ مجھے اس بات سے اتنی خوشی ہوئی کہ اتنی خوشی مجھے دائمی زندگی مل جانے پر بھی نہیں ہوتی۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھنے لگے: رسول اکرم ﷺ نے تم سے کیا کچھ کہا ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھ سے کچھ کہا تو نہیں؛ البتہ میرا کان پکڑا ہے اور میرے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر خوشخبری ہو تمہیں!

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور ان سے بھی میں نے وہی بات کہی جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے

کہی تھی۔ جب ہم نے صبح کی تو رسول اکرم ﷺ نے سورۃ المنافقین کی تلاوت فرمائی (۱)۔

ایک روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا:

"دَعْنِی أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ".

"مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں"۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"دَعْهُ، لاَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّداً يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ"۔

"اسے چھوڑ دو، کہیں لوگ یہ چہ میگوئیاں نہ کرنے لگیں کہ محمد اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگا ہے"(۲)۔

عبد بن حمید کی ایک روایت میں ہے کہ جب اس واقعے کی خبر عبداللہ بن ابی کے بیٹے کو ہوئی تو وہ جا کر مدینہ کے باہر کھڑے ہو گئے اور جب عبد اللہ بن ابی آیا تو انہوں نے اندر داخل ہونے سے اپنے باپ کو روک دیا اور کہنے لگے:

"أَنْتَ الَّذِی تَزْعُمُ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، وَاللَّهِ! لاَ تَدْخُلُهَا حَتَّى يَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!!".

"تم ہی یہ ڈھونگ رچا رہے تھے کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا؟ اللہ کی قسم! جب تک تمہیں رسول اکرم ﷺ اجازت مرحمت نہیں فرما دیتے تم مدینے میں داخل نہیں ہو سکتے!!"(۳)۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے اجازت دی تب بیٹے نے کہیں باپ کا راستہ چھوڑا۔

---

(۱) [صحیح] ترمذی: التفسیر، سورۃ المنافقین (۳۳۱۳)، بخاری (۴۹۰۰)، مسلم (۲۷۷۲).
(۲) بخاری (۴۹۰۵)، مسلم (۲۵۸٤).
(۳) دیکھئے: الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی (۸/۱۷۵-۱۷۹)، دار الفکر، بیروت.

عمر! اس وقت پیچھے ہٹ جاؤ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

عبد اللہ بن ابی بن سلول کا انتقال ہوا تو رسول اکرم ﷺ کو بلایا گیا؛ تاکہ آپ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔ جب رسول اکرم ﷺ اس ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی طرف بڑھ کر عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَ تُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا؟!"

"اے اللہ کے رسول! آپ ابن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھاتے ہیں جبکہ اس نے فلاں دن فلاں بات کہی تھی اور فلاں دن فلاں بات؟!"۔

اور میں اس کی کافرانہ باتیں گنانے لگا۔

رسول اکرم ﷺ میری بات سن کر مسکرا دیے اور فرمایا:

"أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ".

"عمر! اس وقت پیچھے ہٹ جاؤ"۔

لیکن جب میں نے بار بار اپنی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ، لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرُ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا".

"مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے (کہ میں اس کی نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں)؛ چنانچہ میں نے نماز پڑھنا ہی اختیار کیا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اگر میرے ستر مرتبہ سے زیادہ بھی مغفرت طلب کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی تو میں اس سے زیادہ بھی اس کے لیے دعا کروں گا"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھ کر ابھی واپس ہی ہوئے تھے کہ سورۂ براءۃ کی دو آیات نازل ہوئیں:

﴿ وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَداً وَلاَ تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾

''ان (منافقین) میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور مرتے دم تک نافرمان رہے ہیں''۔[التوبۃ:۸۴]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اکرم ﷺ کے حضور اس دن کی دلیری وجرأت پر تعجب ہوتا ہے؛ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول (ہر مصلحت کو) زیادہ جانتے ہیں[1]۔

(۱) بخاری: کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلاۃ علی المنافقین (۱۳۶۶)، ورقم (۴۶۷۱).

عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کا خوف

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ اس وقت چند قریشی خواتین (ازواج مطہرات) آپ ﷺ کے پاس بیٹھی آپ سے زور زور سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے نان ونفقہ کے اخراجات بڑھانے کا سوال کر رہی تھیں۔ مگر جونہی عمر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی وہ خواتین جلدی جلدی اٹھ کر پردے کے پیچھے بھاگ گئیں۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی اور آپ ہنس رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو عمر بھر ہنستا رکھے (آخر کیا وجہ ہے جو آپ آج معمول کے خلاف ہنس رہے ہیں)؟

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ كُنَّ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ“.

”مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا، وہ ابھی ابھی میرے پاس بیٹھی (اونچی آواز میں باتیں کر رہی) تھیں؛ مگر تمہاری آواز سنتے ہی پردے کے پیچھے بھاگ کر چھپ گئیں“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ اس کے زیادہ مستحق تھے کہ یہ بیویاں آپ سے ڈرتیں۔ پھر وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے یوں مخاطب ہوئے:

”أَيْ عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ! أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟!“

”اپنی جانوں کی دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو اور اللہ کے رسول ﷺ سے نہیں ڈرتیں؟!“۔

وہ پردے کے پیچھے سے کہنے لگیں: ہاں، ہم آپ سے ڈرتی ہیں، کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے برخلاف مزاج میں بڑے سخت ہیں۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا لَقِيَکَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِکاً فَجًّا إِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّکَ".

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر شیطان بھی تم سے راستے میں چلتے ہوئے مل جائے تو جھٹ وہ راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے"[1]۔

ترمذی کی بھی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا تھا۔ بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک غزوہ سے تشریف لائے تو ایک کالی کلوٹی لونڈی آئی اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مان رکھی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو صحیح سالم غزوہ سے واپس لائے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گیت بھی گاؤں گی۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا:

" إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا".

"اگر تم نے نذر مان رکھی تھی تو گا بجالو؛ ورنہ نہیں"۔

چنانچہ وہ لونڈی دف بجانے لگی اور گیت گانے لگی۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے؛ مگر وہ گاتی بجاتی رہی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور وہ گاتی بجاتی ہی رہی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور اب بھی وہ گاتی بجاتی رہی۔ اتنے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے۔ لونڈی نے فوراً گانا بجانا ترک کر دیا اور اپنا دُف سرین کے نیچے رکھ کر جلدی سے اسی پر بیٹھ گئی۔

یہ دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"عمر! یقیناً شیطان تم سے خوف کھاتا ہے۔ میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ لونڈی دف بجا رہی تھی۔ اس دوران ابوبکر، علی اور عثمان آئے اور یہ اپنا کام کرتی رہی۔ مگر اے عمر! تمہارے اندر داخل ہوتے ہی اس نے دف ڈال دیا"[2]۔

---

(۱) بخاری (٣٢٩٤، ٣٦٨٣، ٦٠٨٥)، مسلم (٢٣٩٦).

(۲) [صحیح] ترمذی: کتاب المناقب، باب ۱۷، رقم (٣٦٩٠).

رسول اکرم ﷺ چپ چاپ بیٹھے ہوئے ہیں!

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کرنے گئے۔ دیکھا کہ آپ ﷺ کے دروازے پر کچھ صحابہ کرام پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں جنہیں اندر جانے کی اجازت نہیں ملی ہوئی تھی۔ مگر انہیں اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور انہیں بھی اندر داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے اردگرد ازواج مطہرات بھی بیٹھی ہوئی ہیں تو انہوں نے (اپنے دل میں) کہا: میں کوئی ایسی بات کہوں گا جس سے رسول اکرم ﷺ کو ہنساؤں گا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا".

"اے اللہ کے رسول! کاش! آپ خارجہ کی بیٹی کو دیکھتے کہ اس نے مجھ سے خرچ مانگا تو میں کھڑا ہوا اور اس کا گلہ گھونٹنے لگا!"۔

رسول اکرم ﷺ ان کی بات سن کر ہنس دیے اور فرمایا:

"هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَى يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ".

"میرے گرد یہ خواتین بھی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، مجھ سے نان ونفقہ طلب کر رہی ہیں"۔

اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلہ گھونٹنے لگے۔ ادھر عمر رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہوئے اور اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا گلہ گھونٹنے لگے۔ دونوں اپنی اپنی بیٹیوں سے کہہ رہے تھے:

"تَسْأَلْنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ؟!".

"تم رسول اکرم ﷺ سے وہ کچھ مانگ رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے؟!"۔
دونوں کہنے لگیں: اللہ کی قسم! اب ہم رسول اکرم ﷺ سے کبھی ایسی چیز نہ مانگیں گی جو آپ کے پاس نہیں ہے۔
پھر آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک ماہ یا انتیس دن تک علیحدگی اختیار کیے رکھا؛ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا، وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

"اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم زندگانیِ دنیا اور زینتِ دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تمہاری مراد اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں"۔ [الاحزاب: ۲۸-۲۹]

اس کے بعد آپ ﷺ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ابتدا کی اور فرمایا:

"يَا عَائِشَةُ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْراً أُحِبُّ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكِ".

"عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک بات رکھ رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس معاملے میں بغیر اپنے والدین کے مشورے کے جلدی مت کرنا"۔
عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کون سی ایسی بات ہے اے اللہ کے رسول؟!
چنانچہ آپ ﷺ نے مذکورہ آیات کی تلاوت فرمائی۔
عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

"أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ؟ بَلْ أَخْتَارُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ لاَ تُخْبِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِكَ بِالَّذِي قُلْتُ".

"اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ نہیں، بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں، اور ایک بات کا میں آپ سے تقاضا کرتی ہوں کہ جو بات میں نے کہی ہے اس کی خبر کسی اور بیوی کو مت بتائیے گا"۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لاَ تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتاً وَلاَ مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّراً".

"میری بیویوں میں سے کوئی بھی اگر مجھ سے پوچھے گی تو میں اس سے یہ بات بتا دوں گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کو دشواری میں ڈالنے والا اور نہ ہی کسی کی لغزش تلاش کرنے والا بنا کر بھیجا ہے؛ بلکہ مجھے سکھانے والا اور آسانیاں پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے"(۱)۔

---

(۱) مسلم: کتاب الطلاق، باب بیان أنّ تخییرَ امرأته لا یکون طلاقاً إلا باالنیة (۱٤۷۸)، النسائی فی الکبری (۵/۲۸۳)، رقم (۹۲۰۸)، مسند الإمام أحمد (۳/ ۳۲۸)، السنن الکبری للبیهقی (۷/ ۳۸).

میں کس وجہ سے مسکرایا؟

امام طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور مسکرا کے کہنے لگے:

"يَا ابْنَ الخَطَّابِ! أَتَدْرِي بِمَا تَبَسَّمْتُ إِلَيْكَ؟".

"ابن خطاب! معلوم ہے کہ تمہاری طرف دیکھ کر میں کس وجہ سے مسکرایا؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو یہ زیادہ معلوم ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ بَاهَى مَلاَئِكَتَهُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ بِأَهْلِ عَرَفَةَ عَامَّةً، وَبَاهَى بِكَ خَاصَّةً".

"اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی رات فرشتوں کے سامنے اہل عرف کا ذکر کر کے عمومی طور پر فخر ومباہات کیا؛ مگر تمہارا ذکر کر کے خاص طور پر فخر ومباہات کیا"(۱)۔

ہیثمی کہتے ہیں: اس کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ میں رشدین بن سعد نامی ایک راوی ہے جس کی روایت سے حجت پکڑنے کے بارے میں (محدثین کے درمیان) اختلاف ہے(۲)۔

(۱) الطبرانی فی المعجم الکبیر (۱۱٤۳۰)، وابن الجوزی فی العلل المتناهية، رقم (۳۰۷) بإسناد آخر مختصراً

(۲) مجمع الزوائد للهيثمی (۹/۷۰).

عمر نے سچ فرمایا!

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کے دن ہوازن اپنے بچوں، عورتوں، اونٹوں اور چوپایوں کے ساتھ اکٹھا ہوئے اور انہوں نے (مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے اچھی طرح سے) صف بندی کی۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے مقابلے میں بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے نازاں تھے۔ جب ان سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے (کیونکہ وہ دشمنوں کے شکنجے میں بری طرح سے پھنس چکے تھے)۔

اس وقت رسول اکرم ﷺ نے آواز دی:

"يَا عِبَادَ اللَّهِ! أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ".

"اے اللہ کے بندو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اے انصار کی جماعت! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں (تم میدان چھوڑ کر راہِ فرار اختیار نہ کرو)"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے اس دن یہ اعلان فرما دیا تھا:

"مَنْ قَتَلَ كَافِراً، فَلَهُ سَلَبُهُ".

"جو کسی کافر کو قتل کرے گا اس کا مال قتل کرنے والے کو بطور انعام ملے گا"۔

اس دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیس آدمیوں کو قتل کیا اور ان کا سارا سامان انہیں (غنیمت کے طور پر) ملا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس روز رسول اکرم ﷺ سے یہ شکوہ کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے ایک آدمی کو اس کی گردن پر مار کر قتل کیا ہے، اس کے اوپر ایک زرہ تھی، پھر میں اس سے دور ہو گیا، دیکھیے کہ اس زرہ کو کس نے لیا ہے؟

یہ سن کر ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے وہ زرہ لی ہوئی

ہے، آپ ﷺ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو راضی کر دیجیے اور مجھ کو یہ زرہ عنایت فرما دیجیے۔

رسول اکرم ﷺ کا دستور تھا کہ کوئی بھی چیز جب آپ سے مانگی جاتی تو آپ مانگنے والے سے کبھی 'نا' نہیں کہتے تھے، یا خاموش ہو جاتے تھے۔ اس بار بھی آپ ﷺ نے سکوت اختیار کر لیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول پڑے: اللہ کی قسم! نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے شیروں میں سے ایک شیر کو یہ بطورِ فئے عنایت فرمایا ہے، اس لیے یہ زرہ تمھیں نہیں ملے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا:

"صَدَقَ عُمَرُ".

"عمر نے سچ فرمایا"[1]۔

چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حقیت حال کو سمجھ کر اپنے موقف کا اظہار کر دیا اور ان کے اس جواب ہی سے سائل کا جواب بھی مل گیا، اس لیے رسول اکرم ﷺ ان کی بات سے ہنس پڑے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی ایک خاصیت یہ بھی تھی کہ آپ سے جو کوئی بھی جو کچھ بھی مانگتا اس کو دے دیتے اور 'نا' کبھی نہیں کہتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک روایت بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بنی ہوئی حاشیہ دار چادر بطورِ تحفہ پیش کیا۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم جانتے ہو کہ بنی ہوئی چادر کیا ہے؟ حاضرین نے کہا: ہاں، وہ شملہ ہے۔ سہل بن سعد نے کہا: ہاں، تم نے ٹھیک سمجھا۔ اس خاتون نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) میں

---

(١) أحمد (٣/ ١٩٠)، وقال الأرنؤوط في تحقيقه: إسناده صحيح على شرط مسلم، وانظر: شرح مشكل الآثار (٤٧٨٦)، وأبوداود (٢٧١٨)، وابن حبان (٤٨٣٦)، والسنن الكبرى للبيهقي (٦/ ٣٠٦)، ودلائل النبوة للبيهقي (٥/ ١٥٠)، وحلية الأولياء لأبي نعيم (٢/ ٦٠).

نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے اور آپ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نے اس خاتون کا تحفہ قبول فرما لیا۔ اس وقت آپ ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ ﷺ اسے ازار کے طور پر باندھ کر گھر سے باہر تشریف لائے تو ایک صاحب (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی چادر ہے، یہ آپ مجھے پہنا دیں۔ حاضرین کہنے لگے: آپ نے رسول اکرم ﷺ سے یہ چادر مانگ کر کچھ اچھا نہیں کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے اپنی ضرورت کی وجہ سے زیب تن کیا تھا اور آپ نے مانگ لیا؛ حالانکہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ ﷺ مانگنے والے کو کبھی 'نا' نہیں کہتے ہیں!!

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"وَاللّٰهِ! مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي".

''اللہ کی قسم! میں نے اپنے پہننے کے لیے آپ ﷺ سے یہ چادر نہیں مانگی ہے؛ بلکہ میں نے اسے اپنا کفن بنانے کے لیے مانگا ہے''۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہی چادر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا کفن بنی تھی (۱)۔

فائدہ:

بدعتی لوگ اس قسم کی احادیث سے رسول اکرم ﷺ پر قیاس کر کے جو پیروں کا تبرک حاصل کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ رسول اکرم ﷺ کی خصوصیات و معجزات میں سے ہے اور آپ ﷺ خیر و برکت کا ذریعہ ہیں کوئی اور نہیں۔

---

(۱) بخاري: كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي ﷺ (۱۲۷۷).

برکتِ نبوی کا ایک منظر

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عمرۃ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ لوگوں کو شدید بھوک لاحق ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے اپنے سواری کے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں کو ان کے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دینے والے ہیں تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیسے ہوگا کہ ہم لوگ دشمنوں سے مقابلے کے لیے میدان میں نکلیں تو بھوکے اور پیادہ ہوں؟! آپ انہیں اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت مت دیں؛ بلکہ لوگوں کے پاس بچی کھچی جو کچھ کھانے پینے کی چیزیں موجود ہیں انہیں منگا کر اس میں اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائیں۔

(رسول اکرم ﷺ کے حکم سے) لوگ کھانے کی چیزیں لپ بھر بھر کے (آپ ﷺ کے سامنے) رکھنے لگے اور ان میں سے کوئی لپ بھر سے زیادہ مقدار میں بھی لا رہا تھا۔ سب سے زیادہ لانے والے کی مقدار ایک صاع کھجور سے زیادہ نہیں تھی۔ غرض رسول اکرم ﷺ نے سب چیزوں کو اکٹھا کیا اور اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا، دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے مجاہدین کو اپنے اپنے برتن کے ساتھ آنے کی دعوت دی۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ حکم دیا کہ لشکر میں سے جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی آ جائیں۔ چنانچہ لشکر میں سے کوئی برتن بھی باقی نہ رہ گیا جس میں کھانا بھر نہ لیا گیا ہو۔ برکت کا یہ منظر دیکھ کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے جس سے آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں اور ارشاد فرمایا:

"أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، لاَ يَلْقَى اللَّهَ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ بِهَا إِلاَّ حُجِبَ عَنِ النَّارِ".

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ کوئی بھی مومن بندہ اس شہادت کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا تو وہ آگ سے محفوظ کرلیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ اسے آگ سے دور کردیں گے)''(۱)۔

فائدہ:

رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں اس قسم کی معجزانہ برکت کا ظہور متعدد بار ہوا۔ خندق کے موقع پر رسول اکرم ﷺ کے سامنے چند کھجور سیکڑوں افراد کے لیے کافی ہوگئی؛ بلکہ سب کے کھانے کے بعد بھی بچ رہی۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی مخصوص دعوت کو رسول اکرم ﷺ نے دعوتِ عام قرار دے کر پانچ دس آدمیوں کے لیے بنائے گئے کھانے سے سیکڑوں لوگوں کو کھلا دیا۔

اس سلسلے میں مزید معلومات حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی مایہ ناز تاریخ ''البداية والنهاية'' میں دلائل النبوۃ کے باب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس مکمل باب کو مصر کے ایک معروف محقق عبدالعزیز الہلاوی نے کتابی شکل دے کر اپنی تحقیق وتخریج کے ساتھ ''معجزات نبوی ﷺ'' کے نام سے شائع کی ہے۔ الحمد للہ ناچیز نے اس کو اردو قالب میں ڈھالا ہے اور سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے معروف ادارہ دار الداعی نے 2002ء میں اسے شائع کیا ہے۔ معجزاتِ نبوی ﷺ کے موضوع پر یہ کتاب بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔

---

(۱) [صحيح] مستدرك الحاكم (۲/ ۶۱۸، ۶۱۹)، وقال: حديث صحيح الإسناد، أحمد (۳/ ۴۱۸)، النسائي في الكبرى (۸۷۹۳)، وعمل اليوم والليلة (۱۱۴۰)، الطبراني في الكبير (۵۷۵)، وفي الأوسط (۶۳)، دلائل النبوة للبيهقي (۶/ ۱۲۱)، وصححه ابن حبان (۲۲۱)، وانظر: مسلم بدون ذكر الضحك (۲۷).

شاید اس کا شوہر غائب ہے!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کا شوہر اس سے غائب ہو گیا تھا۔ وہ کوئی چیز خریدنے کے لیے ایک آدمی کے پاس گئی۔ اس آدمی نے عورت سے کہا: تہ خانے میں داخل ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں یہ چیز دے دوں۔ جب وہ عورت تہ خانہ میں داخل ہوئی تو اس آدمی نے اس کا بوسہ لے لیا اور اس کا جسم بھی چھوا (یعنی چھیڑ چھاڑ کی)۔

عورت کہنے لگی: تیرا ناس ہو! مجھے چھوڑ، میں ایک ایسی عورت ہوں جس کا شوہر غائب ہے۔ اس نے چھوڑ دیا۔ بعد میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور انہیں اپنے کرتوت سے باخبر کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تیرا ناس ہو! شاید کہ اس عورت کا خاوند اس سے غائب ہے۔ وہ کہنے لگا: آپ ٹھیک فرما رہے ہیں، واقعی اس کا شوہر اس سے غائب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے اس کا مسئلہ پوچھو۔ وہ گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے کرتوت سے آگاہ کیا۔ وہ کہنے لگے: تیرا ناس ہو! شاید کہ اس کا خاوند اس سے غائب ہے۔ اس آدمی نے کہا: واقعی اس کا شوہر غائب ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم رسول اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ کو اس بات سے آگاہ کرو۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور اپنی بات سے آپ کو آگاہ کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لَعَلَّهَا مُغَيَّبٌ؟".

"شاید اس کا شوہر غائب ہے؟"۔

اس نے جواب میں کہا: ہاں، اس کا شوہر غائب ہے۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ خاموش ہو رہے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ﴾

''دن کے دونوں سروں (یعنی صبح وشام) میں نماز برپا رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لیے''۔

[سورۃ ہود: ۱۱۴]

وہ آدمی کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم میرے لیے ہی خاص ہے یا سب کے لیے عام ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر اپنے ہاتھ سے مارا اور کہنے لگے:

'' وَ لاَ نُعْمَةَ عَيْنٍ لَكَ، بَلْ هِيَ لِلنَّاسِ عَامَّةٌ ''.

''نہیں، یہ حکم صرف تیری آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں (اور نہ ہی تیرے لیے اسپیشل ہے)؛ بلکہ یہ حکم سب کے لیے عام ہے''۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا:

''صَدَقَ عُمَرُ''.

''عمر نے درست جواب دیا''(۱)۔

(۱) [صحیح لغیرہ] أحمد (۱/۲۶۹، ۱٤٥)، بخاری (٤٦٨٧)، مسلم (۲۷٦٥).

اپنے قرضخواہوں کو بلاؤ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کا انتقال ہوا تو ان کے اوپر قرض تھا۔ میں نے ان کے قرضخواہوں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ وہ قرض کے بدلے میں (اس سال کی) کھجور کے پھل لے لیں؛ مگر قرضخواہوں نے اس سے انکار کیا۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اس سے قرض پورا نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ساری داستان کہہ سنائی۔ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''جب پھل توڑ کر کھلیان میں جمع کر دینا تو مجھے خبر دینا''۔

چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ تشریف لائے۔ ساتھ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ وہاں کھجور کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور اس میں برکت کی دعا کی اور فرمایا:

''اُدْعُ غُرَمَاءَ کَ فَأَوْفِهِمْ''.

''اپنے قرضخواہوں کو بلا لاؤ اور ان کا قرض ادا کر دو''۔

چنانچہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جس کا میرے والد پر قرض ہو اور میں نے اسے ادا نہ کر دیا ہو۔ پھر بھی تیرہ وسق کھجور باقی بچ رہی۔ سات وسق عجوہ میں سے اور چھ وسق لون (کھجور کی ایک قسم) میں سے، یا چھ وسق عجوہ میں سے اور سات وسق لون میں سے۔ بعد میں رسول اکرم ﷺ سے مغرب کے وقت جا کر ملا اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ہنسے اور فرمایا:

''ابوبکر اور عمر کے یہاں جا کر انہیں بھی اس بات کی خبر دے دو''۔

میں نے انہیں بتایا تو وہ دونوں کہنے لگے: رسول اکرم ﷺ نے جو ویسا کیا تھا جبھی ہمیں معلوم ہو گیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا[1]۔

(۱) بخاری: کتاب الصلح، باب الصلح بین الغرماء (۲۷۰۹).

ناراضگی کی مسکراہٹ!

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

میں نے غزوۂ تبوک کے علاوہ سارے ہی غزوات میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت کی؛ البتہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ غزوۂ بدر میں پیچھے رہ جانے والوں کی رسول اکرم ﷺ نے سرزنش نہیں کی تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ مسلمانوں کو لے کر قافلۂ قریش کے تعاقب میں نکلے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کو ناگہانی طور پر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا کر دیا تھا۔ اور میں عقبہ کی رات بھی (منیٰ میں) حاضر تھا جب ہم لوگوں نے اسلام پر رسول اکرم ﷺ سے عہدِ وفا باندھا تھا۔ لیکن مجھے بدر کی حاضری سے زیادہ محبوب عقبہ کی رات کی حاضری ہے؛ اگرچہ لوگوں میں بدر کا تذکرہ عقبہ سے کہیں زیادہ ہے۔

میرے غزوۂ تبوک میں رسول اکرم ﷺ سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ میں اتنا زیادہ طاقتور اور اتنا زیادہ خوشحال کبھی نہیں تھا جتنا کہ اس وقت تھا جب میں غزوۂ تبوک میں آپ ﷺ سے پیچھے رہ گیا۔ اللہ کی قسم! میرے پاس کبھی دو سواریاں اکٹھی نہیں ہوئی تھیں، جبکہ اس غزوہ کے موقع پر مجھے دو سواریاں میسر تھیں۔ اور رسول اکرم ﷺ اس سے قبل جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو آپ توریہ (ذومعنی الفاظ) فرماتے۔ (یعنی اصل سمت چھوڑ کر دوسری سمت کا تذکرہ فرماتے)۔ لیکن رسول اکرم ﷺ نے جس وقت یہ غزوہ فرمایا، سخت گرمی کا موسم تھا، سفر بھی دور کا اور جنگل و بیابان کا تھا، اور جس دشمن سے مقابلہ تھا وہ بھی بہت بھاری تعداد میں تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے اس غزوہ کے متعلق بہت تفصیل سے بتا دیا (توریہ سے کام نہیں لیا) تاکہ مجاہدین بھرپور تیاری کر لیں۔ چنانچہ

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اس سمت کی بھی نشاندہی کر دی جدھر جانے کا آپ کا ارادہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسلمان بڑی تعداد میں تھے۔ اتنے کہ کسی رجسٹر میں سب کے ناموں کا لکھنا مشکل تھا۔ اس لیے اگر کوئی شخص جنگ سے غیر حاضر رہنا چاہتا تو اسے یہی گمان ہوتا کہ اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہیں چلے گا، اِلا یہ کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ وحی نازل فرمائیں۔

رسول اکرم ﷺ نے یہ غزوہ بھی اس وقت فرمایا، جب پھل پک چکے تھے اور ان کا سایہ عمدہ وخوشگوار تھا اور انہی پھلوں اور سایوں کی طرف میرا بھی میلان تھا۔ غرض رسول اکرم ﷺ نے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے اس غزوہ کے لیے تیاری کی اور میرا حال یہ تھا کہ صبح کو آتا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تیاری کرلوں؛ مگر کوئی فیصلہ کیے بغیر لوٹ جاتا اور اپنے دل میں کہتا: میں پوری طرح وسائل سے بہرہ ور ہوں، جب چاہوں گا جنگ میں جا کر شریک ہو جاؤں گا۔ میری یہی کیفیت رہی اور لوگ جہاد کی تیاری میں لگے رہے۔ پھر ایک دن آیا کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمان ایک صبح کو جہاد کی مہم پر روانہ ہو گئے اور میں اب تک اپنی تیاری کے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا۔ پھر میں صبح آیا اور لوٹ گیا اور تیاری کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ میری یہی کیفیت رہی؛ حتیٰ کہ مجاہدین تیزی کے ساتھ آگے جا رہے تھے اور جہاد کا معاملہ بھی آگے بڑھ گیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی سفر پر روانہ ہو جاؤں اور مجاہدین سے جا ملوں، اے کاش! میں ایسا کر لیتا۔ لیکن یہ میرے مقدر میں نہ ہوا۔

رسول اکرم ﷺ کے غزوۂ تبوک کے لیے چلے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلتا تو اس بات سے مجھے خاطر خواہ حزن وملال ہوتا کہ میرے سامنے اب کوئی نمونہ ہے تو صرف ایسے شخص کا جس کے اوپر نفاق کا لیبل لگ چکا ہے، یا ایسے کمزور لوگوں کا جن کو اللہ

تعالیٰ نے جہاد سے معذور قرار دیا ہے۔ ادھر رسول اکرم ﷺ نے راستے میں کہیں مجھے یاد نہیں کیا، یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔ تبوک پہنچ کر جب آپ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کو میرا خیال آیا اور پوچھا:

"مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟".

"کعب بن مالک نے کیا کیا؟"

بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! انہیں ان کی دو چادروں اور اپنے دونوں پہلوؤں کو دیکھنے نے (آپ کے ساتھ اس غزوہ میں آنے سے) روک لیا۔ (مطلب یہ ہے کہ دولت اور عجب کی وجہ سے وہ نہیں آسکے)۔ یہ سن کر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! تو نے کوئی اچھی بات نہیں کہی۔ اے اللہ کے رسول! ہم نے ان کے اندر خیر کے سوا کوئی اور بات نہیں دیکھی ہے۔ رسول اکرم ﷺ خاموش ہو رہے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ نے ایک سفید پوش آدمی کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا:

"كُنْ أَبَا خَيْثَمَةَ". "ابوخیثمہ ہو"۔

اور واقعی وہ ابوخیثمہ انصاری ہی تھے۔ یہ وہ شخص تھے کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک صاع کھجور صدقے میں دی تھی تو منافقین نے (اس کم صدقے پر) انہیں طعنہ دیا تھا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے تبوک سے واپسی کا سفر شروع فرما دیا تو مجھ پر حزن وملال کی کیفیت طاری ہو گئی اور میں جھوٹے بہانے سوچنے لگا کہ کل میں کیسے آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ سکوں گا؟ اور میں اس معاملے میں اپنے گھر کے ہر سمجھدار آدمی سے مدد (مشورہ) طلب کرتا رہا۔ جب مجھے بتلایا گیا کہ رسول اکرم ﷺ اب آنے ہی والے ہیں تو جھوٹے بہانے گھڑنے کا باطل خیال میرے دل سے بالکل ہی دور ہو گیا اور میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ میں کسی بھی صورت میں

جھوٹ سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکوں گا۔ چنانچہ میں نے اب سچ ہی بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

صبح کو رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ اس سفر سے بھی واپس آنے کے بعد جب آپ مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر چکے تو منافقین آ آ کر آپ ﷺ کے سامنے غزوہ میں آپ کے ساتھ شریک نہ ہونے کا عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ اور یہ سب اَسی (80) آدمی سے کچھ زیادہ تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان تمام کے ظاہری عذر کو قبول فرمالیا اور ان سے بیعت لی اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کی باطنی کیفیت کو اللہ کے حوالے کر دیا۔ یہاں تک کہ میں بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ مجھے دیکھ کر ناراضگی کی مسکراہٹ مسکرائے اور فرمایا: ''آگے آ جاؤ''۔ میں آگے آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

''مَا خَلَّفَکَ؟ أَلَمْ تَکُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَھْرَکَ؟''۔

''تمہیں کس بات نے (میرے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے سے) پیچھے رکھ دیا؟ کیا تم نے اپنی سواری نہیں خرید لی تھی؟''۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے سوا دنیا کے کسی بھی دوسرے آدمی کے سامنے بیٹھا ہوتا تو یقیناً میں کسی بہانے کا عذر کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا، اور مجھے بحث و تکرار کا ملکہ (چرب زبانی) بھی حاصل ہے؛ مگر اللہ کی قسم! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر آج میں آپ ﷺ کے سامنے جھوٹ بول دوں تو آپ مجھ سے راضی تو ہو جائیں گے لیکن عنقریب اللہ تعالیٰ (آپ کی طرف وحی کر کے) مجھ سے آپ کو ناراض کر دے گا۔ اور اگر میں آپ سے ابھی سچی بات عرض کر دوں تو آپ اس وقت مجھ پر ناراض تو ہوں گے مگر مجھے اللہ کی ذات سے اچھے انجام کی امید ہے۔ اللہ کی قسم! (آپ کے

ساتھ غزوہ میں شریک ہونے میں) مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ اللہ کی قسم! میں اس قدر طاقتور اور اتنا خوشحال اس سے پہلے کبھی نہیں رہا جتنا میں اس وقت ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أَمَّا هَذَا فَقَدْ صَدَقَ، فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِيكَ".

"اس نے یقیناً سچ بتایا ہے، جاؤ یہاں تک کہ اللہ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کر دے".

میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اٹھ کر چل دیا۔ اتنے میں میرے پیچھے بنوسلمہ کے کچھ لوگ دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ آپ نے اس سے پہلے کسی گناہ کا کبھی ارتکاب کیا ہے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایسا کوئی عذر پیش کرنے سے کیوں قاصر رہے جیسا کہ دوسرے پیچھے رہ جانے والوں نے پیش کیا ہے۔ آپ کے گناہ کی بخشش کے لیے یہی کافی تھا کہ رسول اکرم ﷺ آپ کے لیے مغفرت کی دعا فرماتے؟!

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! وہ لوگ مجھے (میری حق بیانی پر) برابر مجھے ملامت کرتے رہے؛ یہاں تک کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں واپس جاؤں اور آپ سے اپنی بات کی تکذیب کر دوں (اور کوئی جھوٹا عذر پیش کر دوں)۔ لیکن پھر میں نے ان سے پوچھا:

"هَلْ لَقِيَ هَذَا مَعِيَ مِنْ أَحَدٍ؟".

"کیا میرے جیسا معاملہ کسی اور کو بھی پیش آیا ہے؟"۔

ان لوگوں نے مجھے بتایا: ہاں، تمہارے جیسا معاملہ دو اور آدمیوں کو بھی پیش آیا ہے اور انہوں نے بھی وہی بات کہی ہے جو تم نے کہی ہے اور انہیں بھی رسول اکرم ﷺ نے وہی کچھ کہا ہے جو تم سے کہا ہے۔

میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: مرارہ بن ربیعہ العامری اور ہلال بن امیہ الواقفی۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان لوگوں نے میرے سامنے دو ایسی شخصیتوں کے بارے میں ذکر کیا جو نیک وصالح تھیں اور جنگ بدر میں بھی شریک ہو چکی تھیں اور ان میں میرے لیے نمونہ تھا۔ چنانچہ جب ان لوگوں نے میرے سامنے ان دونوں بزرگ ہستیوں کا ذکر کیا تو میں اپنے سابقہ موقف پر ہی قائم رہا (اور اپنی بات کی تردید کرنے کی غرض سے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر نہیں ہوا)۔

ادھر رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو اپنے ساتھ غزوہ میں شرکت سے پیچھے رہ جانے والے ہم تینوں سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔ چنانچہ لوگ ہم سے کنارہ کش ہو گئے اور ہم سے الگ تھلگ رہنے لگے؛ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے لیے ساری دنیا بدل گئی ہے، ہمارا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ پچاس دنوں تک ہم اسی طرح رہے۔ ہمارے دو ساتھیوں نے تو اپنے گھروں سے نکلنا ہی چھوڑ دیا تھا، بس روتے ہی رہتے تھے۔ لیکن میرے اندر ہمت تھی کہ میں باہر نکلتا تھا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما پھرا کرتا تھا۔ لیکن مجھ سے بولتا کوئی نہ تھا۔ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں جب آپ نماز کے بعد بیٹھتے، حاضر ہوتا اور آپ کو سلام کرتا۔ میں اس کی جستجو میں لگا رہتا کہ دیکھوں سلام کے جواب میں آپ ﷺ کے ہونٹ مبارک ہلے یا نہیں۔ پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور آپ کو کنکھیوں سے دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا تو آپ ﷺ میری طرف دیکھتے لیکن جونہی میں آپ کی طرف دیکھتا آپ رخ انور پھیر لیتے تھے۔

آخر جب اس طرح لوگوں کی مجھ سے بے رخی بڑھتی ہی گئی تو میں ایک دن نکلا اور

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور مجھے ان سے بہت گہرا تعلق تھا۔ میں نے ان سے سلام کیا، لیکن اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا یہ حقیقت تم سے مخفی ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے کتنی محبت کرتا ہوں؟ انہوں نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ انہیں اللہ کی قسم دے کر ان سے سوال کیا، مگر اب بھی وہ خاموش رہے۔ پھر میں نے تیسری مرتبہ انہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے۔

"فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ".

"اس پر میرے آنسو پھوٹ پڑے اور میں (جیسے گیا تھا ویسے ہی) دیوار پھاند کر چلا آیا"۔

ایک روز میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ شام کا ایک قبطی (کاشتکار) جو غلہ بیچنے مدینہ آیا ہوا تھا، پوچھ رہا تھا: کعب بن مالک کہاں رہتے ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہِ غسان کا بھیجا ہوا ایک خط دیا۔ میں لکھنا پڑھنا بھی جانتا تھا۔ میں نے خط کھول کر پڑھا تو اس کا مضمون کچھ یوں تھا:

"أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ".

"اما بعد! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ساتھی (یعنی محمد ﷺ) نے آپ پر زیادتی کی ہے؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی ذلت کے گھر میں رہنے یا ضائع کرنے کے لیے نہیں بنایا ہے۔ آپ (اپنے ساتھی محمد کو چھوڑ کر) ہمارے ہاں آ جائیں، ہم آپ کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کریں گے"۔

یہ پڑھ کر میں نے کہا:

”وَهَذِهِ أَيْضاً مِنَ الْبَلاءِ، فَتَيَامَمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهَا بِهَا“.

”یہ ایک اور امتحان آ پہنچا؛ چنانچہ میں نے اسے تنور میں ڈال کر جلا ڈالا“۔

جب پچاس دنوں میں سے چالیس دن گزر چکے اور ادھر میرے بارے میں کوئی وحی بھی اللہ تعالیٰ نے اب تک نازل نہیں فرمائی، تو رسول اکرم ﷺ کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور مجھے رسول اکرم ﷺ کا یہ حکم سنایا کہ رسول اکرم ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلیں۔ میں نے پوچھا: میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے کہا: طلاق نہیں، بلکہ آپ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلیں، اس کے قریب نہ جائیں۔ میرے دونوں ساتھیوں (مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ) کو بھی آپ ﷺ نے یہی حکم دے کر بھیجا تھا۔ میں نے (رسول اکرم ﷺ کا حکم پاتے ہی) اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ اور انہیں کے پاس رہو؛ تا آنکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نازل فرما دے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں کہ (یہ حکم سننے کے بعد) ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ هِلالَ بْنِ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ؟“.

”اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں، ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے، تو کیا اگر میں ان کی خدمت کروں تو آپ ناپسند فرمائیں گے؟“۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لا، وَلَكِنْ لا يَقْرَبَنَّكِ“.

”اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر (اتنا خیال رہے کہ) وہ تمہارے قریب نہ آئیں

(یعنی صحبت نہ کریں)''۔

وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! وہ تو کسی چیز کے لیے حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں، اللہ کی قسم! جب سے یہ خفگی ان پر ہوئی ہے، اس وقت سے اب تک ان کا سارا وقت روتے ہوئے گزرتا ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے بھی میرے بعض گھر والوں نے کہا کہ تم جا کر رسول اکرم ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت طلب کر لو۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کے بارے میں رسول اکرم ﷺ سے اجازت طلب نہیں کر سکتا۔ میں ایک جوان آدمی ہوں، معلوم نہیں کہ جب اجازت طلب کرنے جاؤں تو رسول اکرم ﷺ کیا فرمائیں؟

اس طرح مزید دس راتیں گزر گئیں اور جب سے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے روکا گیا تھا، اب تک ہماری پچاس راتیں مکمل ہو چکی تھیں۔ پچاسویں رات کی صبح کو میں نے اپنے ایک گھر کی چھت پر فجر کی نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر ابھی اسی افسردگی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ہماری بابت کیا ہے۔ میرا دم گھٹا جا رہا تھا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود میرے لیے تنگ ہوتی جا رہی تھی، کہ یکا یک میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر چڑھ کر باآواز بلند کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔

''فَخَرَرْتُ سَاجِداً وَعَرَفْتُ أَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ''.

''یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ (اللہ کی طرف سے میری معافی) کشادگی آ چکی ہے''۔

دراصل رسول اکرم ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں سے اللہ کی بارگاہ میں ہماری

توبہ کی قبولیت کے بارے میں بتلا دیا تھا۔ چنانچہ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے آنے شروع ہو گئے۔ میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی خوشخبری دینے والے گئے۔ ایک آدمی (زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) نہایت تیزی کے ساتھ میری طرف گھوڑا دوڑائے ہوئے آ رہے تھے۔ ادھر قبیلۂ اسلم کا بھی ایک آدمی بے تحاشا دوڑتے ہوئے میری طرف آ رہا تھا، وہ سلع پہاڑ پر چڑھ گیا اور بآواز بلند پکارتے ہوئے مجھے خوشخبری دینے لگا۔ اس کی آواز گھوڑے کی رفتار سے تیز تھی۔

بہرحال جب وہ آدمی میرے پاس آیا جس کی بشارت کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اسے خوشخبری کے عوض میں پہنا دیے۔ اللہ کی قسم! ان دنوں میرے پاس ان دونوں کپڑوں کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ پھر میں نے (اپنے پڑوسی سے) دو کپڑے مستعار لیے اور پہن کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے روانہ ہو گیا۔ لوگ مجھے راستے میں جوق در جوق مل رہے تھے اور میری توبہ کی قبولیت پر مبارکبادی پیش کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرما لی، اس پر آپ کو مبارک ہو۔ چلتے چلتے ہم مسجد نبوی میں پہنچے۔ وہاں رسول اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے ارد گرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور میرا پرتپاک استقبال کرتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا اور خوشخبری دی۔ اللہ کی قسم! وہاں موجود مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی اور آدمی میری طرف اٹھ کر نہیں آیا۔

راوی کا بیان ہے: اس کے بعد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں نے رسول اکرم ﷺ کو سلام کیا تو آپ کا چہرۂ انور **خوشی** سے دمک رہا تھا۔ آپ ﷺ فرمانے لگے:

"أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ".

''تمہیں یہ دن مبارک ہو، جو تمہاری زندگی کا، جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنا ہے، سب سے مبارک دن ہے''۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لا، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ''.

''میری طرف سے نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے یہ خوشخبری ہے''۔

رسول اکرم ﷺ جب کسی بات پر خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ مبارک اس طرح گلنار ہوتا گویا کہ وہ چاند کا ایک ٹکڑا ہو۔ آپ کی خوشی و مسرت ہم آپ کے چہرۂ مبارک سے سمجھ جاتے تھے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں اپنا (سارا) مال اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَمْسِکْ بَعْضَ مَالِکَ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ''.

''کچھ مال اپنے پاس ہی رکھو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے''۔

میں نے عرض کیا: اچھا، تو میں اپنے لیے صرف وہی حصہ رکھ چھوڑتا ہوں جو خیبر میں ہے (اور بقیہ مال اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں)۔ میں نے مزید یہ بھی کہا: اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات بخشی ہے، اب میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہیں لاؤں گا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اکرم ﷺ سے اس عہدِ صدق کا ذکر کیا، میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے

کے صلے میں اتنا نوازا ہو، جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں۔ اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے جھوٹ نہ بولنے کا عہد کیا، آج تک میں نے جھوٹ کا ارادہ تک نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں جو آیات نازل فرمائیں وہ یہ ہیں:

﴿ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُ وفٌ رَحِيمٌ، وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے نبی کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت نبی کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق و مہربان ہے۔ اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے۔ اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔ پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی توبہ کر سکیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے''۔ [التوبۃ: ۱۱۷، ۱۱۹]

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت سے نوازا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو انعامات ونوازشات مجھ پر فرمائے، ان میں سب سے بڑا انعام میرے نزدیک یہ ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے سچ بولا

اور جھوٹ بولنے سے گریز کیا۔ ورنہ میں بھی اگر جھوٹ بول دیتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جیسے جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب وحی نازل فرمائی تو جھوٹ بولنے والوں پر اتنی شدید وعید فرمائی جتنی شدید کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ، يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾

”ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ سوتم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، ان کے کاموں کے بدلے جنہیں وہ کرتے تھے۔ یہ اس لیے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا“۔ [التوبة: ۹۵، ۹۶]

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم تینوں ان لوگوں کے معاملے سے پیچھے رکھے گئے، جن کی جھوٹی قسموں کو رسول اکرم ﷺ نے قبول فرمایا لیا تھا اور ان سے بیعت بھی لی تھی اور ان کے لیے بخشش کی دعا بھی فرمائی تھی۔ ہمارا معاملہ رسول اکرم ﷺ نے مؤخر فرما دیا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کا فیصلہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَعَلَى الَّذِينَ خُلِّفُوا﴾ [التوبة: ۱۱۸] سے یہی مراد ہے کہ ہمارا مقدمہ ملتوی رکھا گیا اور ہمارے معاملے کو ان لوگوں کے معاملے سے پیچھے ڈال دیا گیا، جنہوں نے آپ ﷺ کے سامنے قسمیں کھا کھا کر عذر پیش کیا جسے آپ نے ان کی طرف سے قبول فرما لیا تھا[1]۔

(۱) بخاري: المغازي/ حديث كعب بن مالك (۴۴۱۸)، مسلم (۲۷۶۹)، الفاظ مسلم کے ہی ہیں.
أبو داود (۲۲۰۲، ۴۶۰۰)، النسائي (۶/ ۱۵۲) بنحوه مفرقاً مختصراً، الترمذي (۱۳۰۲)

کیا آپ میرے بارے میں کوئی شعر فرمائیں گے؟

رسول اکرم ﷺ نے جب حنین کے دن غنیمت کے اموال تقسیم کیے تو عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کو چار عدد جوان اونٹنیاں دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے (اس تعداد کو کم سمجھ کر) اپنے اشعار میں اس کا شکوہ کیا۔ ان اشعار کے دو بند یہ ہیں:

وَمَا كَانَ بَدْرٌ وَلاَ حَابِسٌ يَسُودَانِ مِرْدَاسَ فِي مَجْمَعِ

بدر (عیینہ رضی اللہ عنہ) اور حابس (اقرع رضی اللہ عنہ) دونوں مرداس سے یعنی مجھ سے کسی مجمع میں بڑھ نہیں سکتے۔

وَمَا كُنْتُ دُونَ امْرِیءٍ مِنْهُمَا وَمَنْ تَضَعِ الْيَوْمَ لاَ يُرْفَعِ

اور میں ان دونوں سے کچھ کم نہیں ہوں اور آج جس کو آپ گرا دیں گے وہ کبھی نہیں اٹھے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کے اشعار سن کر ارشاد فرمایا:

"اقْطَعُوا عَنِّي لِسَانَهُ".

"اس کی زبان کو (اسے کچھ دے دلا کر) مجھ سے روک رکھو"۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کو لے کر گئے اور انہیں سو اونٹ دیے۔

جب وہ واپس آئے تو رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

"أَ تَقُولُ فِيَّ الشِّعْرَ؟".

"کیا آپ میرے بارے میں کوئی شعر فرمائیں گے؟"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ سے معذرت کرنے لگے اور کہنے لگے:

" بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي! لَأَجِدُ لِلشِّعْرِ دَبِيباً عَلَى لِسَانِي كَدَبِيبِ النَّمْلِ ثُمَّ يَقْرِصُنِي كَمَا يَقْرِصُ النَّمْلُ، فَلاَ أَجِدُ بُدًّا مِنْ قَوْلِ الشِّعْرِ".

''میرے ماں باپ آپ پر قربان! شعر کے لیے میں اپنی زبان پر چیونٹی کی چال کی طرح محسوس کرتا ہوں، پھر وہ (شعر) مجھے کاٹتا ہے جیسے چیونٹی کاٹتی ہے؛ چنانچہ میں شعر ضرور ہی کہہ دیتا ہوں (اپنے دل میں روک نہیں پاتا)''۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ مسکرانے لگے اور ارشاد فرمایا:

''لاَ تَدَعُ العَرَبُ الشِّعْرَ حَتَّى تَدَعَ الإِبِلُ الحَنِينَ''.

''عرب شعر وشاعری اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک کہ اونٹ حنین (ایک قسم کی آواز جو اونٹ نکالتا ہے) کو نہ چھوڑ دیں''(1)۔

عراقی احیاء العلوم کی تخریج میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام مسلم نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے (حنین کے دن) ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ دیے اور عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کو کچھ کم اونٹ دیا۔ اس پر وہ (بطورِ شکوہ) کہنے لگے:

أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ العُبَيدِ بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالأَقْرَعِ؟

آپ میرا اور میرے عبید نامی گھوڑے کا حصہ عیینہ اور اقرع کے بیچ میں مقرر فرماتے ہیں.

فَمَا كَانَ بَدْرٌ وَلاَ حَابِسٌ يَفُوقَانِ مِرْدَاسَ فِي المَجْمَعِ

حالانکہ عیینہ اور اقرع دونوں مرداس سے یعنی مجھ سے کسی بھی مجمع میں بڑھ نہیں سکتے۔

وَمَا كُنْتُ دُونَ امْرِىءٍ مِنْهُمَا وَمَنْ تَخْفِضِ اليَوْمَ لاَ يُرْفَعِ

(1) إحياء علوم الدين للغزالي: (٣/١٦٥).

اور میں ان دونوں سے کچھ بھی کم نہیں ہوں، اور آج جس کی بات آپ نے نیچے کر دی، اس کی بات پھر اوپر نہ ہوگی۔

راوی کا بیان ہے: چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے عباس بن مرداس کو مزید اونٹ دے کر سو مکمل کر دیا۔ اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ علقمہ بن علاثہ کو بھی آپ ﷺ نے سو اونٹ دیے[1]۔

اوپر جو رسول اکرم ﷺ کا یہ بیان گزرا ہے:

"اقْطَعُوا عَنِّي لِسَانَهُ".

"اس کی زبان کو (اسے کچھ دے دلا کر) مجھ سے روک رکھو"۔

تو یہ الفاظ احادیث کی مشہور کتابوں میں نہیں ہیں؛ البتہ ابن اسحاق نے بغیر کسی سند کے ان الفاظ کو بیان کیا ہے[2]۔

---

(١) مسلم: كتاب الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام وتصبرِ مَن قوىَ إيمانه (١٠٦٠).

(٢) تخريج إحياء علوم الدين للعراقي (١٦٧٣/٤).

ملاقات کے وقت مسکراہٹ

ابوداود کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری ملاقات حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے مجھے سلام کر کے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ اور پھر مجھ سے کہنے لگے:

"تَدْرِي لِمَ فَعَلْتُ هَذَا بِكَ؟".

"تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ ایسا کیوں کیا ہے؟"۔

میں نے عرض کیا: مجھے تو معلوم نہیں ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؛ البتہ اتنا ضرور ہے کہ آپ نے کسی بھلی بات ہی کے لیے ایسا کیا ہوگا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے ویسا ہی کیا جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے (یعنی میری طرف دیکھ کر مسکرائے)۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے وہی بات پوچھی جو میں نے تم سے پوچھی ہے اور میں نے بھی وہی جواب دیا جو تم نے مجھے جواب دیا ہے۔ آپ ﷺ نے میرا جواب سن کر ارشاد فرمایا:

"مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيُسَلِّمُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَيَأْخُذُ بِيَدِهِ، لاَ يَأْخُذُهُ إِلاَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، لاَ يَتَفَرَّقَانِ حَتَّى يُغْفَرَ لَهُمَا"(1).

"دو مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے سلام کرتا ہے اور اپنے ساتھی کا ہاتھ تھامتا ہے، اور اس کا ہاتھ تھامنے کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی کے

(1) مسند أحمد (٤/٢٨٩)، مجمع الزوائد للهيثمي (٨/٣٧).

لیے ہی ہوتا ہے، تو ان دونوں کے الگ ہونے سے پہلے پہلے ان کی بخشش ہو جاتی ہے''۔

ایک دوسری روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہی سے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی مروی ہے۔

''مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتفَرَّقَا''.

''جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور باہم مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی مغفرت ہو جاتی ہے''(۱)۔

---

(۱) أبوداود (٥٢١٢)، مسند إمام أحمد (٤/ ٢٨٩)، مصنف ابن أبي شيبة (٨/ ٦١٩)، ابن ماجه (٣٧٠٣)، سنن البيهقي (٧/ ٩٩)، سنن الترمذی (٢٧٢٧)، شیخ ناصر الدین البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

میں نے نبی کریم ﷺ کا حصہ پی لیا!

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری اور میرے دو ساتھیوں کی سماعتیں وبصارتیں شدت بھوک سے جواب دے رہی تھیں۔ چنانچہ ہم تینوں نے خود کو رسول اکرم ﷺ کے صحابہ پر پیش کرنا شروع کر دیا (تاکہ وہ ہمیں لے جا کر ہمارے کھانے پینے کا بندوبست کر دیں)؛ مگر کسی نے بھی ہماری مراد پوری کرنے کی طرف کسی قسم کی کوئی توجہ نہیں دی۔ غرض ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور آپ سے اپنی بھوک کی روداد سنائی)۔ آپ ﷺ ہمیں لے کر اپنے اہلخانہ کے ہاں گئے۔ گھر میں تین بکریاں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اِحْتَلِبُوا هٰذَا اللَّبَنَ بَيْنَنَا“.

”ہم سب کے پینے کے لیے ان بکریوں کا دودھ دوہو“۔

پھر ہم ان بکریوں کا دودھ دوہا کرتے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنا حصہ پی لیتا اور رسول اکرم ﷺ کا حصہ اٹھا رکھتے۔ آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح آواز سے سلام کرتے جس سے سونے والا نہ اٹھے اور جاگنے والا سن لے۔ پھر آپ مسجد میں آتے اور نماز پڑھتے۔ پھر اپنے حصہ کے دودھ کے پاس آتے اور اسے پیتے۔

ایک رات جبکہ میں اپنے حصے کا دودھ پی چکا تھا، میرے پاس شیطان آیا اور مجھے بہکانے لگا: محمد ﷺ کا کیا ہے، آپ تو انصار کے پاس جاتے ہیں تو وہ لوگ آپ کو تحفے تحائف سے نوازتے ہیں اور جس چیز کی بھی آپ کو ضرورت ہوتی ہے وہ مل جاتی ہے۔ بھلا آپ کو اس ایک گھونٹ دودھ کی کیا ضرورت واحتیاج ہوگی؟ چنانچہ میں (شیطان کے بہکاوے میں آ گیا اور) دودھ کے پاس آیا اور پی گیا۔ جب دودھ پیٹ میں سما گیا اور مجھے

یقین ہو گیا کہ اب وہ دودھ نہیں مل سکتا تو اس وقت شیطان مجھے شرم دلاتے ہوئے کہنے لگا: تیری خرابی ہو! یہ تو نے کیا کر دیا؟ تو محمد ﷺ کا حصہ دودھ پی گیا؟ اب تو آپ ﷺ آئیں گے اور جب اپنے حصہ کا دودھ نہ پائیں گے تو تجھ پر بددعا کر دیں گے جس کی وجہ سے تیری دنیا و آخرت دونوں ہی برباد ہو گی؟!

میں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ جب میں اس چادر کو اپنے پاؤں پر ڈالتا تو میرا سر کھل جاتا اور جب سر ڈھانپتا تو میرے پاؤں کھل جاتے۔ مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ جبکہ میرے دونوں ساتھی نیند سے سو رہے تھے۔ ان دونوں نے وہ حرکت نہیں کی تھی جو میں نے کی تھی۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور حسبِ دستور سلام کیا۔ پھر مسجد میں گئے اور نماز پڑھ کر دودھ کے پاس آئے اور برتن کھولا۔ اس میں دودھ نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ میں (اپنے دل ہی میں) کہنے لگا: اب (میری شامت آ گئی) آپ میرے اوپر بددعا کر دیں گے جس سے میں برباد ہو جاؤں گا۔

آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

"اللَّهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي وَأَسْقِ مَنْ أَسْقَانِي".

"اے اللہ! کھلا اس کو جو مجھ کو کھلا وے اور پلا اس کو جو مجھے پلا وے"۔

یہ سن کر میں نے اپنی چادر مضبوطی سے باندھ لی اور چھری اٹھا کر بکریوں کی طرف چل دیا کہ جو ان میں سے موٹی ہو اس کو رسول اکرم ﷺ کے لیے ذبح کروں۔ دیکھا تو اس موٹی بکری کے تھن میں دودھ بھرا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بکریوں کے تھنوں میں بھی دودھ بھرا ہوا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے گھر والوں کا وہ برتن لیا جس میں وہ دودھ نہیں دوہا کرتے تھے۔ پھر میں نے اس میں دودھ دوہا، یہاں تک کہ اوپر جھاگ آ گیا (یعنی برتن بھر گیا)۔ چنانچہ میں وہ دودھ لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ نے

دریافت فرمایا:

"أَ شَرِبْتُمْ شَرَابَكُمُ اللَّيْلَةَ؟".

"کیا تم لوگوں نے رات کا دودھ پی لیا؟"۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ دودھ نوش فرمائیں۔

آپ ﷺ نے پیا اور مجھے دے دیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مزید پئیں۔ آپ ﷺ نے پیا اور پھر مجھے دے دیا۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ دودھ پی کر آسودہ ہو گئے اور آپ کی دعا میں نے حاصل کر لی تو میں ہنستے ہنستے زمین پر گر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مقداد! تم نے کوئی بری بات کی وہ کیا ہے؟"۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے یہ یہ حرکت کی تھی (یعنی اپنی داستان کہہ سنائی)۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا هَذِهِ إِلَّا رَحْمَةٌ مِنَ اللَّهِ، أَفَلَا كُنْتَ آذَنْتَنِي فَنُوقِظَ صَاحِبَيْنَا فَيُصِيبَانِ مِنْهَا؟"

"یہ (دودھ جو خلاف معمول نکلا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھی، تو نے مجھ سے پہلے ہی کیوں نہ کہا؛ تاکہ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی جگا لیتے اور وہ بھی یہ دودھ پیتے؟"۔

میں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اب جبکہ آپ نے یہ رحمت حاصل کی اور آپ کے ساتھ میں نے بھی حاصل کی، تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کوئی حاصل کرے یا نہ کرے[1]۔

---

(۱) مسلم: كتاب الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره (۲۰۵۵)، أحمد (٦/ ۲،۳)، ترمذی (۲۷۱۹)، أبويعلى (۱۵۱۷)، الطبرانی فی الكبير (۲۰/ ۲٤۳)، شرح معانی الآثار (٤/ ۲٤۲)، حلية الأولياء (۱/ ۱۷۳، ۱۷٤).

کیا تجھے میری دعا سے خوشی محسوس ہو رہی ہے؟

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم ﷺ کا مزاج شریف خوش دیکھ کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِعَائِشَةَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَا تَأَخَّرَ، وَ مَا أَسَرَّتْ وَمَا أَعْلَنَتْ".

"اے اللہ! عائشہ کے پہلے اور بعد کے گناہوں کو بخش دے اور ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے جو اس نے چھپ کر کیا یا علانیہ کیا"۔

نبی کریم ﷺ سے دعا کے یہ الفاظ سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں، یہاں تک کہ ان کا سر ہنسنے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کی گود میں گر گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَيَسُرُّكِ دُعَائِي؟".

"کیا تجھے میری دعا سے خوشی محسوس ہو رہی ہے؟"۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: بھلا آپ کی دعا سے مجھے خوشی کیوں نہیں ہوگی!!

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَاللَّهِ! إِنَّهَا لَدَعْوَتِي لأُمَّتِي فِي كُلِّ صَلاةٍ".

"اللہ کی قسم! ہر نماز میں میری امت کے لیے میری یہ دعا ہوا کرتی ہے"(۱)۔

---

(۱) رواه البزار ورجاله رجال الصحيح غير أحمد بن منصور الرمادی وهو ثقة، كما قال الهيثمی فی مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۳، ۲۴۴).

یہ کیسی ہنسی ہے؟

رسول اکرم ﷺ کی آزاد کردہ لونڈی رزینہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ام المومنین حضرت سودہ یمانیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کرنے کے لیے آئیں۔ اس وقت ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بہت ہی اچھی وضع قطع میں اور خوبصورت بن کر آئی تھیں۔ انہوں نے ملک یمن کے بنے ہوئے کپڑے کی قمیص اور اوڑھنی زیب تن کر رکھا تھا اور ان کے گوشۂ چشم میں ایلوا اور زعفران سے بنے دونشانات تھے (جس کی وجہ سے وہ اور بھی خوبصورت لگ رہی تھیں)۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی اچھی ہیئت اور حسن وجمال دیکھ کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

"يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! يَجِيءُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشِقًّا وَهَذِهِ بَيْنَنَا تَبْرُقُ!".

"ام المومنین! رسول اللہ ﷺ رغبت وخواہش کے ساتھ تشریف لائیں گے اور یہ جو سودہ ہمارے درمیان (بن ٹھن کر) چمک رہی ہیں!"۔

(مطلب یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ تشریف لائیں گے تو آپ کا دل حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہی کی طرف مائل ہو جائے گا اور ہماری طرف توجہ نہیں فرمائیں گے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: حفصہ! اللہ تعالیٰ کا خوف کھاؤ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

" لَأُفْسِدَنَّ عَلَيْهَا زِينَتَهَا ".

"میں ضرور ہی سودہ کی زیب وزینت اور خوبصورتی بگاڑ کر رہوں گی"۔

چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کچھ اونچا سنتی تھیں اس لیے انہیں اپنی دونوں سوکنوں کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ انہوں نے ان دونوں کی کانا پھونسی دیکھ کر پوچھا: تم دونوں کیا باتیں کر رہی ہو؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: سودہ! تمہیں معلوم نہیں، کانا دجال نکل چکا ؟!

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے گھبراتے ہوئے کہا: اچھا!!

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بری طرح خوفزدہ ہوگئیں اور کانپتے ہوئے کہنے لگیں: میں کہاں چھپوں؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جلدی سے آ کر خیمہ کے اندر چھپ جاؤ (وہاں کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا ایک خیمہ تھا جس میں کھانا پکتا تھا)۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جلدی سے گئیں اور خیمے میں گھس کر چھپ گئیں۔ خیمے کے اندر مکڑیوں کے جال اور میلے کچیلے سامان تھے (چنانچہ ان کی اچھی خاصی ہیئت خراب ہوگئی)۔

اتنے میں رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ دیکھا کہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں ہی ہنس رہی ہیں۔ اور ہنسی کی وجہ سے وہ کچھ کہہ نہیں پا رہی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

"مَاذَا الضِّحْکُ؟"۔

"یہ کیسی ہنسی ہے؟"۔

یہ جملہ آپ ﷺ نے تین دفعہ دہرایا۔

دونوں امہات المومنین نے (ہنستے ہنستے) اپنے ہاتھوں سے خیمہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا تو آپ ﷺ اس کی طرف گئے۔ دیکھا تو اس میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا:

"یَا سَوْدَۃُ! مَا لَکِ؟"۔

''سودہ! تجھے کیا ہو گیا ہے؟''۔

وہ کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! کانا دجال نکل چکا!!

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَا خَرَجَ وَ لَيَخْرُجَنَّ، مَا خَرَجَ وَلَيَخْرُجَنَّ''.

''ابھی تو نہیں نکلا مگر ضرور نکلے گا، ابھی تو نہیں نکلا مگر ضرور نکلے گا''۔

پھر آپ ﷺ خیمہ کے اندر داخل ہوئے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو باہر نکال کر ان کے جسم سے گرد و غبار اور مکڑیوں کا جال جھاڑنے لگے (۱)۔

(۱) مجمع الزوائد للهيثمي (٤/ ٣١٦)، وقال: رواه أبويعلى (٧١٦٠)، والطبراني (٢٤/ ٢٧٨، ٢٧٩)، وقال: فيه من لم أعرفه، وانظر: المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية (٢٨٤١) لابن حجر العسقلاني رحمه الله.

خلیفۃ المسلمین کی پٹائی!!

مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو پندرہ برس ہو چکی تھی۔ ایک دن وہ مسجد میں پیشاب کرنے کی نیت سے اٹھے۔ لوگ انہیں آواز دینے لگے کہ یہ مسجد ہے مسجد ہے۔ اتنے میں حضرت نعیمان بن عمرو رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور انہیں مسجد کے دوسرے کونے میں پیشاب کے لیے بیٹھا دیا اور ان سے کہا: آپ یہاں پیشاب کر لیں۔ وہ ابھی پیشاب کرنا ہی چاہتے تھے کہ لوگ پھر آواز دینے لگے کہ یہ مسجد ہے، یہاں پیشاب نہ کریں۔

مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگوں کی خرابی ہو! کون شخص مجھے لے کر اس جگہ پیشاب کرانے آیا تھا؟

لوگوں نے بتایا: وہ نعیمان تھے۔

[حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ ایک مذاقی آدمی تھے]

مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کو مجھے سزا دینے کا حق بنتا ہے اگر میں اس آدمی پر قابو پا لوں اور اپنی اس لاٹھی سے اس کی دھلائی نہ کر دوں!!

یہ بات لوگوں نے حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کو بتائی۔ وہ اللہ کو جتنا منظور تھا، ٹھہرے رہے۔ پھر ایک دن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اس وقت امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد کے ایک کنارے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ نعیمان رضی اللہ عنہ نے مخرمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نعیمان سے بدلہ لینا چاہتے ہیں؟ مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، ضرور۔ چنانچہ نعیمان رضی اللہ عنہ نے مخرمہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور لیجا کر امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں کھڑا کر دیا اور بتا دیا کہ یہ لیجئے یہی نعیمان ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب وہ نماز میں مشغول ہو جاتے تو کسی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتے تھے۔

مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے اپنی لاٹھی کو مضبوطی سے پکڑا اور کھینچ کر امیر المومنین کے سر پر دے مارا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کا سر پھوٹ گیا۔

یہ دیکھتے ہی لوگ چیخ پڑے:

"ضَرَبْتَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ!"

"آپ نے تو امیر المومنین کو مار کر ان کا سر پھوڑ دیا!"[1]۔

(۱) اس واقعے کو زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: الإصابة لابن حجر (۸۸۱۱).

رسول اکرم ﷺ سے قصاص!

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے (اور وہ مزاحیہ آدمی تھے)۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے ان کی کوکھ میں ایک لکڑی سے کونچ دیا۔ وہ کہنے لگے: (اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے ناحق مارا ہے اس لیے) مجھے قصاص دیجئے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اصْطَبِرْ".

"اپنا بدلہ لے لو"۔

وہ کہنے لگے:

"إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ".

"آپ کے بدن پر قمیص ہے جبکہ میرے اوپر قمیص نہیں تھی"۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے بدن سے قمیص ہٹا دی۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جلدی سے رسول اکرم ﷺ کے بدن سے چپک گئے اور آپ کے پہلو کو بوسہ دینے لگے اور کہنے لگے:

"إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ"..

"اے اللہ کے رسول! سچی بات تو یہ ہے کہ میں یہی چاہتا تھا (قصاص تو ایک بہانہ تھا)"[1]۔

---

(۱) [صحيح الإسناد] أبوداود (٥٢٢٤)، البيهقي (٧/ ١٠٢)، الحاكم (٣/ ٢٨٨)، المشكاة (٤٦١١)، سير أعلام النبلاء (١/ ٣٤٢).
اس قسم کا ایک واقعہ سواد بن غزیہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے جو غزوۂ بدر کے دن پیش آیا تھا۔ دیکھئے: معرفة الصحابة (١٣١٠).

بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی!

ایک بوڑھی عورت رسول اکرم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کرے۔

رسول اکرم ﷺ نے بوڑھیا سے فرمایا:

"يَا أُمَّ فُلانٍ! إِنَّ الجَنَّةَ لا تَدْخُلُهَا عَجُوزٌ!"۔

"ام فلاں! بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی (جنت میں بوڑھی عورتوں کا کیا کام؟!)"۔

یہ سن کر وہ بوڑھیا روتی ہوئی واپس ہوئی۔

رسول اکرم ﷺ نے موجود حاضرین سے فرمایا:

"أَخْبِرُوهَا أَنَّهَا لا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً عُرُباً أَتْرَاباً﴾(۱)"۔

"جا کر اس بوڑھیا کو خبر دے دو کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی (بلکہ جوان بن کر جائے گی)۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ہم نے ان (اہل جنت کی بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے، اور ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیا ہے؛ محبت کرنے والیاں اور وہ ہم عمر ہیں﴾"(۲)۔

[رسول اکرم ﷺ کے مذاق کرنے کا انداز کتنا نرالا اور سچا تھا!!]

---

(۱) سورۃ الواقعۃ: ۳۵، ۳۷.

(۲) رواہ الترمذی فی الشمائل النبویۃ (۲۴۰)، وحسّنه الألبانی فی غایۃ المرید، رقم(۳۷۵).

بچے سے رسول اکرم ﷺ کی دل لگی!

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے (ہر ایک کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے تھے)۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ راوی کا بیان ہے: میرا خیال ہے کہ بچہ کا دودھ چھوٹ چکا تھا۔ (وہ ایک چھوٹے سے پرندے کے ساتھ کھیلا کرتا تھا)۔ رسول اکرم ﷺ جب بھی میرے گھر آتے تو میرے بھائی سے بطورِ مزاح فرماتے:

"يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟!".

"ابوعمیر! نغیر نے کیا کیا؟!"۔

نغیر (سرخ چونچ کا) ایک پرندہ تھا جس سے (میرا چھوٹا بھائی) ابوعمیر کھیلا کرتا تھا۔ بسا اوقات نماز کا وقت ہو جاتا اور رسول اکرم ﷺ میرے گھر میں ہوتے۔ آپ ﷺ اسی فرش کو بچھانے کا حکم دیتے جس پر آپ بیٹھے ہوتے؛ چنانچہ اسے جھاڑ کر اس پر پانی چھڑک دیا جاتا۔ پھر آپ کھڑے ہوتے اور ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور آپ ہمیں نماز پڑھاتے[1]۔

---

(١) بخاري: كتاب الأدب، باب الكنية للصبي ..(٦٢٠٣)، مسلم (٢١٥٠)، ابن ماجه (٣٧٢٠)، أحمد (٣/ ١١٥، ٢٠١)، الشمائل النبوية (٢٣٦)، البيهقي (١٠/ ٢٤٨)، ابن حبان (٢٣٠٨).

اس غلام کو کون خریدے گا؟!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زاہر نام کا ایک بادیہ نشین (خانہ بدوش) تھا۔ وہ بسا اوقات دیہات سے (کوئی چیز) لاکر رسول اکرم ﷺ کو ہدیہ دیا کرتا تھا۔ جب وہ دیہات کو واپس ہو رہا ہوتا تو رسول اکرم ﷺ بھی اسے ہدیہ وغیرہ سے نوازتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے:

''إِنَّ زَاهِراً بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ''.

''زاہر ہمارا بادیہ نشین ہے اور ہم اس کے شہری ہیں''۔

رسول اکرم ﷺ زاہر سے محبت کرتے تھے۔ وہ ایک بدصورت آدمی تھا۔ ایک دن جبکہ وہ اپنا سامان بیچنے میں لگا ہوا تھا، کہ نبی کریم ﷺ اس کے پاس آئے اور اسے پیچھے کی جانب سے اپنے سینے سے چپکا لیا۔ زاہر کو معلوم نہ ہو سکا کہ پیچھے کون ہیں۔ اس نے پوچھا: مجھے کس نے پکڑ رکھا ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ لیکن جب اسے معلوم ہو گیا کہ اس کے پیچھے رسول اکرم ﷺ ہیں تو وہ اپنی پیٹھ رسول اکرم ﷺ کے سینے سے مزید چپکانے لگا۔ رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے:

''مَنْ يَشْتَرِي هَذَا العَبْدَ؟!''.

''اس غلام کو کون خریدے گا؟!''۔

وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ جب مجھے غلام کہہ کر بیچیں گے تو اللہ کی قسم! آپ مجھے کم قیمت پائیں گے!!

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ".

"لیکن اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو"۔

یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

"أَنْتَ عِنْدَ اللَّهِ غَالٍ".

"تم اللہ کے نزدیک قیمتی ہو"[1]۔

(۱) [صحيح] الشمائل النبوية للترمذى (۲۳۹)، أحمد (۳/ ۱٦۱)، مجمع الزوائد للهيثمى (۹/ ۳٦۸)، السنن الكبرى للبيهقى (۱۰/ ۲٤۸)، مصنف عبد الرزاق (۱۹٦۸۸).

وہی نہ جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟!

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ام ایمن نام کی ایک عورت اپنے شوہر کے کسی حاجت کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ نے پوچھا:

"مَنْ زَوْجُكِ؟".

"تیرا شوہر کون ہے؟"۔

اس نے عرض کیا: فلاں آدمی۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اَلَّذِی فِی عَيْنَيْهِ بَيَاضٌ؟".

"وہی نا، جس کی دونوں آنکھوں میں سفیدی ہے؟"۔

وہ کہنے لگی: نہیں نہیں، اے اللہ کے رسول! میرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بَلٰى، إِنَّ بِعَيْنِهِ بَيَاضاً".

"نہیں؛ بلکہ اس کی آنکھ میں سفیدی ہے"۔

وہ کہنے لگی: نہیں، اللہ کی قسم! میرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَ مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِعَيْنِهِ بَيَاضٌ".

"کوئی ایسا بھی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے"۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ عورت رسول اکرم ﷺ کی بات سن کر جلدی سے اپنے شوہر کے پاس گئی اور اس کی دونوں آنکھوں میں تاک جھانک کرنے لگی۔ بیوی کی یہ

حرکت دیکھ کر خاوند کہنے لگا:

خیریت تو ہے، کیا بات ہے جو یوں میری آنکھوں میں تاک جھانک کر رہی ہو؟

اس نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تیرے شوہر کی دونوں آنکھوں میں سفیدی ہے!!

خاوند گویا ہوا:

"أَمَا تَرَيْنَ بَيَاضُ عَيْنَيَّ أَكْثَرُ مِنْ سَوَادِهَا؟".

"دیکھ نہیں رہی ہو کہ میری آنکھوں کی سفیدی اس کے کالا پن سے کہیں زیادہ ہے؟(۱)"۔

---

(۱) أخرجه الزبير بن بكار في كتاب الفكاهة والمزاح، ورواه ابن أبي الدنيا من حديث عبد الله بن سهم الفهري مع اختلاف، كما قال العراقي في تخريج الإحياء (٤/ ١٦٨٠).

اونٹ کا بچہ ہی دوں گا!!

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اکرم ﷺ سے ایک سواری طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ''.

''میں تجھے ایک اونٹ کے بچے پر سوار کراؤں گا (یعنی تیری سواری کے لیے میں اونٹنی کا ایک بچہ دوں گا)''۔

وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! بھلا میں اس اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟!

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''وَهَلْ تَلِدُ الإِبِلُ إِلَّا النُّوقَ؟''.

''کیا کسی اونٹ کو کسی اونٹنی کے علاوہ بھی کوئی جانور جنتا ہے؟''(۱)۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی مروی ہے۔ یہ وہی ام ایمن ہیں جنہوں نے بچپن میں رسول اکرم ﷺ کو پالا پوسا تھا، آپ کو دودھ پلایا تھا اور آپ کی دیکھ بھال کی تھیں۔ آپ ﷺ ان سے بسا اوقات مزاح فرمالیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور آپ سے سواری طلب کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''أَحْمِلُكِ عَلَى وَلَدِ النَّاقَةِ''.

''میں تو تمہاری سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا''۔

(۱) [صحیح] شرح السنة (۱۳/ ۱۸۲)، أبوداود (٤٩٩٨)، سنن الترمذی (۱۹۹۱)، الشمائل للترمذی (۲۳۸)، أحمد (۳/ ۲٦۷)، سنن البیهقی (۱۰/ ۲٤۸).

وہ کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! وہ بچہ بھلا کیونکر میرا بوجھ اٹھا سکے گا، اور میں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ چاہتی بھی نہیں؟!

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لا أَحْمِلُكِ إِلَّا عَلَى وَلَدِ النَّاقَةِ".

"میں تمہاری سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ ہی دوں گا"۔

دراصل رسول اکرم ﷺ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مزاح فرما رہے تھے۔ مگر رسول اکرم ﷺ ہنسی مذاق میں بھی درست اور حق بات ہی کیا کرتے تھے۔ اور (یہاں بھی آپ نے جو یہ فرمایا کہ میں اونٹنی کا بچہ ہی دوں گا تو ظاہر ہے کہ) کوئی بھی اونٹ ہو تو وہ کسی نہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے[1]۔

(۱) طبقات ابن سعد (۸/ ۱۷۹).

میں نہیں اٹھنے کا!

خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ مرّ الظہران (مکہ کے قریب ایک جگہ) میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ اترے (پڑاؤ ڈالا)۔ میں اپنے خیمے سے نکلا تو دیکھا کہ چند عورتیں بیٹھ کر باتیں کر رہی ہیں۔ مجھے ان کی باتیں اچھی لگیں؛ چنانچہ میں واپس اپنے خیمے میں آیا اور اپنے صندوق سے لمبا کپڑا نکال کر پہن لیا اور آ کر عورتوں کے ساتھ میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں رسول اکرم ﷺ اپنے خیمے سے نکلے اور مجھے پکارا: ''عبداللہ؟''۔

میں نے جب رسول اکرم ﷺ کو دیکھا تو میرے اوپر آپ کی ہیبت طاری ہو گئی اور میں آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میرا اونٹ بدک رہا تھا تو میں اس کے لیے کسی رسی کی تلاش میں نکلا ہوں (تاکہ اس سے اپنے اونٹ کو باندھ سکوں)۔

رسول اکرم ﷺ میری بات سن کر آگے بڑھ گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے اپنے اوپر سے چادر ڈال دی اور پیلو کے درخت کے پیچھے چلے گئے۔ گویا کہ میں پیلو کے درخت کی ہریالی میں آپ کی پیٹھ دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے وہاں قضائے حاجت کی اور وضو کر کے واپس ہوئے۔ آپ کی داڑھی سے پانی کی بوندیں آپ کے سینے پر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! مَا فَعَلَ شِرَادُ جَمَلِكَ؟''۔

''ابوعبداللہ! تیرے اونٹ کے بدکنے (یا بھاگنے) کا کیا ہوا؟''۔

پھر ہم لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستے میں جب جب بھی رسول اکرم ﷺ سے میری ملاقات ہوتی، آپ فرماتے:

''ابوعبداللہ! السلام علیک، تیرے اونٹ کے بدکنے کا کیا ہوا؟''۔

جب میں نے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے یہ باتیں دیکھیں تو جلدی سے مدینہ منورہ پہنچ گیا اور مسجد نبوی میں جانے اور آپ ﷺ کی مجلسوں میں شرکت سے اجتناب کرنے لگا۔ جب اس انقطاع کا سلسلہ طویل ہو گیا تو میں ایک موقع نکال کر ایسے وقت میں مسجد نبوی میں گیا جب مسجد بالکل خالی تھی۔ مسجد پہنچ کر میں نماز میں مشغول ہو گیا۔ اتنے میں اچانک رسول اکرم ﷺ اپنے کمرے سے نکلے اور مسجد میں دو ہلکی رکعتیں پڑھ کر بیٹھ رہے۔ میں نے جب آپ کو دیکھا تو میں نے اپنی نماز لمبی کر دی تا کہ آپ مجھے نماز پڑھتا چھوڑ کر مسجد سے چلے جائیں۔ مگر رسول اکرم ﷺ نے میری طویل نماز دیکھ کر فرمایا:

"طَوِّلْ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مَا شِئْتَ أَنْ تُطَوِّلَ، فَلَسْتُ قَائِماً حَتَّى تَنْصَرِفَ".

"ابوعبداللہ! جتنی لمبی نماز پڑھنی چاہو پڑھو، میں نہیں اٹھنے کا یہاں تک کہ تم نماز سے فارغ نہ ہو جاؤ"۔

میں نے اپنے دل ہی یہ تہیہ کر لیا کہ اللہ کی قسم! اب میں ضرور رسول اکرم ﷺ سے معذرت کرلوں گا اور اپنے سلسلے میں بدگمانی سے ضرور آپ کا دل صاف کروں گا۔

جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ابوعبداللہ! السلام علیک، تیرے اونٹ کے بدکنے کا کیا ہوا؟"۔

میں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے میرا وہ اونٹ کبھی بھی نہیں بدکا ہے۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے میرے لیے تین مرتبہ رحمتِ الٰہی کی دعا فرمائی اور اس کے بعد کبھی بھی مجھ سے یہ بات نہیں کہی۔ یعنی میرے اونٹ کے بدکنے والی بات[1]۔

---

(١) مجمع الزوائد للهيثمي (٩/ ٤٠١)، وقال: رواه الطبراني في المعجم الكبير (٤١٤٦) من طريقين؛ ورجال أحدهما رجال الصحيح غير الجراح بن مخلد وهو ثقة.

میرے چہرے پر کلی پھینکی!

محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَ أَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ مِنْ دَلْوٍ“.

”مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک ڈول سے منہ میں پانی لے کر میرے چہرے پر کلی پھینکی۔ اور میں اس وقت پانچ سال کا تھا[1]“۔

فائدہ:

درحقیقت رسول اکرم ﷺ حسن اخلاق کے پیکر تھے جہاں سے اخلاق وکردار، پیار ومحبت، الفت ووابستگی، شفقت وشرافت، نرم مزاجی وعفو ودگزر، حلم وبردباری، تواضع وخاکساری، بے نیازی وذرہ نوازی، خودداری ودنیا سے لاتعلقی، باہمی تعلقات وآپسی میل ملاقات؛ غرض ان جیسے ہر قسم کے عمدہ عادات واطوار اور سخت سے سخت دلوں کو بھی گرویدہ کر لینے والے خصائل وصفات کے سوتے پھوٹتے تھے۔ مذکورہ روایت سے اندازہ لگائیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ کس طرح رہتے تھے کہ ایک پانچ سالہ بچے سے بھی مزاح فرما لیتے تھے۔ پھر آج کے امت کے ان سربرآوردہ افراد کے پاس کیا جواب ہے جو امت کے نونہال بچوں کی اچھی تربیت کرنے کی بجائے ہمیشہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر رکھتے ہیں۔ خاص کر ان اساتذۂ کرام کے لیے رسول اکرم ﷺ کے اس فعل میں درس عبرت ہے جن کی ماتحتی میں امت کے طلبہ تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

---

(۱) بخاری: كتاب العلم، باب متى يصح سماع الصغير؟ (۷۷).

بچی! پیچھے ہی رہو

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں (بچپن کے زمانے میں) رسول اکرم ﷺ کے پاس گئی۔ آپ ﷺ غسل فرما رہے تھے۔ آپ نے ایک چلو پانی لیا اور اسے میرے چہرے پر پھینکا اور پھر فرمانے لگے:

"وَرَاءَكِ يَا لُكَاعُ". "بچی! پیچھے ہی رہو"[1]۔

یہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی ربیبہ تھیں۔ ان کی ماں ام سلمہ بنت ابو امیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ اپنے والد ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ملک حبشہ میں پیدا ہوئیں۔ رسول اکرم ﷺ نے جب ان کی ماں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو یہ ابھی دودھ پیتی بچی تھیں۔ ان کا نام برّہ تھا تو رسول اکرم ﷺ نے بدل کر زینب رکھا۔ زینب رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ جب رسول اکرم ﷺ غسل فرمانے کے لیے (حمام میں) داخل ہوتے تو میری ماں کہتیں: بیٹا! رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تو بھی داخل ہو جا۔ چنانچہ جب میں داخل ہوتی تو آپ ﷺ میرے چہرے پر پانی پھینکتے اور فرماتے: "لوٹ جا، لوٹ جا"۔

اس قصہ کے راوی عطاف بن خالد مخزومی کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ زینب رضی اللہ عنہا بہت بوڑھی ہو چکی تھیں؛ مگر ان کے چہرے کا پانی جوں کا توں تھا[2]۔

ابو عمر کہتے ہیں: وہ کھوسٹ بوڑھی ہو چکی تھیں؛ مگر ان کے چہرے پر جوانی کا اثر باقی تھا۔ یہ اپنے زمانے میں مدینہ منورہ میں ساری خواتین سے زیادہ فقیہہ و محدثہ تھیں۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سات احادیث روایت کی ہیں۔ ان کی وفات 73ھ میں ہوئی[3]۔

(١) الطبراني في الكبير (٢٤/٢٨١) وفي الأوسط كما في مجمع البحرين بزوائد المعجمين (١/٣٨٦).
(٢) دیکھئے: الإصابة (١١٢٤١)، أسد الغابة (٦٩٦٦)، الطبراني (٢٤/٢٨٢)، المجمع (٩/٢٦٢).
(٣) أعلام النساء (٢/٦٧)، عمر كحّالة.

بچوں پر شفقت کی اعلیٰ مثال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھ کر چل رہے ہیں اور آپ کی پیٹھ پر آپ کے دونوں نواسے حسن و حسین رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ اس وقت یہ بھی فرما رہے تھے:

"نِعْمَ الجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَنِعْمَ العِدْلاَنِ أَنْتُمَا".

"تم دونوں کا اونٹ بھی کیا ہی خوب اونٹ ہے اور تمہارا بوجھ بھی کیا خوب ہے"(۱)۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حسن و حسین کو رسول اکرم ﷺ کے کندھے پر دیکھ کر کہا: تم دونوں کے نیچے گھوڑا بھی کیا خوب ہیں!

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ فرمایا:

"وَنِعْمَ الفَارِسَانِ هُمَا!".

"اور یہ دونوں گھڑسوار بھی کیا خوب ہیں!"(۲)۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نماز پڑھتے رہتے اور اسی دوران آپ کے نواسے حسن یا حسین (یا دونوں) آکر آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے۔ جب آپ اپنا سر اٹھاتے تو انہیں نیچے اتار دیتے۔ اور فرمایا کرتے:

"نِعْمَ المِطِيَّةُ مَطِيَّتُكُمَا!".

"تم دونوں کی سواری بھی کیا خوب ہے!"(۳)۔

---

(۱) قال الهيثمي (۹/۱۸۲): رواه الطبراني (۲۶۶۱)، وفيه مسروح أبو شهاب، وهو ضعيف.

(۲) قال الهيثمي (۹/۱۸۲): رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح، ورواه البزار (۲۶۲۱) بإسناد ضعيف.

(۳) قال الهيثمي (۹/۱۸۲): رواه الطبراني في الأوسط وإسناده حسن.

یہاں بچہ ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دن کے ایک پہر کو میں رسول ﷺ کے ساتھ نکلا۔ نہ تو میں آپ سے بات کر رہا تھا اور نہ ہی آپ مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ (یعنی دونوں آدمی چپ چاپ چل رہے تھے)۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے بنوقینقاع کے بازار میں پہنچے۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے تو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر آئے اور پوچھا:

"أَثَمَّ لُكَعُ؟ أَثَمَّ لُكَعُ؟".

"یہاں بچہ ہے؟ بچہ ہے؟"۔

یعنی حسن رضی اللہ عنہ کو پوچھ رہے تھے۔

ہم سمجھے کہ شاید ان کی ماں نے ان کو نہلانے دھلانے اور خوشبو کا ہار پہنانے کے لیے روک رکھا ہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ دوڑے ہوئے آئے اور دونوں ایک دوسرے کے گلے ملے (یعنی رسول اکرم ﷺ اور حسن رضی اللہ عنہ)۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحْبِبْ مَنْ يُحِبُّهُ".

"الٰہی! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت رکھ، اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو اس کو محبوب جانے"(۱)۔

(۱) مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل الحسن والحسين (۲۴۲۱).

بار برداری کرنے والا اونٹ

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ (پڑاؤ کے بعد جب دوبارہ سفر شروع کیا جاتا اور) اس میں جو کوئی چیز رہ جاتی وہ اٹھا کر آپ ﷺ میرے اوپر لاد دیتے اور میرا نام ''زاملہ'' رکھا۔

زاملہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے اوپر سامان لادا جاتا ہے۔ یعنی بار برداری کرنے والا اونٹ۔

مجمع الزوائد میں ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بزار نے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن درجے کو پہنچتی ہے[1]۔

(۱) مجمع الزوائد (۹/ ۳۹۸).

دو کان والے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ!''.

''اے دو کان والے!''۔

ابو اسامہ کہتے ہیں: گو آپ ﷺ ان سے مزاح فرما رہے تھے (۱)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خرفہ کا ساگ چن رہا تھا تو رسول اکرم ﷺ نے میری کنیت بقلہ رکھ دی (۲)۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت 'ابوحمزہ' ہے اور 'حمز' کہتے ہیں تیز ذائقہ والے کھٹے دار ساگ کو جو بقلہ ہی کی ایک قسم ہے۔

---

(۱) [صحیح] أحمد (۳/ ۱۱۷، ۱۲۷)، وأبوداود (۵۰۰۲)، والترمذی (۱۹۹۲، ۳۸۲۸)، والشمائل (۲۳۵)، وابن السنی (۴۲۰)، والبیهقی (۱۰/ ۲۴۸).

(۲) ترمذی: کتاب المناقب، باب مناقب أنس بن مالك (۳۸۳۰). شیخ ناصر الدین البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ہاں ہاں، پورے جسم کے ساتھ!

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ چمڑے کے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے قبے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

"اُدْخُلْ".

"اندر آ جاؤ"۔

میں نے عرض کیا:

"أَأَدْخُلُ كُلِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟!"۔

"اے اللہ کے رسول! میں اپنے پورے جسم کے ساتھ اندر داخل ہو جاؤں؟!"۔

[چونکہ خیمہ بہت ہی چھوٹا تھا اس لیے انہوں نے یہ بات کہی تھی]

آپ ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّكَ".

"ہاں ہاں، پورے جسم کے ساتھ!"۔

چنانچہ میں خیمے میں داخل ہو گیا(۱)۔

---

(۱) [صحیح] أبو داود: کتاب الأدب، باب ما جاء في المزاح (۵۰۰۰، ۵۰۰۱).

تو سفینہ ہے!

سعید بن جُمہان کہتے ہیں: حجاج بن یوسف کے زمانے میں میری ملاقات رسول اکرم ﷺ کے غلام سفینہ سے ہوئی۔ میں نے ان کے پاس آٹھ راتیں گزاریں۔ میں ان سے رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ پوچھتا رہتا۔ ایک مرتبہ جب میں نے ان کے نام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں تمہیں اپنے نام کے متعلق تو نہیں بتاؤں گا؛ البتہ رسول اکرم ﷺ نے میرا نام سفینہ رکھا ہے۔

میں نے پوچھا: آخر کس وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے آپ کا نام سفینہ رکھا تھا؟

انہوں نے بتایا: ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ (کسی غزوہ میں) روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام کے پاس کچھ سامان زیادہ تھا جو انہیں بھاری لگ رہا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''اپنی چادر پھیلاؤ''۔

چنانچہ میں نے اپنی چادر پھیلا دی۔ اِدھر لوگوں نے اپنا سامان میری چادر میں ڈال دیا اور چادر میرے اوپر اٹھا کر رکھ دی۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''احْمِلْ فَإِنَّمَا أَنْتَ سَفِينَةٌ''.

''اٹھا کر لے چلو، کیونکہ تم سفینہ (کشتی) ہو''۔

(رسول اکرم ﷺ کے اس لقب سے میں اتنا خوش ہوا کہ) اگر اس دن میرے اوپر ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ یا سات اونٹ کا بوجھ بھی لاد دیا جاتا تو بھی مجھے بھاری نہیں لگتا؛ بشرطیکہ لوگ اتنا بوجھ اٹھانے سے مجھے منع نہ کرتے [1]۔

---

(۱) قال الهيثمي (٩/٣٦): رواه أحمد (٥/٢٢١)، والبزار (٢٧٣٢)، والطبراني (٦٤٣٩) بأسانيد ورجال أحمد والطبراني ثقات. وانظر أيضاً: حلية الأولياء (١/٣٦٩).

ابوبکرہ!

ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب طائف کا محاصرہ کیا تو میں صبح سویرے ہی آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"كَيْفَ صَنَعْتَ؟".

"تم نے کیسے کیا؟"۔

میں نے عرض کیا: میں صبح صبح آ گیا۔

میری بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَنْتَ أَبُو بَكْرَةَ".

"پھر تو ابوبکرہ ہے"(۱)۔

ابوالورد!

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک چچازاد بھائی اور ایک سرخ رنگ کے آدمی کو رسول اکرم ﷺ کے پاس بیعت کرنے کے لیے لے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"يَا أَبَا الْوَرْدِ".

(چونکہ گلاب کا پھول لال ہوتا ہے، اس لیے آپ نے اس آدمی کو ابوالورد کہہ کر پکارا)۔

جبارہ کہتے ہیں: یعنی رسول اکرم ﷺ نے بطور مزاح یہ فرمایا(۲)۔

---

(۱) قال الحاكم (٤/٢٧٨): حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، ووافقه الذهبي.

(٢) الإصابة (١٠٧١٠)، أخلاق النبي ﷺ (١٨٧)، المجمع (... ٥٠)، ابن السنى (٤٠٣).

دلہن کی طرح!

عطا کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا رسول اکرم ﷺ مذاق فرمایا کرتے تھے؟

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔

اس نے پوچھا: آپ کا مذاق کس انداز کا ہوا کرتا تھا؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ ﷺ کا مذاق اس انداز کا ہوا کرتا تھا کہ ایک دن آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو لمبا چوڑا لباس زیب تن کرا دیا اور فرمایا:

"اَلْبَسِیهِ وَاحْمَدِی وَجُرِّی مِنْهُ ذَیْلاً كَذَیْلِ الْعُرُوسِ".

"اسے پہن لو، اور (اللہ کا) شکر ادا کرو، اور اسے دلہن کے لباس کی طرح کھینچتی ہوئی چلو!"(۱)۔

عراقی کہتے ہیں: مجھے یہ روایت نہیں مل سکی۔ البتہ میں کہتا ہوں: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت مروی ہے اور جسے امام طبرانی اور ابن عساکر نے ذکر کیا ہے، اس میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اکرم ﷺ ہنسی مذاق کیا کرتے تھے؟

تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

"كَانَ فِیهِ دُعَابَةٌ قَلِیلَةٌ".

مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ تھوڑا بہت ہنسی مذاق فرمالیا کرتے تھے(۲)۔

---

(۱) إحیاء علوم الدین للغزالی (۳/ ۱٦۷)، وکنز العمال (۷/ ۲۰٦)، رقم (۱۸٦٤٦).

(۲) تخریج الإحیاء للعراقی (٤/ ۱٦۸۰)، دار العاصمة، بالریاض.

اپنی سوکن کو کیسی پایا؟!

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو میرے پاس انصاری خواتین آئیں اور اس بات سے مجھے آگاہ کیں۔ میں نے جب یہ سنا تو میری حالت دگرگوں ہوگئی۔ میں نے لباس بدلا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لیے نکلی۔ (میں جب دیکھ کر واپس آ رہی تھی تو) رسول اکرم ﷺ نے میری آنکھیں دیکھ کر مجھے پہچان لیا۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ میں تیزی کے ساتھ چلنے لگی۔ آپ ﷺ نے جلدی سے آ کر مجھے سینے سے لگا لیا اور فرمانے لگے:

"كَيْفَ رَأَيْتِ؟".

"(اپنی سوکن صفیہ کو) تم نے کیسی پایا؟!"۔

میں گویا ہوئی:

"أَرْسِلْ، يَهُودِيَّةٌ وَسَطَ يَهُودِيَّاتٍ".

"چھوڑیے، یہودن کے درمیان ایک یہودیہ ہی تو ہے"(1)۔

مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کی جو عورتیں قیدی بنا کر لائی گئی ہیں، صفیہ بھی تو ایک قیدی ہی ہیں۔

(1) ابن ماجه: كتاب النكاح (١٩٨٠)، وقال البوصيري: هذا إسناد فيه علي بن زيد بن جدعان وهو ضعيف.

اٹھو، ابوتراب!

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آل مروان کا ایک آدمی مدینے پر حاکم مقرر ہوا۔ اس نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ آپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کریں؛ مگر سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا الفاظ کہنے سے بالکل ہی انکار کر دیا۔

وہ حاکم کہنے لگا: جب آپ علی بن ابی طالب کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہنے سے انکار کرتے ہیں تو اتنا ہی کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ابوتراب پر لعنت فرمائے!

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: (تم مجھے ابوتراب پر لعنت کرنے کا حکم دے رہے ہو حالانکہ) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابوتراب نام سے زیادہ محبوب کوئی اور نام نہیں تھا۔ وہ جب اس نام کے ساتھ پکارے جاتے تو بہت ہی زیادہ خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

حاکم نے کہا: آپ مجھے بتائیں کہ ابوتراب نام کیوں پڑا؟

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا: ایک دن رسول اکرم ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پا کر بیٹی سے پوچھا:

"أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟".

"تیرے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟"۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

"كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي".

"میرے اور ان کے مابین کسی بات میں اَن بن ہو گئی؛ چنانچہ وہ مجھ سے ناراض ہو کر

گھر سے نکل گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں فرمایا''۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہہ کر بھیجا:

''انْظُرْ أَيْنَ هُوَ؟''.

''جا کر دیکھنا کہ علی کہاں ہیں؟''۔

اس نے آ کر بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، آپ کے پہلو سے چادر گر گئی تھی اور جسم پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ جسم سے دھول جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے:

''قُمْ أَبَا التُّرَابِ! قُمْ أَبَا التُّرَابِ!''.

''اٹھو ابوتراب! اٹھو ابوتراب!''(1)۔

تراب کے معنی مٹی کے ہیں۔ اس کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسی نام سے مشہور ہو گئے اور ان کو یہ نام بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

(1) مسلم: كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي ابن أبي طالب (٢٤٠٩)، بخاري (٤٤١، ٣٧٠٣، ٦٢٠٤، ٦٢٨٠).

رسول اکرم ﷺ کی آخری مسکراہٹ

رسول اکرم ﷺ کے دس سالہ خادم انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الموت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ سموار کے روز جبکہ لوگ نماز میں صف باندھے کھڑے تھے تو رسول اکرم ﷺ نے اپنے حجرے کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہوکر ہم نمازیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور (خوشی و مسرت سے) گو چاند کا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ مسکرا کر ہنس پڑے۔ ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہم سب آپ کو دیکھنے ہی میں نہ مشغول ہو جائیں اور نماز توڑ دیں۔ ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر صف کے ساتھ آ ملنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے ہمیں اشارہ کیا:

"أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ".

"کہ اپنی نماز پوری کرو"۔

پھر آپ ﷺ نے پردہ گرا لیا اور اسی روز دار فانی سے ابدی دنیا کی طرف کوچ کر گئے (1)۔

امام نووی فرماتے ہیں:

"رسول اکرم ﷺ کے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ نماز کے لیے اکٹھا ہوئے ہیں اور اپنے امام (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس طرح مسلمان اپنے نبی کی شریعت کی اقامت میں لگے ہوئے ہیں، ان کے کلمہ (لا إلہ إلا اللہ) کا اتفاق عروج پر ہے اور ان کے دلوں کی قربتیں سمٹ آئی ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کا چہرۂ انور خوشی و مسرت سے دمک اٹھا جیسا کہ آپ کی عادت

(1) بخاری: کتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة (۶۸۰)، مسلم (۴۱۹).

بھی تھی کہ آپ ﷺ جب کبھی کوئی خوش کن بات دیکھتے یا کوئی اچھی خبر سنتے تو آپ کا چہرۂ انور مسرت وشادمانی سے چمکنے لگتا تھا''(۱)۔

✵✵✵✵
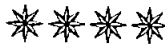
اللہ تعالیٰ کا بے پایاں شکر واحسان ہے کہ اس نے مجھے یہ کتاب ''رسول اکرم ﷺ کی ہنسی خوشی اور مذاق'' عربی زبان میں لکھنے کی توفیق بخشی اور اسے اردو قالب میں ڈھالنے کا کام بھی مجھ ہی سے لیا۔ فللہ الحمد والمنة

الحمدللہ آج مورخہ 10/ جمادی الآخرۃ 1426ھ، مطابق 16/ جولائی 2005ء بروز ہفتہ 11 بجے دن یہ ترجمہ مسجد حرام کے باب السلام پر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور عربی داں طبقہ میں میری عربی تالیف کو اور اردو داں طبقہ میں اس کے اردو ترجمہ کو قبول عام عطا فرمائے، اور اس کوشش کو میرے میزانِ حسنہ میں شامل کر کے مجھے، میرے والدین اور میری آل واولاد کو جنت میں رسول اکرم ﷺ کے جوار میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

والسلام

رضوان اللہ ریاضی

مسجد حرام، مکہ مکرمہ

۱۰/۶/۱۴۲۶ھ، مطابق ۱۶/۷/۲۰۰۵ء

(۱) صحيح مسلم بشرح النووى (٤/ ٢٦٣)، دار المؤيد، الرياض.

مراجع ومصادر

❁ **القرآن الكريم.**

❁ **صحيح البخارى،** أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى، بيت الأفكار الدولية، الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤١٩هـ.

❁ **صحيح مسلم،** أبوالحسن مسلم بن الحجاج النيسابورى، بيت الأفكار الدولية، الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤١٩هـ.

❁ **سنن أبى داود،** أبوداود سليمان بن الأشعث السجستانى، بيت الأفكار الدولية، الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤١٩هـ.

❁ **جامع الترمذى،** أبوعيسى محمد بن عيسى الترمذى، بيت الأفكار الدولية، الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤١٩هـ.

❁ **سنن النسائى،** أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائى، بيت الأفكار الدولية، الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤١٩هـ.

❁ **سنن ابن ماجه،** أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجه القزوينى، بيت الأفكار الدولية، الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤١٩هـ.

❁ **مسند الإمام أحمد بن حنبل،** أبو عبد الله أحمد بن حنبل الشيبانى، ثم البغدادى، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان ١٤٢٠هـ.

❁ **الموطا،** الإمام مالك بن أنس، دار سحنون تونس ١٤١٣هـ.

❁ **سنن الدارمى،** الإمام عبد الله بن عبد الرحمن الدارمى السمرقندى، دار الكتاب العربى، بيروت ١٤٠٧هـ.

❀ **صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان**، الأمير علاء الدين على بن بلبان الفارسی، مؤسسة الرسالة، بيروت ١٤١٤هـ.
❀ **صحيح ابن خزيمة**، أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة النيسابوری، المكتب الإسلامی، بيروت ١٤١٢هـ.
❀ **المستدرك على الصحيحين**، أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوری، دار المعرفة ١٤١٨هـ، ودار الكتب العلمية ١٤١٩هـ.
❀ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**، نور الدين على بن أبی بكر الهيثمی، دار الفكر ١٤٢١هـ.
❀ **السنن الكبری**، أبوبكر أحمد بن الحسين بن على البيهقی، دار الفكر، بيروت.
❀ **مسند أبی يعلی**، أحمد بن على بن المثنی التميمی، دار الثقافة العربية، بيروت، طبع أول.
❀ **شعب الإيمان**، أبو بكر أحمد بن الحسين بن على البيهقی، تحقيق زغلول، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان ١٤١٠هـ.
❀ **كتاب السنة**، أبوبكر عمرو بن عاصم الشيبانی، تحقيق الألبانی، المكتب الإسلامی بيروت، لبنان ١٤١٣هـ.
❀ **البحر الزخار المعروف بمسند البزار**، أبو بكر أحمد بن عمرو العتكی البزار، مكتبة العلوم والحكم، المدينة ١٤١٨هـ.
❀ **المسند الجامع**، الدكتور بشار عوّاد معروف، دار الجيل بيروت والشركة المتحدة الكويت ١٤١٣هـ.
❀ **زوائد ابن ماجه على الكتب الخمسة**، أبو العباس شهاب الدين الكنانی البوصيری، دار الكتب العلمية، بيروت ١٤١٤هـ.
❀ **المعجم الكبير**، أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی، دار إحياء التراث العربی

طبع ١٤٢٢هـ.

❁ **المعجم الوسيط**، أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی، دار الحرمين بالقاهرة، بمصر ١٤١٥هـ.

❁ **الكتاب المصنف فی الأحاديث والآثار**، أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبی شيبة الكوفی، دار الكتب العلمية، بيروت ١٤١٦هـ.

❁ **المصنف**، أبو بكر عبد الرزاق بن همّام الصنعانی، المكتب الإسلامی ١٤٠٣هـ.

❁ **كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال**، العلامة علاء الدين الهندی، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان ١٤٠٩هـ.

❁ **فتح الباری شرح صحيح البخاری**، الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، نشر وتوزيع رئاسة إدارات البحوث العلمية الرياض، ودار السلام الرياض ١٤٢١هـ.

❁ **صحيح مسلم بشرح النووی**، محی الدين النووی، دار المؤيد، الرياض ١٤١٥هـ.

❁ **الطبقات الكبری المعروف بابن سعد**، محمد بن سعد بن منيع الهاشمی البصری، دار الكتب العلمية بيروت ١٤١٠هـ.

❁ **شذرات الذهب فی أخبار من ذهب**، ابن العماد الحنبلی، دار الكتب العلمية بيروت ١٤١٩هـ.

❁ **تخريج أحاديث إحياء علوم الدين** (للعراقی وابن السبكی والزبيدی)، استخراج محمود الحدّاد، دار العاصمة بالرياض ١٤٠٨هـ.

❁ **أخبار الأذكياء**، أبو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی، دار ابن حزم بيروت ١٤٢٤هـ

❁ **المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية**، ابن حجر العسقلانی، تحقيق: د. سعد ابن ناصر الشثری، دار العاصمة، الرياض ١٤٢٠هـ.

※ **كتاب البعث والنشور**، أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقى، مركز الخدمات والأبحاث الثقافية، بيروت ١٤٠٦هـ.

※ **عمل اليوم والليلة**، الإمام النسائى، توزيع دار الإفتاء، الرياض.

※ **هداية الرواة إلى تخريج أحاديث المصابيح والمشكاة**، ابن حجر العسقلانى، دار ابن القيم ١٤٢٢هـ.

※ **أخلاق النبى ﷺ وآدابه**، أبو محمد عبد الله بن محمد الأصبهانى، المعروف بأبى الشيخ، دار المسلم الرياض ١٤١٨هـ.

※ **حلية الأولياء وطبقات الأصفياء**، الحافظ أبى نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهانى، دار الكتاب العربى بيروت، الطبعة الخامسة ١٩٨٧م.

※ **الكنى والأسماء**، الإمام أبى بشر محمد بن أحمد بن حماد الدولابى، دار ابن حزم بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ.

※ **زاد المعاد فى هدى خير العباد**، ابن قيم الجوزية، مؤسسة الرسالة، بيروت ١٤١٢هـ

※ **الإصابة فى تمييز الصحابة**، ابن حجر العسقلانى، دار الكتب العلمية بيروت ١٤١٥هـ

※ **أسد الغابة فى معرفة الصحابة**، عز الدين ابن الأثير الجوزى، دار الكتب العلمية بيروت ١٤١٥هـ.

※ **الاستيعاب فى معرفة الأصحاب**، أبو عمر يوسف بن عبد الله القرطبى، دار الكتب العلمية بيروت ١٤١٥هـ.

※ **معرفة الصحابة**، أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهانى، دار الوطن الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤١٩هـ.

※ **سير أعلام النبلاء**، شمس الدين محمد بن أحمد الذهبى، مؤسسة الرسالة ١٤١٧هـ.

- **دلائل النبوة**، أبوبكر أحمد بن الحسين بن على البيهقى، دار الكتب العلمية ١٤٠٥هـ.
- **تفسير ابن كثير**، أبو الفداء إسماعيل بن كثير، دار ابن حزم بيروت ١٤١٩هـ.
- **تفسير النسفى**، عبد الله بن أحمد بن محمود النسفى، دار القلم بيروت ١٤٠٨هـ.
- **الدر المنثور فى التفسير المأثور**، الإمام عبد الرحمن جلال الدين السيوطى، دار الفكر بيروت ١٩٩٣م.
- **الجامع لأحكام القرآن**، أبو عبد الله محمد الأنصارى القرطبى، مكتبة الرياض الحديثة.
- **أعلام النساء**، عمر رضا كحّالة، مؤسسة الرسالة، بيروت ١٤٠٤هـ.
- **البداية والنهاية**، أبو الفداء إسماعيل ابن كثير، دار هجر بالقاهرة، تحقيق: د. عبدالله بن عبد المحسن التركى ١٤١٩هـ.
- **سلسلة الأحاديث الصحيحة**، محمد ناصر الدين الألبانى، مكتبة المعارف، الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤٢٢هـ.
- **صحيح الجامع الصغير**، محمد ناصر الدين الألبانى، المكتب الإسلامى بيروت ١٤٠٨هـ.
- **إحياء علوم الدين**، أبو حامد محمد بن محمد الغزالى، المكتبة العصرية بيروت، الطبعة الثالثة
- **السيرة النبوية**، ابن هشام (م سنة ٢١٨هـ)، دار إحياء التراث العربى ١٤١٥هـ.
- **السيرة الحلبية فى سيرة الأمين المأمون**، على بن برهان الدين الحلبى، دار المعرفة، بيروت، لبنان.
- **تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف**، جمال الدين أبى الحجاج يوسف المزّى، دار الغرب الإسلامى ١٩٩٧م.
- **شرح السنة**، الإمام الحسين بن مسعود البغوى، المكتب الإسلامى ١٤٠٣هـ.

❊ **غاية المرام فی تخريج أحاديث الحلال والحرام**، محمد ناصر الدين الألبانی، المكتب الإسلامی بيروت ١٤١٤هـ.

❊ **تاريخ الطبری**، أبو جعفر محمد بن جرير الطبری، تحقيق: محمد أبو الفضل إبراهيم، روائع التراث العربی، بيروت.

❊ **الفتح الربانی لترتيب المسند الإمام أحمد بن حنبل**، أحمد عبد الرحمن البنّاء، دار إحياء التراث العربی، بيروت، لبنان.

❊ **كتاب الأغانی**، الإمام أبی الفرج الأصبهانی، دار الفكر، بيروت، لبنان.

❊ **الرحيق المختوم**، الشيخ صفی الرحمن المباركفوری، مكتبة دار السلام، الرياض، المملكة العربية السعودية ١٤١٨هـ.

❊ **شرح مشكل الآثار**، أبو جعفر أحمد بن محمد سلامة الطحاوی، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان ١٤١٥هـ.

❊ **الأدب المفرد**، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاری، تخريج الألبانی، دار الصدّيق، الجبيل، السعودية ١٤١٥هـ.

❊ **الشمائل النبوية والخصائل المصطفوية**، الإمام الترمذی، دار الكتاب العربی، بيروت، لبنان ١٤١٧هـ.

❊ **نيل الأوطار شرح منتقی الأخبار**، محمد بن علی بن عبد الله الشوكانی الصنعانی، مكتبة نزار مصطفی الباز، مكة المكرمة ١٤٢١هـ.

❊❊❊❊

فہرستِ عناوین